مقام ابی حنیفہ رح

تالیف

امام اہلسنت شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (قرآن حکیم)

وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ (الحدیث) (حدیث شریف)

خدا رکھے بہت اونچا ہے معیار نظر اس کا ‏ بوقت فیض جس نے اپنے بیگانے نہیں دیکھے

مقام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جس میں قرآن کریم، صحیح احادیث اور علماء اسلام کے ٹھوس حوالجات سے فقہ اور فقہا کی فضیلت اور اس کی ضرورت اور اہمیت بیان کی گئی ہے اور فقہاء صحابہؓ اور اہل کوفہ کی حدیث دانی اور فقہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مقام فقہ، حدیث اور علم کلام میں صریح حوالوں سے بتایا گیا ہے۔ نیز ان کی دیانت، امانت، استقامت اور ثقاہت پر واضح حوالے پیش کیے گئے ہیں۔ ان پر مرجئہ، اہل الرائی، مخالف اسلام و حدیث اور قلت عربیت وغیرہ کے جتنے اصولی اعتراضات قدیماً و حدیثاً کیے گئے ہیں ان کے اصولی جوابات دیئے گئے ہیں اور اس میں معترضین کا تعصب، عناد اور اجتہادی غلطی بھی آشکارا کی گئی ہے نیز ہدایہ، فقہ حنفی کی دیگر کتب اور احنافؒ پر کیے گئے بعض اعتراضات کے دندان شکن جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ اور اس کے علاوہ بھی بیسیوں ضمنی ابحاث ہیں جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ وَاللّٰہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَہُوَ یَہْدِی السَّبِیْلَ

احقر ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صفدر
خطیب جامع گکھڑ منڈی و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر: مکتبہ صفدریہ مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں۔

طبع یازدھم .... جنوری ۲۰۰۷ء

نام کتاب ـــــــ مقامِ اَبی حنیفہؒ

مصنف ـــــــ ابو الزاہد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم

کتابت ـــــــ محمد امان اللہ قادری

ناشر ـــــــ مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

مطبع ـــــــ فائن بکس پرنٹرز، لاہور

قیمت ـــــــ -/۱۲۰ (ایک سو بیس) روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
- مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ العارفی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
- مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ مینگورہ
- مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
- مکتبہ امدادیہ ملتان
- مکتبہ حقانیہ ملتان
- مکتبہ مجیدیہ ملتان
- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- اسلامی کتب خانہ اڈا کاکامی ایبٹ آباد
- مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
- دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ نزد جامع مسجد بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ فاروقیہ حنفیہ عقب فائر بریگیڈ اردو بازار گوجرانوالہ
- کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ
- مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور

فہرستِ مضامین

مضامین	صفحہ
دیباچہ طبع سوم	
تصدیقات اکابرین ملت و علماء عظام دامت معالیہم	۱۳
حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۵
حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۶
حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۰
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۱
حضرت مولانا محمد سلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم	۲۲
حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۳
حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۵
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھوی رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۵
حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۶
حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۷
حضرت مولانا سید امین الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۸
حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۹
حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۱
سخنہائے گفتنی	۳۳
باب اوّل	

مضامین	صفحہ
تفقّہ فی الدین	۳۷
قرآنِ کریم میں تفقّہ کی فضیلت	۳۸
عدم تفقّہ مذموم ہے	
حدیث میں فقہ کا درجہ	۳۹
حضرت امیر معاویہؓ کی حدیث	۴۰
حافظ ابن حجرؒ سے اس کی تشریح	۴۰
حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث	۴۰
حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث	۴۱
ابن خلدونؒ کا حوالہ	۴۲
حضرت جبیرؓ بن مطعم کی حدیث	۴۳
ان کی حدیث صحیح بلکہ مشہور و متواتر ہے	"
امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ، امام سیوطیؒ اور نواب صاحبؒ کے حوالہ سے	"
حضرت عمرؓ کا حوالہ	۴۴
باب دوم	
فقہ و درایت	۴۵
حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا حوالہ	۴۶
ابوبکرؒ بن عبدانؒ کا حوالہ	۴۶

مضامین	صفحہ
امام احمدؒ بن حنبلؒ کا حوالہ	۴۶
امام ابو ثورؒ کا درجہ	۴۷
امام احمدؒ بن حنبلؒ کا درجہ اجتہاد میں اقل تھا	۴۷
حافظ ابو عمرؒ بن عبد البرؒ کا حوالہ	۴۷
ایک فقہی مسئلہ میں محدّثین کا لاجواب ہونا	۴۷
امام ترمذیؒ کا حوالہ	۴۸
امام اعمشؒ کا حوالہ	۴۸
امام وکیعؒ بن الجراحؒ کا حوالہ	۴۹
علامہ حازمیؒ کا حوالہ	۴۹
امام حاکمؒ کا حوالہ	۵۰
ہلالؒ بن العلاء الرّقی کا حوالہ	۵۰
امام ابن الجوزیؒ کا حوالہ	۵۱
حافظ ابن حجرؒ کا حوالہ	۵۱
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا حوالہ	۵۱
ابن خلدونؒ کا حوالہ	۵۲
حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا حوالہ	۵۲
نواب صاحبؒ کا حوالہ	۵۲
منصورؒ بن اسمٰعیل الشافعیؒ کا حوالہ	۵۳
فقہ سے کوئی چارہ نہیں	۵۴
باب سوم	
فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم	۵۵
امام مسروقؒ بن الاجدعؒ کا حوالہ	۵۵

مضامین	صفحہ
امام شعبیؒ کا حوالہ	۵۶
حافظ ابن القیمؒ کا بیان	۵۶
نواب صاحبؒ کا بیان	۵۶
مولانا مبارکپوریؒ کا بیان	۵۶
اصحاب عبد اللہؓ بن مسعود	۵۶
امام شعبیؒ کا رتبہ	۵۶
کوفہ میں صحابہ کرامؓ کا ورود	۵۸
حضرت علیؓ کے بیشتر قضایا کوفہ میں ہوئے	۵۸
ان سے پہلے بھی کوفہ مرکز دین رہا	۵۸
کوفہ میں کتنے صحابہؓ فروکش ہوئے؟	۵۹
امام حاکمؒ، ابن سعدؒ، دولابیؒ، عجلیؒ اور سخاویؒ	۶۰
کوفہ محل الفضلاء تھا۔ امام نوویؒ کا حوالہ	″
سفیانؒ بن عیینہؒ کا حوالہ	″
ابن عساکرؒ کا حوالہ	۶۱
محمدؒ بن سیرینؒ کا حوالہ	″
محدّث عفانؒ بن مسلمؒ کا حوالہ	″
محدّث ابو بکرؒ بن ابی داؤدؒ کا حوالہ	۶۲
الاشجؒ کون اور کیسے تھے؟	″
حضرت امام بخاریؒ کا بیان	″
حضرت امام احمدؒ کا بیان	۶۳
اہل کوفہ اور علم حدیث	″
کیا اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں ہوتا؟	″

مضامین	صفحہ
اس کا جواب	۶۳
جمہور محدثین تحمل حدیث کے الفاظ میں زیادہ سختی نہیں کرتے	۶۴
قاضی عیاضؒ، حافظ عراقیؒ اور ابن حجرؒ کا بیان	″
مؤلف "نتائج التقلید" کی غلط بیانی	۶۵
امام وکیعؒ جابر جعفی کو ثقہ کہتے تھے	″
اہلِ کوفہ سے کیا مراد ہے؟ مبارکپوری صاحبؒ سے	″
مؤلف "خیر الکلام" کا باطل دعویٰ کہ اہل کوفہ کی نقل ہی صحیح نہیں	۶۶
"تذکرۃ الحفاظ" کی پہلی جلد سے اہل کوفہ کے حفاظ حدیث کی فہرست	۶۷ تا ۶۹
باب چہارم	
امام صاحبؒ کا مقام علم کلام وفقاہت میں	۷۱
حضرت امام شافعیؒ کا حوالہ	″
محدث ابن جریجؒ کا حوالہ	۷۲
محدث مسعرؒ بن کدامؒ کا حوالہ	″
محدث اسرائیلؒ کا حوالہ	″
ابو جعفر رازیؒ کا بیان	″
علامہ ذہبیؒ کا بیان	″
امام عبد البرؒ کا بیان	″
علامہ خطیب بغدادیؒ کا بیان	۷۳
امام ابن معینؒ کا بیان	″
امام عبد الرحمنؒ بن مہدیؒ کا بیان	″
امام حسنؒ بن صالحؒ کا بیان	″

مضامین	صفحہ
علامہ ابن ندیمؒ کا بیان	۷۳
مجدؒ بن اثیرؒ کا بیان	″
حافظ ابن کثیرؒ کا بیان	۷۴
مؤرخ ابن خلدونؒ کا بیان	″
ابن حجر مکیؒ کا بیان	″
حضرت امام شافعیؒ کا بیان	″
حافظ الدین کردریؒ کا حوالہ	۷۵
امام فضیلؒ بن عیاضؒ کا بیان	″
امام ابو یوسفؒ کا بیان	″
امام اعمشؒ کا اقرار	″
عبد اللہؒ بن ادریسؒ کا تادب	″
ابو عاصم النبیلؒ کا بیان	۷۶
امام یزیدؒ بن ہارونؒ کا بیان	″
امام تاج الدین سبکیؒ کا بیان	۷۸
امام اوزاعیؒ اور عمریؒ کا بیان	″
امام عبد اللہؒ بن المبارکؒ کا بیان	″
عبد اللہؒ بن داؤدؒ کا بیان	۸۰
محمدؒ بن بشرؒ کا بیان	″
ابو نعیمؒ کا بیان	″
عبد اللہؒ بن یزید مقریؒ کا بیان	۸۱
مکیؒ بن ابراہیمؒ کا بیان	″
یحییٰؒ بن سعید القطانؒ کا بیان	″

مضامین	صفحہ
یحییٰؒ بن معینؒ کا بیان	۸۱
سفیانؒ بن عیینہؒ کا بیان	״
ابراہیمؒ بن عکرمہ المخزومیؒ کا بیان	״
علامہ محمد طاہرؒ کا بیان	״
نواب صاحبؒ کا بیان	״
مولانا محمد حنیف صاحب ندوی کا بیان	״
حضرت مولانا سید نذیر حسینؒ صاحب کا بیان	۸۲
تابعی کیلئے جمہور علمائے حدیث کے نزدیک روایت شرط نہیں ہے	״
امام صاحبؒ تابعی تھے۔ ابن ندیمؒ	״
امام صاحبؒ کی بشارت حدیث میں	۸۳
حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث	״
امام سیوطیؒ سے اس کی تشریح	۸۴
دین کا کیا مفہوم ہے؟	۸۵
اس کی تشریح امام نووی شافعیؒ سے	״
حدیث بشارت کا مصداق ابن حجر مکیؒ سے	״
محمد معین سندھیؒ سے	۸۶
حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے	״
نواب صاحبؒ سے	״
امام صاحبؒ کی دیانت	۸۷
امام صاحبؒ کی امانت	۸۹
امام صاحبؒ کی استقامت	۹۰
ابن ہبیرہ نے ایک سو دس کوڑے امام صاحبؒ کو لگوائے تھے	۹۱

مضامین	صفحہ
مگر وہ پھر بھی قاضی القضاۃ اور وزیر خزانہ نہ بنے	۹۱
فقہا کا مخلصانہ مشورہ	۹۴
امام صاحبؒ کو سزا دیتے وقت خاص لوگ جمع کر دیئے جاتے تھے	۹۵
ابوجعفر منصور کے عہد میں بھی امام صاحبؒ کو کوڑوں کی سزا دی گئی	״
امام صاحبؒ کو برہنہ کر کے سزا دی جاتی تھی	۹۶
حضرت امام احمدؒ کا تأثر	۹۷
جیل خانہ میں اذیت	۹۸
قید خانہ ہی میں زبردستی زہر دیا گیا	״
فقہ حنفی کی مقبولیت	۱۰۰
اراکین شوریٰ	۱۰۳
امام صاحبؒ کی وسعت نظر	۱۰۵
تدوین کتب کا سہرہ امام صاحبؒ کے سر ہے	۱۰۶
صدر الائمہؒ، امام سیوطیؒ، ابن حجر مکیؒ	۱۰۷
الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم وغیرہ صاحبؒ کی تالیف ہیں	۱۰۸
امام ابن ندیمؒ۔ وطاش کبریٰ زادہؒ	
باب پنجم	
حضرت امام صاحبؒ اور علم حدیث	۱۰۹
امام ابن عبد البرؒ کا حوالہ	״
محدث ابن عدیؒ کا حوالہ	۱۱۰
امام مکیؒ بن ابراہیمؒ کا حوالہ	״
امام عیسیٰؒ بن ماہانؒ کا حوالہ	۱۱۱
امام ابوعبدالرحمن المقریؒ کا حوالہ	״
امام اسرائیلؒ کا حوالہ	۱۱۲
امام عیسیٰؒ بن یونسؒ کا حوالہ	״

مضامین	صفحہ
امام عبداللہؒ بن داؤد الخریبیؒ کا حوالہ	۱۱۲
امام زفرؒ کا بیان	۱۱۳
محدث مسعرؒ بن کدامؒ کا بیان	″
امام یزیدؒ بن ہارونؒ کا بیان	″
امام یحییٰؒ بن سعید القطانؒ کا حوالہ	۱۱۴
کتاب الآثار امام ابوحنیفہؒ کی ہے	″
محدثین کرامؒ کے نزدیک سند بدلنے سے حدیث کی تعداد بدل جاتی ہے	۱۱۵
امام ابراہیمؒ بن سعید الجوہریؒ سے	″
کل صحیح احادیث کی تعداد؟	۱۱۶
امام صاحبؒ نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں	″
امام کی تصانیف سے کیا مراد ہے؟	″
احکام الاحکام املائی کتاب ہے۔	۱۱۷
فقہ حنفی کی بنیاد احادیث و آثار پر قائم ہے۔	″
کتاب الآثار ضخیم جلد ہے	۱۱۸
امام صاحبؒ ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث میں تھے	″
امام ابوداؤدؒ کا حوالہ	۱۱۹
عبدالکریم شہرستانیؒ کا حوالہ	″
فرقۂ مرجیہ	۱۲۰
ارجاء کا معنی؟	۱۲۱
امام صاحبؒ اور آپ کے جمہور اصحابؒ	″
کس معنی میں مرجیہ تھے؟	″
ابن عبدالبرؒ۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ	″

مضامین	صفحہ
مولانا میر سیالکوٹی صاحبؒ	۱۲۱
نواب صاحبؒ	۱۲۲
غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حل	″
حنفی اہل سنت ہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ	۱۲۴
مؤلف نتائج التقلید کا باطل دعوے	″
امام صاحبؒ حفاظ حدیث میں سے تھے	″
علامہ ذہبیؒ۔ امام حاکمؒ	″
حافظ الصالحی الشافعیؒ	۱۲۵
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ	″
امام خطیب تبریزیؒ	۱۲۶
ابن حجر مکیؒ	″
ابن خلدونؒ	۱۲۷
مؤلف نتائج التقلید کا بڑا تعصب	″
حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت	۱۲۸
امام علیؒ بن المدینیؒ سے	″
امام یحییٰؒ بن معینؒ سے	″
مؤلف "خیر الکلام" اور "نتائج التقلید" کا انتہائی تعصب	۱۳۰ تا ۱۳۱
حدیث میں احتیاط	۱۳۲
امام یحییٰؒ بن معینؒ سے	″
سفیان ثوریؒ سے	۱۳۳
ابو یوسفؒ سے	″
علیؒ بن الجعدؒ سے	۱۳۴

مضامین	صفحہ
وکیعؒ بن الجراحؒ سے	۱۳۴
حدیث کے لیے امام صاحبؒ کی شرط	؍؍
علامہ قرشیؒ، ابن حجر مکیؒ، شعرانیؒ اور سیوطیؒ سے	؍؍
امام بخاریؒ اور ابن العربیؒ حسن حدیث سے استدلال کے قائل نہ تھے	۱۳۵
جمہور ان کے ساتھ متفق نہیں ہوئے	؍؍
حمادؒ بن سلمہ سے ایک ہزار حسن حدیث مروی ہے	؍؍
امام صاحبؒ کی شرطیں کڑی ہیں مولانا مبارکپوری صاحب	۱۳۶
احترام حدیث و شیوخ محدثین	۱۳۷
قلت حدیث کا الزام	۱۳۹
ابن خلدونؒ کا مفصل حوالہ	؍؍
الحافظ الصالحیؒ کا مفصل حوالہ	۱۴۰
صحابہ کرامؓ میں مکثر اور مقل کا ذکر	؍؍
غلطی کا سبب	۱۴۲
محقق ابن خلدونؒ سے	۱۴۳
حضرت امام شافعیؒ قلیل الحدیث تھے	۱۴۴
ابو حاتمؒ اور عجلیؒ کا حوالہ	۱۴۵
امام صاحبؒ پر اسلام کو نقصان پہنچانے کا الزام	۱۴۶
نعیمؒ بن حمادؒ کا رتبہ	۱۴۷
مولانا میر صاحبؒ کا بیان	؍؍
امام صاحبؒ کے مخالفین کا انجام	۱۴۸
مولانا حافظ عبدالمنان صاحبؒ کا حوالہ	؍؍
مولانا میر صاحبؒ کا چشم دید واقعہ	؍؍

مضامین	صفحہ
امام صاحبؒ اور آپ کے اصحابؒ سے بغض کرنے کا حکم؟	۱۴۹
علامہ خطیب بغدادیؒ کے پیش کردہ خوابوں کا حال؟	۱۵۰
خواب کا شرعی حکم	۱۵۱
امام نوویؒ، علامہ عینیؒ اور مبارکپوری صاحب سے	۱۵۲
امام صاحبؒ اور آپ کے اصحابؒ کی تائید میں خواب	۱۵۳
امام صاحبؒ کا اہل الرائے ہونا	۱۵۸
رائے کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۱۵۹
مغرب اور صراح کا حوالہ	؍؍
فتح الملہم اور نہایہ وغیرہ کا حوالہ	۱۶۰
مجمع البحار اور مرقات کا حوالہ	؍؍
امام ربیعۃ الرائیؒ	۱۶۱
شہرستانیؒ کا حوالہ	۱۶۲
ابن خلدونؒ کا حوالہ	۱۶۳
امام احمدؒ بن حنبلؒ کے مقلد کیوں کم ہیں؟	
ابن خلدونؒ اور نواب صاحبؒ سے	۱۶۶
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ	۱۶۷
اصحاب الرائے کا معنیٰ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے	۱۷۰
حضرت مجدد الف ثانیؒ سے	۱۷۱
اہل الرائے اور حضرات بھی تھے	۱۷۱
کیا رائے کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے؟	؍؍
امام محمدؒ اور ابن حجر مکیؒ سے	۱۷۲
حضرت علیؓ کا ارشاد	۱۷۴

مضامین	صفحہ
حدیث سے رائے کی عمدگی کا ثبوت	۱۷۴
یہ حدیث صحیح بلکہ مشہور اور متواتر ہے	۱۷۵
ایک اور حدیث سے رائے کا ثبوت	۱۷۷
حضرت ابوبکرؓ رائے سے کام لیتے تھے	//
حضرت عمرؓ بھی رائے سے کام لیتے تھے	//
حضرت ابن مسعودؓ رائے سے کام لیتے تھے	۱۷۹
حضرت ابن عباسؓ رائے سے کام لیتے تھے	//
حضرت زیدؓ بن ثابت رائے سے کام لیتے تھے	//
حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ رائے سے کام لیتے تھے	۱۸۰
حضرت علیؓ رائے سے کام لیتے تھے	//
قیاس شرعی حجت ہے	//
امام صاحبؒ کس وقت رائے قائم کرتے تھے	۱۸۲
خود ان کا اپنا بیان	//
ابن حجر مکیؒ۔ علامہ ذہبیؒ اور شعرانیؒ	۱۸۳
دیگر متعدد حوالے	۱۸۸ تا ۱۸۹
"اہل الرائے ہونا موجب قدح نہیں" ابن حجر مکیؒ سے	۱۹۰
امام شعرانیؒ کے حوالے سے	۱۹۱
"خبر واحد قیاس پر مقدم ہے" علامہ حصکفیؒ و شامیؒ	۱۹۴
شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے تقلید واجب اور حرام کی علامت	۱۹۵
"ضعیف حدیث بھی رائے پر مقدم ہے" علامہ ابن حزمؒ وغیرہ سے	۱۹۷
امام صاحبؒ پر حاسدین نے کلام کیا ہے	//
عبداللہؒ بن داؤد الخریبیؒ سے	۱۹۷
قاضی الحسنؒ بن عمارہؒ سے	//
امام ابن معینؒ اور ابن عبدالبرؒ سے	۱۹۸
باب ششم	
مذموم رائے	۲۰۱
قرآن میں رائے استعمال کرنا	//
یقیسون الامور برأیہم اور اس کا حال	۲۰۲
اولاد سبایا کی حدیث	۲۰۳
ایاکم واصحاب الرائے کا اثر	۲۰۴
کون سی رائے اور قیاس مذموم یا محمود ہے؟	//
متعدد حوالوں سے اس کا ثبوت	//
حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا اثر	۲۰۵
حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کا اثر	۲۰۶
حضرت امام بیہقیؒ کا فیصلہ	۲۰۷
مجتہد کو بصورت خطا بھی ایک اجر ملتا ہے	۲۰۸
رافضی کا قول کہ مذاہب اربعہ نوایجاد ہیں۔	۲۰۹
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مسکت جواب	۲۱۰
علامہ بدرالدین بعلیؒ کا حوالہ	۲۱۱
علامہ شاطبیؒ کا حوالہ	//
ترک رائے دوسری صدی کی بدعت ہے	۲۱۲
ابن عبدالبرؒ کا بیان	۲۱۳
قاضی شوکانیؒ کا بیان	۲۱۴

http://mujahid.xtgem.com

مضامین	صفحہ
امام شافعیؒ کا حوالہ	۲۱۵
امام صاحبؒ پر مخالفت حدیث کا الزام	۲۱۶
ایسا ہی الزام حضرت امام بخاریؒ اور ابن العربیؒ پر بھی عائد ہو سکتا ہے	″
اور امام مالکؒ پر بھی	۲۱۸
اور امام شافعیؒ پر بھی	۲۲۰
کیا امام وکیعؒ بن الجراحؒ نے امام صاحبؒ کو مخالف حدیث کہا ہے؟	۲۲۱
الساجیؒ کا کیا مقام ہے؟	۲۲۲
"متعصب کی جرح کا قاعدہ" امام سبکیؒ سے	۲۲۳
امام وکیعؒ کا امام صاحبؒ پر اعتماد	۲۲۴
اشعار بدن کا مسئلہ اور اس کی تحقیق	۲۲۵
امام ابن ابی شیبہؒ کے اعتراضات کا جواب	۲۲۹
باب ہفتم	
مخالفت حدیث کی ایک نفیس بحث	۲۳۱
بنو قریظہ میں عصر کی نماز پڑھنے کا حکم	۲۳۲
حضرت ماعزؓ کا واقعہ	۲۳۳
ایک لونڈی کا واقعہ	۲۳۴
صلح حدیبیہ کا واقعہ	۲۳۵
صوم الدہر کا حکم	۲۳۷
خصائل فطرت کا بیان	۲۳۸
موت کی آرزو کرنے کا حکم	۲۴۰
حضرت علیؓ اور امام بخاریؒ نے بھی موت کی آرزو کی تھی	۲۴۰ تا ۲۴۱
کتنے دنوں میں قرآن کریم پڑھنا چاہیئے؟	۲۴۲
متعدد حضرات ایک ہی رات میں قرآن ختم کر دیا کرتے تھے	″
حضرت امام بخاریؒ کا بھی یہی معمول تھا	۲۴۳
کراہت کے درجات	۲۴۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ کے قبول کرنے نہ کرنے کا حکم	″
امراء لشکر کو اپنے حکم پر فیصلہ کرنے کا امر۔	۲۴۶
اہل ظاہر کا بے معنی جمود اور اس کی مثال امام نوویؒ اور ابن دقیق العیدؒ سے	۲۴۹
الحاصل	۲۵۰
امام صاحبؒ پر ارجاء، قیاس اور رائے کا اعتراض	۲۵۱
امام ابن عبد البرؒ ہی سے اس کا جواب	″
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا حوالہ	۲۵۲
امام حاکمؒ، ابو نعیم اصبہانیؒ اور خطیب بغدادیؒ متعصب ہیں	۲۵۳
القومسیؒ، الریحانیؒ اور ابن الجوزیؒ سے	″
حافظ ابن حجر مکیؒ	۲۵۴
امام خطیبؒ پر ابن الجوزیؒ کی کڑی جرح	″
علامہ ذہبیؒ کا ناطق فیصلہ	″
باب ہشتم	
ایک لطیف بحث	۲۵۷

http://mujahid.xtgem.com

مضامین	صفحہ
فقہ حنفی کے سب مسائل امام صاحبؒ کے فرمودہ نہیں مرزا حیرت صاحب سے	۲۵۸
کیا کتبِ فقہ میں کمزور مسائل کی وجہ سے فقہ کا انکار کر دینا چاہیئے؟	؍؍
کیا موضوع اور جھوٹی حدیثوں کی بنا پر سب حدیثوں کو ترک کر دیا جائے گا؟	؍؍
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے	۲۵۹
مؤلف نتائج التقلید کا صاحب ہدایہؒ اور علامہ زیلعیؒ پر غصہ اور اس کا جواب	۲۶۰
درایہ نصب الرایہ کی تلخیص ہے	؍؍
مشکوٰۃ اور حجۃ اللہ میں بھی جعلی حدیث موجود ہے	۲۶۱
غنیۃ الطالبین اور احیاء العلوم میں جعلی حدیثوں کی بھرمار	۲۶۲
ابن ماجہ میں بھی جعلی حدیثیں موجود ہیں	؍؍
مسند احمد میں بھی موجود ہیں	۲۶۳
حتی کہ نسائی اور ابوداؤد میں بھی جعلی حدیث موجود ہے	۲۶۴
تصحیح و تضعیف بھی اجتہادی امر ہے	۲۶۵
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے	؍؍
اگر محدثینؒ کی تقلید گمراہی نہیں تو فقہاءؒ کی تقلید کیوں گمراہی ہے؟	۲۶۶
کتبِ فقہ اور ہدایہ کا مقام نواب صاحبؒ اور میر صاحبؒ سے	۲۶۷
اور مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ سے	۲۶۸
رجع الحدیث	۲۷۰
علامہ خطیب بغدادیؒ کا تعصب حافظ الصالحی الشافعیؒ سے	؍؍
امام دارقطنیؒ اور ابونعیم کا تعصب ابن عبدالہادی الحنبلیؒ سے	۲۷۱
امام دارقطنیؒ اور علامہ خطیبؒ کا تعصب علامہ محمد امین السندیؒ سے	؍؍
علامہ السخاوی الشافعیؒ کا ناطق فیصلہ	۲۷۲
امام ابن خلکانؒ کا حوالہ	۲۷۳
امام صاحبؒ پر قلتِ عربیت کا اعتراض	؍؍
اس کا مسکت جواب حافظ محمدؒ بن ابراہیم الوزیرؒ سے	۲۷۴
مؤلف حقیقت الفقہ کا بے جا تعصب	۲۷۶
اس کا دندان شکن جواب	؍؍
کیا احناف میں بھی کوئی ولی ہوا ہے؟	۲۷۸
حنفی مصلےؐ کا مقام مشرکین کا دار الندوہ تھا	۲۷۹
اس کا جواب	؍؍
ایک اور اعتراض اور اس کا جواب	۲۸۰
غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل حضرت میاں صاحبؒ نے اپنے اساتذہ پر اعتماد نہ کرنے والے کو مردود کہا ہے	۲۸۱
کیا اصحاب ابی حنیفہؒ نصاریٰ کے مشابہ ہیں؟	۲۸۲
اس کا جواب	؍؍

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

دیباچہ
طبع سوم

مُبَسْمِلاً وَّ مُحَمِّدِلاً وَّ مُصَلِّیاً: امّابعد: اللہ تعالیٰ کا ارب اور کھرب دفعہ شکر ہے کہ اُس نے مجھ جیسے بے بضاعت انسان کو یہ توفیق مرحمت فرمائی کہ سراج الاُمّۃ، نادرۂ زمان محدّث کبیر، حافظ حدیث، سیّد الفقہاء، مجاہد عظیم، رأس الاتقیاء، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی اور عملی مقام بیان کرنے کے علاوہ ان پر قدیماً وحدیثاً کیے گئے اہم اعتراضات کے باحوالہ ٹھوس اور مسکت جوابات اِس پیشِ نظر کتاب میں ضبط تحریر میں لائے، راقم کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ اس کو ایسی اعلیٰ مقبولیت حاصل ہوگی کہ اکابر علماء کرام اس کو بے حد پسند کریں گے، اور اس پر دادِ تحسین دیں گے لیکن قارئین کرام "تصدیقات علماء کرام" میں اس کتاب کے بارے پاک وہند کے اکابر ملت کے بیانات اور تصدیقات پڑھیں گے تو ضرور یہ محسوس کریں گے کہ اس موضوع پر یہ کتاب بحمد اللہ تعالیٰ بہت ہی معلومات افزاء اور تحقیقی ہے حتیٰ کہ مؤلف نتائج التقلید (جن کے ردّ میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور جو اَب مرحوم ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے گناہوں اور لغزشوں سے درگذر فرمائے آمین) یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ :- ان میں ایک تو مولانا مولوی محمد سرفراز صاحب گکھڑوی ہیں جو اپنی علمی قابلیت، وسعت معلومات اور تدریسی وتصنیفی شہرت کے اعتبار سے دیوبندیوں میں خاصے معروف ومشہور ہیں بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آپ عہد حاضر کے فن مغالطہ (یعنی فن تحقیق کیونکہ ع

http://mujahid.xtgem.com

رکھ لیا ہے نام اُس کا آسماں تحریر میں۔ صفدرؒ کے امام مُجدِّد ہیں تو درست وصحیح ہے چنانچہ ان کی تصنیف احسن الکلام ان کی مجدّدیّت اور فنّی کمالات پر شاہد ہے نہ صرف یہی بلکہ نتائج التقلید کے جواب میں مقام حضرت امام ابوحنیفہؒ اور طائفہ منصورہ میں جس انداز سے فنّی کمالات کا مظاہرہ کیا ہے وہ ان کا ایسا شاہکار ہے کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر شائد ہی پیدا ہو (بلفظہ مقام اہلحدیث ص۳) موصوف نے آگے اپنی اس کتاب میں چند مقامات میں گکھڑوی صاحب کا عنوان اختیار کرکے مقام ابی حنیفہؒ کی کچھ نامکمل اور ادھوری عبارتیں بھی نقل کی ہیں اور پھر بزعم خویش ان پر تنقید کرنے کی بے جا سعی بھی کی ہے لیکن پوری دیانت کے ساتھ عرض ہے کہ اس تنقید میں بجز دل کی بھڑاس نکالنے کے کوئی علمی اور تحقیقی جان نہیں ہے اور ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں کہ ہم پہلے ان کی پیش کردہ تنقید میں جان ڈالیں اور پھر اس کی تردید کریں، ہم ہر منصف مزاج سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی بے وزن تنقید کا خود ہی انصاف سے جائزہ فرمالیں کہ کیا علمی اور تحقیقی طور پر اس کی طرف توجہ کی جا سکتی ہے؟ ہاں ان کی اس کتاب میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو عوام کے لیے موجب شبہات ہو سکتی ہیں اور ان کا جواب بھی ضرور ہونا چاہیئے لیکن ان باتوں کا تعلق اس پیش نظر کتاب مقام ابی حنیفہؒ سے نہیں بلکہ تقلید وغیرہ دیگر پہلوؤں سے ہے انشاءاللہ العزیز ان کا جائزہ الکلام المفید وغیرہ میں لیا جائے گا، اس کتاب میں غیر متعلق اُمور چھیڑ کر ہم قارئین کرام کے اذھان کو بلاوجہ مشوّش نہیں کرنا چاہتے، دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ ہمیں حق اور اہل حق سے وابستہ رکھے آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وجمیع متبعیہ الیٰ یوم الدین۔

احقر الناس ابوالزاہد

۹ر ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ

۱۶ر فروری ۱۹۷۰ء

http://mujahid.xtgem.com

پاک و ہند کے مشہور و مقتدر اور جلیل القدر علماء کرام کی

تصدیقات

(۱)

استاذ العلماء۔ رأس المحققین سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان و شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل و حالاً شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

حضرت مولانا محمد شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

کتاب مندرجہ صدر حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز صاحب کی تصنیف ہے جو "نتائج التقلید" کے جواب میں لکھی گئی ہے، یہ حقیقت ہے کہ جو شخصیت جس قدر باکمال اور مقبول عند اللہ ہوتی ہے، اسی تناسب سے ان کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے، صبحی محمصانی ؒ نے اپنی کتاب "فلسفۃ التشریع فی الاسلام" میں لکھا ہے کہ حنفیوں کی تعداد جملہ عالم اسلام کی دو تہائی ہے، مالکیوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ ہے، شافعیوں کی تعداد دس کروڑ، حنبلیوں کی تعداد تیس لاکھ ہے، یہ ایک شافعی مصنف کی رائے ہے، اس سے امام موصوف ؒ کی مقبولیت عند اللہ کا اندازہ لگائیے، امام ابن تیمیہ ؒ شارح بخاری نے امام صاحب ؒ پر امام بخاری ؒ کے اعتراض کے سلسلے میں بالکل درست لکھا ہے کہ لا یرمی شجرٌ الّا ذو ثمر۔ امام ابو حنیفہ ؒ پر مخالفین کے جملہ اعتراضات کا خلاصہ تین امور ہیں۔ (۱) فقہ اور رائے کی طرف ان کا انتساب (۲) دوئم قلت حدیث کا الزام (۳) قیاس و رائے کو حدیث پر ترجیح دینا اور فقہ پر اعتراض۔ زیر نظر کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، پہلے تین ابواب میں تفقہ کا شرعاً محمود اور مطلوب ہونا ثابت کیا گیا جس کے لیے قرآنی آیات و

http://mujahid.xtgem.com

احادیث و تعامل صحابہؓ سے استدلال کیا گیا اور نقول کا پورا ذخیرہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں زور دار دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مقام علم کلام و فقہ میں تمام آئمہؒ سے بلند تھا۔ باب ششم و ہفتم و ہشتم میں مخالفت حدیث اور رائے مذموم سے امام ابوحنیفہؒ کی برأت مدلل طریقہ سے ثابت کی گئی ہے۔ ان امور کے پیش نظر یہ کتاب مخالفین کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹنے اور امام ابوحنیفہؒ کے اصلی مقام کو واضح کرنے میں لاجواب ہے، ان امور کے علاوہ ضمنی طور پر یہ کتاب دیگر نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے جس کے مطالعہ کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ امام موصوفؒ پر اعتراض کرنا آفتاب پر تھوکنے کا مترادف ہے، خداوند تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے۔

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ / ۱۶ ستمبر ۱۹۶۲ء

شمس الحق افغانی عفا اللہ اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ

(۲)

استاذ الاساتذہ، سند العلماء، سید المناظرین علامہ دوراں

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان (مغربی پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ الیٰ یوم الدین، اجمعین،

اما بعد!

سیدنا امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف مخصوصہ، علم وعمل، زہد و تقویٰ، ریاضت و عبادت، امانت و اجتہاد وغیرہ جس طرح تمام اہل ایمان میں مسلم ہیں، اسی طرح آپ کی شان محدثیت، حدیث دانی، حدیث فہمی بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اس لیے ایک شخص کی علمی خوبیوں کے لیے اس کی درس گاہ، نصاب تعلیم، اس کے فہم و فراست، اس کے شیوخ و اساتذہ، جلیل القدر تلامذہ، امت مسلمہ کی شہادت پر نظر کرنا اس کی جلالت شان کے لیے کافی ثبوت ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ دار العلوم کوفہ محترمہ تھا۔ جس کے سرپرست اعلیٰ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ تھے۔ اور اس کے صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ اور دونوں حضرات کے علوم حدیث و فقہ پر امام ابو حنیفہ کے مذہب کی بنیاد تھی۔ چنانچہ سراج الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۱۶/۱ میں فرماتے ہیں وکان ابوحنیفہ الزمہم بمذہب ابراہیم النخعی واقرانہ اھ یعنی حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ان کے اقران کے مذہب کو امام ابو حنیفہؒ زیادہ لازم پکڑنے والے تھے۔ اور ص ۱۱۵/۱ میں فرماتے ہیں۔ واصل مذہبہ فتاوی عبداللہ بن مسعود وقضایا علی وفتاواہ وقضایا شریح وغیرہ من قضاۃ الکوفۃ اھ یعنی ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے فتوے اور حضرت علیؓ کے فیصلے اور فتوے اور قاضی شریحؒ وغیرہ کے فیصلے تھے۔

اور حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے متعلق علامہ ابن قیمؒ اعلام الموقعین ص ۱۸/۱ میں امام مسروقؒ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

عن مسروق شاممت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت علمہم ینتہی الی ستۃ علیؓ وعبداللہ وعمر وزید بن ثابت والی الدرداء وابی بن کعب۔ ثم شاممت الستۃ فوجدت علمہم انتہی الی علی وعبداللہ۔ اھ

یعنی حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تو سب کا علم (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہوا تھا۔) چھ صحابہؓ میں موجود پایا۔ پھر ان چھ کو جانچا تو ان کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں پایا۔

حضرت علیؓ تو باب علم ہی ہیں۔ ان کا تو کہنا ہی کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم و فضل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اعتماد تھا کہ آپ نے ان کو چار سندوں سے نوازا تھا۔ سند قرآن، سند حدیث، سند فقہ، سند سیاست، اور لوگوں کو ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور مسائل تمام حدیث کے مطابق ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اپنے مکاشفات میں لکھتے ہیں۔

عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی طریقۃ انیقۃ ہی اوفق

http://mujahid.xtgem.com

الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ اھ (فیوض الحرمین)

یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں مجھے خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرایا کہ مذہب حنفی میں ایسا عمدہ طریقہ ہے کہ وہ زیادہ موافق ہے سنّت نبوی مشہور کے جو جمع کی گئی ہیں امام بخاریؒ اور ان کے زمانہ میں۔

اس زمانہ میں نصاب تعلیم بھی قرآن وحدیث تھا۔ فنون کا رواج بعد میں درس گاہوں میں ہوا ہے اور فہم وفراست امام ابوحنیفہؒ کا معروف ہے۔ یحییٰؒ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں:۔

لا نکذب باللہ ما سمعنا احسن من رائے ابی حنیفۃ اھ۔ یعنی اللہ کی قسم ہم جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے کوئی اعلیٰ رائے والا سنا بھی نہیں۔ ایسی حدیث کی جامع اور ماہر شخصیتوں کی درس گاہ جس کا نصاب تعلیم قرآن وحدیث ہو کبھی حدیث سے خالی ہو سکتی ہے؟ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اسی درس گاہ میں پڑھا و پڑھایا۔ بھلا اس بابرکت درس گاہ کے طالب علم اور مدرس حدیث سے ناواقف ہو سکتا ہے؟۔ فیا للعجب۔

شیوخ واساتذہ امام ابوحنیفہؒ اکابر محدثین تابعین، امام شعبیؒ، سلمہؒ بن کہیلؒ، محاربؒ بن دثارؒ، امام باقرؒ وغیرہ جیسے تھے، حسنؒ بن زیادہؒ کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے دو ہزار حمادؒ سے دو ہزار باقی شیوخ سے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔ صرف وہ مشاہیر محدثین جن کو امام صاحبؒ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، وہ بھی کافی ہیں۔ حافظ ابوالمحاسن شافعیؒ نے ۹۱۸ شخصوں کے نام بقید نسب لکھے ہیں۔ جن میں بعض کے نام یہ ہیں: یحییٰؒ بن سعید القطانؒ، عبداللہؒ بن المبارکؒ، یحییٰؒ بن زکریاؒ، وکیعؒ بن جراحؒ، یزیدؒ بن ہارونؒ، حفصؒ بن غیاثؒ، ابوعاصم النبیلؒ، عبدالرزاقؒ بن الہمامؒ، وغیرہ وغیرہ۔

بھلا مشاہیر محدثین اساتذہ کرام اور نقاد حدیث تلامذہ عظام رکھنے والا اور خود صاحب فہم وفراست حدیث سے خالی ہو سکتا ہے؟ فیا للعجب۔ جس کی حدیث دانی اور حدیث فہمی کی ہزاروں شہادتیں موجود ہوں۔ مگر ہم ان میں سے ایک شہادت مذہب اہلحدیث کے مجدّد نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجیؒ کی امام اعظمؒ کے کبار محدّثین میں سے ہونے کی دلیل خود علاّمہ ابن خلدون سے نقل کرتے ہیں:۔

ویدل علی انہ من المجتہدین فی علم الحدیث اعتماد مذہبہ بینہم والتعویل علیہ واعتبارہ۔

http://mujahid.xtgem.com

رداً و قبولاً۔ اھ (الحطہ ص ۳۴) یعنی امام ابُوحنیفہؒ کبار محدثین میں شمار ہیں۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ اُن کے مذہب پر اعتماد و اعتبار کر کے موافق و مخالف ردّ اور قبول کی طرف متوجہ ہیں۔

غیر مقلّدین نے حسد و عداوت یا ان کے مدارک علمیہ سے ناواقفیت و جہالت کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ پر قلّت حدیث کا اعتراض کیا۔ اور ان کے احتیاط فی الروات کو دیکھ کر ان کے ہنر کو عیب سمجھا۔ جس کے جواب میں یہی کہنا کافی ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم!
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ!

مکرم محترم ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ علامۃ الدھر حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صاحب خطیب جامع گکھڑ ضلع گوجرانوالہ نے (مقام حضرت امام ابُوحنیفہؒ) لکھ کر ایک طرف تو امام ابُوحنیفہؒ کے ساتھ عقیدت مندی اور محبّت و مودت کا اظہار کیا۔ تو دوسری طرف غیر مقلّدین کے تمام اعتراضات اور شبہات و مناقشات کا دندان شکن نہایت متانت اور تسلی سے عالمانہ جواب دے کر عام احناف پر احسان کیا۔ فجزاہ اللّٰہ خیر الجزاء۔ اللّٰہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ اور دنیا و آخرت میں ان کی صدق نیّت اور اخلاص سے بڑھ کر اپنی رضاء قرب عطاء فرماوے۔ آمین۔

آخر میں موافقین اور مخالفین سے التجا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ بنظر انصاف ایک مرتبہ ضرور کریں اور تعصب مذہبی کو اس میں دخل نہ دیں۔ امید ہے کہ ان شواہد شمیہ کے ہوتے کوئی انصاف پسند سراج الامّۃ امام الائمہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کے متعلق غلط فہمی یا ناواقفیت سے خیالات فاسدہ جمائے ہوئے ہیں۔ سب کافور ہو جائیں گے۔ اور حق واضح ہونے کے بعد فوراً اس کو قبول کرینگے اور اپنے سابقہ خیالات سے رجوع کرنے میں عار نہیں محسوس کریں گے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو از نصیحت من پند گیر و خواہ ملال!

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

بندہ خیر محمد عفا اللّٰہ عنہ مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان
۲۱، ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

http://mujahid.xtgem.com

(۳)

شیخ المعقول والمنقول ماہر علم حدیث وطبقات الرجال محقق دوراں ———

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ

فاضل محترم مولانا سرفراز خان صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ وعافاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں نے مرسلہ رسالوں کو بغور پڑھا، کسی کو کم، کسی کو زیادہ، ماشاء اللہ، آپ حضرات علم اور مذہب کی خدمت کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں، سبھی رسالے قابلِ قدر ہیں، مگر «مقام حضرت امام ابو حنیفہؒ» شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے، امام عالی مقام سے بغض رکھنے والوں کی الزام تراشیوں کا ایسا دندان شکن ومسکت جواب آپ نے دیا ہے، اور اس سلسلہ میں ان کی فریب کاریوں کا پردہ اس طرح چاک کیا ہے، کہ اس کے بعد کسی حیادار کو اس قسم کی حرکتوں کی جرأت نہیں ہو سکتی، پھر بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سخت مرحلہ پر بھی سنجیدگی ومتانت کا دامن آپ کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی صحت وتندرستی کو برقرار رکھے، اور خدمت دین ومذہب کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی

مئو۔ اعظم گڑھ، ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

(۴)

فقیہِ دوراں، مفتیٔ اعظم پاکستان وسابق مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ

علامہ محترم مولانا ابوالزاہد سرفراز صاحب ادام اللہ تعالیٰ بقاءہ بالخیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ محترم کی کتاب مقام حضرت امام ابوحنیفہؒ وصول ہوئی اور ساتھ ہی گرامی نامہ بھی بہت افسوس ہے کہ جواب بہت دیر سے دے رہا ہوں، اتنی دیر کہ اعذار کا ذکر بھی اب فضول معلوم ہوتا ہے۔

آنمحترم کی تصنیفِ لطیف احسن الکلام اس سے پہلے نظر نواز ہو چکی تھی اس لیے اس کے معاملہ میں کچھ زیادہ تنقید و مطالعہ کی ضرورت نہ تھی۔ مگر افسوس ہے کہ میں ایسے ہنگامی مشاغل میں شب و روز مبتلا ہو گیا ہوں کہ پہلی کتاب کو بھی جستہ جستہ کہیں کہیں سے دیکھا تھا اور اس کو بھی اسی طرح، مگر اس کتاب پر کوئی تبصرہ لکھنے کے لیے دل نے یہ چاہا کہ پوری طرح دیکھ کر لکھا جائے وجہ یہ تھی کہ میں خود امام اعظم ابوحنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک ایسی کتاب کی ضرورت عرصہ سے محسوس کر رہا تھا اور اس کے لیے کچھ علمی مواد بھی جمع کر رکھا تھا مگر انہیں وقتی مشاغل نے اس قابل نہ چھوڑا کہ اس کو کتابی صورت میں مرتب کر سکوں اس لیے تفصیلی مطالعہ کی ضرورت یوں پڑی کہ اگر اس کتاب نے وہ مقصد پورا کر دیا تو اپنے قلب و دماغ کو اس سے فارغ کر لوں اور سب کو اسی کے مطالعہ کا شوق دوں، مطالعہ کے لیے وقت ملتا نہیں۔ اس لیے میں نے اپنے دارالعلوم کے ایک فاضل عالم مدرس حدیث مولانا سلیم اللہ صاحب کو سپرد کیا کہ پورا مطالعہ کر کے مجھے کیفیت سے مطلع فرما دیں۔ آج انہوں نے پورے مطالعہ کے بعد جس اطمینان کا اظہار کیا اس سے بیحد مسرت ہوئی۔ اب خود بھی کتاب کو مختلف مقامات سے پڑھا بار بار دل سے دعا نکلی، الحمد للہ میری آرزو پوری ہو گئی بلا مبالغہ عرض ہے کہ میں خود لکھتا تو ایسی جامع کتاب نہ لکھ سکتا۔ اس موضوع پر یہ کتاب بالکل کافی شافی ہے مولانا موصوف سے بھی احقر نے ان کی رائے لکھوالی ہے، وہ بھی مرسل ہے مجھے اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

خدا کرے یہ کتاب زیادہ سے زیادہ شائع ہو کر مفید خلائق بنے۔ والسلام

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

۵

عالم علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا **محمد سلیم اللہ صاحب** دامت معالیہم مہتمم جامعہ فاروقیہ ڈرگ کالونی کراچی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم :- احقر نے "مقام حضرت امام ابو حنیفہؒ" کو از اول تا آخر بغور مطالعہ کیا ہے، اس کے مصنف مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز کی بعض دوسری کتب بھی احقر کے مطالعہ میں رہی ہیں، مولانا موصوف کا تصنیفی انداز بہت سلجھا ہوا اور تحقیقی ہوتا ہے، وہ عام طور پر دقیق علمی مسائل پر قلم اٹھاتے ہیں اور نہایت سلیقہ اور خوبصورتی کے ساتھ اہل حق کی تائید میں قرآن و سنت اقوال صحابہؓ وائمہ تابعینؒ و فقہاءؒ سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

"مقام حضرت امام ابو حنیفہؒ" میں مصنف کا روئے سخن غیر مقلدین کی طرف ہے۔ اس جماعت کی دریدہ دہنی فقہائے امت کی شان میں گستاخی اور استہزاء، ان پر بے بنیاد الزامات کے حملے روزمرہ کی بات ہو گئی ہے، پھر چونکہ سرتاج فقہاء سید الطائفہ امام الائمہ حضرت ابو حنیفہؒ کی فقہ ہمارے دیار میں رائج اور معمول بہ ہے، اس لیے غیر مقلدین کا زور طعن و تشنیع زیادہ اسی بزرگ امام پر صرف ہوتا ہے، اس لیے مصنف نے امام اعظمؒ کی شان تقویٰ و ورع اور علمی مقام ان کی مجتہدانہ خصوصیات، اور علم فقہ وحدیث وکلام میں ان کی امامت کو نہایت مستند اور ناقابل انکار شواہد اور حوالجات کے ساتھ پیش کیا ہے، اسی ضمن میں متعدد اصولی و فروعی دقیق مباحث پر بھی سیر حاصل کلام کیا گیا ہے، مثلاً فقہ واجتہاد کی اہمیت فقہاء کوفہ اور وہاں کے محدثین تفصیلی تعارف "رائے" کا صحیح مفہوم اور اس کی شرعی وعرفی حیثیت امام اعظمؒ کے یہاں رائے و قیاس کے اعتبار کا صحیح معیار اور حدیث کا خواہ وہ ضعیف ہی ہو رائے پر رجحان جیسے بہت سے مسائل زیر بحث آ گئے ہیں۔ مخالفین نے امام ابو حنیفہؒ پر جس قدر اعتراضات کئے ہیں، ان کے کافی وشافی جوابات دیے گئے ہیں، ہر جگہ علماء اہل حدیث کے اقوال کو بھی تائید میں پیش کیا گیا ہے معترضین کے تعصب اور کج فہمی کو آشکارا کرتے ہوئے

http://mujahid.xtgem.com

قدرتی طور پر مصنف کا لہجہ تیز ہو جاتا ہے مگر وہ سنبھل سنبھل کر اس سے بچ نکلتے ہیں اور عام طور پر غیر مقلدین کی زبان میں گفتگو کرنے ہی سے پرہیز کرتے ہیں لیکن احقر کے ذوق کے مطابق اگر لہجہ میں بالکل بھی تیزی نہ ہوتی تو زیادہ اچھا ہوتا بہرکیف ان کا یہ علمی شاہکار قابل صد آفریں ہے، حق تعالیٰ اس کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت اور دوسروں کے لیے سامانِ ہدایت فرمائیں، آمین۔ فقط

محمد سلیم اللہ عفی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵/۴/۸۲ ھ

(۶)

عالم تحریر، جامع اصول و فروع، مصنف بارع، فائق علی الاقران نمونۂ اکابر

حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم المدرسۃ العربیہ، بنوٹاؤن کراچی ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وصحبہ وتبعہ اجمعین

امّا بعد

اس پُر آشوب دَور میں جہاں شعائر اسلام اور شعائر دین کا استخفاف روزمرہ کے مشاغل بن گئے ہوں اور دین اسلام داخلی وخارجی فتنوں سے ہمکنار ہو اسلام کے نام سے اسلام کی بیخ کنی ہو رہی ہو، کتاب وسنّت واحادیث نبویّہ کی تحریف والکار کے فتنے زور وشور سے ملک میں پھیل رہے ہوں اور اسلام کے نام سے پورا کفر مسلّط کیا جا رہا ہو، اس قسم کے پُر فتن دور میں بعض حضرات اور ناعاقبت اندیش افراد کا یہ مشغلہ کتنا تکلیف دہ ہے کہ امام دین حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کو ہدف طعن وتشنیع بنانے میں پوری قوت وتوانائی خرچ ہو رہی ہو یا صدیقؓ وفاروقؓ کی تکفیر وسب وشتم میں طبع آزمائی ہو رہی ہو، گویا مدعیان اسلام اور خیر خواہان دین محمدی کے جہاد کے لیے یہی میدان رہ گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی دردناک داستان کی ایک کڑی وہ کتاب ہے جو نتائج التقلید کے نام سے تصنیف

http://mujahid.xtgem.com

کی گئی ہے جس میں عرصہ دراز کے متعفن وخلاف واقعہ اکاذیب کو جدید سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے جو ایک عرصہ سے علماء امت ان کا استیصال کر کے دفنا چکے تھے، اور ایک ہزار برس تک ان پر خاک افشانی کرتے رہے اسلام کے اس نازک دور میں کفر والحاد وکمیونزم کے دور میں ان غیر واقعی افسانوں کو علمی تحقیقات کا رنگ دے کر اس کی اشاعت کرنا کتنا دردناک منظر ہے۔

لمثل ھذا یذوب القلب عن کمد ان کان فی القلب اسلام و ایمان

جناب محترم مولانا محمد سرفراز صاحب بارک اللہ فی حیاتہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے ان خرافات کا عالمانہ ومحققانہ جواب دیا اور "مقام حضرت امام ابوحنیفہؒ" تالیف فرما کر امت محمدیہ کی طرف سے فرض کفایہ کا حق نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا مولانا کا اسم گرامی تو عرصہ سے کانوں میں پڑتا رہا، لیکن ان کو سمجھنے کا موقع اس کتاب سے ملا، اکثر حصہ حرفاً حرفاً دیکھا ماشاء اللہ امام اعظم رحمہ اللہ کے مختلف گوشے فقہ میں نادرہ عالم اور فقیہ امت ہونے کے نقول حفظ حدیث و دقت نظر کثرت مرویات، قلت روایت کا منشاء اور احتیاط فی الروایۃ اہل الرائے کی تحقیق وغیرہ وغیرہ سب ہی موضوعات پر موثوق مآخذ سے غرر النقول آگئے اور تقریباً اکثر ابحاث پر استیفار کے ساتھ سیر حاصل تبصرہ بصیرت افروز محققانہ انداز سے ہو گیا اور معترضین و ناقدین کے شکوک وشبہات و وساوس و اوہام کا نہایت خوش اسلوبی سے استیصال کیا گیا انداز تحریر عالمانہ ہے، اردو شگفتہ ہے، اسلوب بیان مؤثر ہے، کہیں کہیں ادیبانہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی یہ خدمت قبول فرمائے، اور مثمر و نافع بنائے، اور مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

۲۸ صفر الخیر ۱۳۸۲ھ

---

http://mujahid.xtgem.com

(۷)

استاذ العلماء المحققین۔ محقق نبیل، محدث جلیل، ماہر علوم اسلامیہ
حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ
(سابق شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہیار، سندھ پاکستان)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ:۔

آپ کی کتاب "مقام حضرت امام ابو حنیفہؒ" موصول ہوئی، اسی وقت سے اس کو پڑھنا اور دیکھنا شروع کیا، تمام تو نہیں دیکھ سکا، مگر اہم مقامات کو دیکھا ماشاء اللہ آپ نے خوب لکھا ہے اور معترضین کے اعتراضات کا کھوکھلا پن اچھی طرح ظاہر کر دیا ہے، امام عالی مقام کا علم حدیث میں مرتبہ علیا اور رائی اور اہل الرأی کا صحیح درجہ خوب واضح فرمایا ہے، جزاک اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء والسلام

ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ

دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو آلہ یار سندھ

۲۸ صفر ۱۳۸۲ھ

(۸)

شیخ المشائخ۔ عالم نبیل، ماہر اسرار شریعت، پیر طریقت
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء، وعلی آلہ المجتبی واصحابہ النجباء وائمۃ الہدی خصوصاً علی ابی حنیفۃ المبشر بحدیث لو کان العلم بالثریا

اما بعد:۔

احقر نے کتاب مستطاب "مقام حضرت امام ابو حنیفہؒ" کو بغور وبنظر امعان مطالعہ کیا بے ساختہ زبان سے نکلا لمثل ھذا فلیعمل العاملون، جوں جوں کتاب کو آگے دیکھا شوق مطالعہ دامنگیر ہوتا گیا کذالک یفعل الرجل البصیر۔ حضرت مصنف دامت معالیہ دور حاضر کے محققین مصنفین میں سے شمار ہوتے ہیں۔ لیکن اس لاجواب کتاب میں جو عرق ریزی اور جانفشانی سے خداداد قابلیت کا اظہار فرمایا، چنانچہ باید و مصنف را شاید، بآب زر باید نوشت خصوصاً باب ششم و

http://mujahid.xtgem.com

باب ہفتم باب کوثر باید نوشت۔ ایسے جواہر پارے جمع فرمائے ہیں جو اسفار کے دیکھنے سے کم نصیب ہوں، جس موضوع میں کتاب لکھی گئی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، ردّ مطاعن میں وہ دندان شکن جواب ہیں۔ کہ قلم توڑ کر رکھ دی جائے۔ علاوہ ازیں افادیت کتاب کی شان یہ ہے کہ گویا تاریخ و اسماء الرجال کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ اہل علم حضرات اس کتاب سے مستغنی نہ ہوں۔ بہت معلومات عجیبہ و انکشافات غریبہ پائیں گے۔ دعا ہے کہ خدائے قدوس اس محنت کو منظور فرماویں اور حضرت مصنف کے لیے باعث رفع درجات ہو۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء وجعل لمحات حیاته فی تقویة شریعته العُلیا۔ وصیّر آخرته خیرا من الاولیٰ۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز

احقر خادم الطلبہ

محمد شفیع عفی عنہ، از سرگودھا

(۹)

عالم باعمل۔ نمونۂ سلف حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

از احقر عبد اللہ غفرلہٗ مدرس مدرسہ رشیدیہ ساہیوال

مکرّم محترم حضرت علامہ مولانا صاحب دامت برکاتہم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ:۔ والا نامہ اور ہدیہ کتاب مقام حضرت امام ابوحنیفہؒ نے مسرور فرمایا، میں حیران تھا کہ میں کیا اور میری رائے کیا، میں نے تو کبھی کوئی تقریظ یا کوئی مضمون کبھی نہیں لکھا مجھ کو لکھنے کا سلیقہ ہی نہیں، اور میں کوئی عالم بھی نہیں، یونہی بزرگوں اور احباب کی شفقتیں ہیں کہ پردہ پوشی ہو رہی ہے کتاب کا مطالعہ کیا، بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ کتاب کے مطالعہ نے میری بہت اصلاح کی۔ میں خود بعض کھٹکوں میں تھا، گو بحمد اللہ بدظنی تو کبھی نہ ہوئی مگر جواب تفصیلی سے جاہل تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے، آپ کے لیے دل سے دعا نکل رہی ہے۔

احقر عبد اللہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

---

http://mujahid.xtgem.com

(۱۰)

استاذ العلماء۔ قائد جماعت حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
شیخ الحدیث جامعہ صدیقیہ مجاہد پورہ۔ گوجرانوالہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ——— اما بعد

احقر حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صاحب کی کتاب (مقام امام ابو حنیفہؒ) اپنی کم فرصتی کے باعث بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا، اس کے کچھ حصص دیکھے جس سے یہ عرض کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں کہ صاحب موصوف نے اہل علم کو اس کی باحسن طریق رہنمائی کر دی کہ امامنا امام ابو حنیفہؒ نور اللہ مرقدہ علم و فضل، زہد، تقویٰ، اخلاص عمل، خوف آخرت، اجتناب عن العیوب والذنوب اور تبعد عن ابناء الدنیا والملوک اور خشیۃ اللہ والتوکل علی اللہ الغرض ہر علمی اور عملی خوبی جو ایک اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے میں بعد الانبیاء پائی جا سکتی تھی، آپ اس سے موصوف ہیں (آفتاب آمد دلیل آفتاب) اور امام موصوف پر زبان طعن دراز کرنے والے آفتاب کی طرف تھوک رہے ہیں۔ ؎

حسدوا الفتیٰ اذ لم ینالوا فضلہٗ — فالناس اعداء لہٗ وخصوم!
کضرائر الحسناء قلن لوجہہا — حسدا وبغیا انہ لدمیم

سو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب ہٰذا کی سعی مشکور اور عمل ماجور اور لغزشیں مستور فرمائے اور آپ کو اپنے امثال میں اسی طرح روشن کرے جس طرح انہوں نے سراج الامۃ کی روشنی لوگوں پر واضح کی ہے خصوصاً اس زمانے میں جب کہ کئی ایک لوگوں نے یہ دستور بنا رکھا ہے کہ نحو میر اور ہدایۃ النحو پڑھ کر صحیح بخاری اور مسلم میں مہارت کے مدعی بن بیٹھتے ہیں اور ائمہ دین وجبال علوم کی وہ توہین اور مذمت کرتے ہیں کہ کوئی نیک دل مسلمان اس کے سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

فالی اللہ المشتکیٰ۔

(العبد شمس الدین عفی عنہ ناظم و مدرس جامعہ صدیقیہ محلہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ)

---

http://mujahid.xtgem.com

(۱۱)

عالم حقانی محقق جلیل حضرت مولانا سید امین الحق صاحب علیہ اللہ تعالیٰ خطیب جامع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد:۔ بندہ احقر نے کتاب مقام ابو حنیفہؒ مصنفہ محترم المقام فاضل جلیل صاحب بصیرۃ صاحب التحقیق حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر کو از اول تا آخر ایک ایک سطر دیکھا کتاب مذکور متلاشیانِ حق کے لیے بصیرت اور مشعلِ ہدایت ہے حضرت مولانا موصوف نے کتاب و سنت میں فقہ اور فقہاء کی ضرورت اور خصوصاً فقہ حنفیہؒ کی ترجیح اور تقدیم کی وجوہ پر بہتر، لطیف اور مبسوط بحث فرمائی ہے متقدمین اور متاخرین فقہاء اور محدثین میں سراج الامت امام ابو حنیفہؒ کی علم حدیث میں امامت و عظمت اور علم فقہ میں فضل و تقدم کو امت مسلمہ کے معروف اور مقبول ائمہ حدیث اور فقہ کے مستند اور صحیح اقوال و آراء سے ظاہر فرمایا ہے، اور علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کے فضل و تفوق کے متعصب بدزبان معاند کو نہایت متین سنجیدہ زبان میں مسکت اور دندان شکن آخری جواب دیا ہے، اور نتائج التقلید کے مؤلف اور دیگر اس قسم کے اندھے اور بدمزاج غیر مقلدین کی تلبیسات کا پردہ چاک کر دیا ہے، حضرت مولانا موصوف نے مقام امام ابو حنیفہؒ میں علم اور فہم و حزم کی بلندیوں میں دوسرے متعلقہ اہم اوراق مباحث پر جس شان سے کلام کیا ہے وہ حضرت مولانا ہی کی شان کے شایان ہے اور میرے دل میں سلف صالح کی علمی وسعت احتیاط اور سادگی کی یاد کو تازہ کر دیا ہے، مقام امام ابو حنیفہؒ مذکورہ تمام مباحث کی سند اور صحت کے التزام کے ساتھ ان کی جامعیت حضرت مولانا کے فوق العادۃ علم و بصیرت اور اخلاص و محبت کے بے لوث توجیہات اور ہمدردانہ جذبات کے روشن دلائل ہیں، مقام امام ابو حنیفہؒ اپنے موضوع میں بے نظیر اور بہترین تازہ تصنیف ہے اور اردو زبان میں ایک بیش بہا علمی خدمات کے ایک مجموعہ کا اضافہ کر دیا، اہل علم طبقہ عموماً اور فقہ حنفی سے دینی راہنمائی لینے والے خصوصاً مقام امام ابو حنیفہؒ کے افاضات سے ضرور استفادہ فرمائیں اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرماتے اور لوگوں کے لیے موجب بصیرت وہدایت بنائے اور فاضل مؤلف

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین یارب العالمین۔

(امین الحق خطیب جامع شیخوپورہ)

(۱۲)

فاضل نوجوان، عالم جری، قائم علی الحق حضرت مولانا ابوالاعجاز محمد نذیر اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خطیب جامع حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ الذی جعل فی کل زمان بقایا من اھل العلم۔ یدعون من ضل الی الھدیٰ ویبصرون بنور اللہ اھل العمیٰ والھوی۔ وینصرون بالبراھین القاطعۃ الطریقۃ الحنفیۃ البیضاء۔ ویرشدون بالدلائل الواضحۃ اھل الجھالۃ والردیٰ وجعل طائفۃ من العصابۃ الحنفیۃ بالحق قائمین ولاھل الھویٰ والضلالۃ مجاھدین لا یضرھم من خالفھم حتیٰ یاتی امر اللہ وھم الغالبون۔ اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام خاتم الانبیاء محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

نہ من برآں گل عارض غزل سرائم وبس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ھزار انند

اگرچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ النعمان علیہ الرحمۃ والرضوان اور فقہ حنفی کی شان و توصیف میں آج تک کثیر التعداد رسائل اور کتب معرض وجود میں آئیں۔ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے اپنی اپنی بساط کے مطابق طائفہ منصورہ اہل السنت والجماعت کے ائمہ کرامؒ نے امانت اور ثقاہت اور فقاہت امام اعظمؒ میں شہادتیں دیں مگر ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است!

نادرۃ الدھر۔ انموذج العلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز صاحب لازالت شموس فیوضانہ بازغہ نے اپنی کتاب مستطاب میں فقہ حنفی کی قدر و قیمت اور فقہ و حدیث و کلام میں مقام امامؒ کو جس نرالے اور عام فہم انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ جناب ہی کا حصہ ہے۔ کم ترک الاول للآخر کے اصول کے ماتحت اس کتاب کا وجود ضروری تھا جس میں دورِ حاضر کے فتنے کی سرکوبی کی گئی

http://mujahid.xtgem.com

اور ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ پر بھی عمل کیا۔ اہل ھوٰی (اہل حدیث بزعم خویش) نے فقہ حنفی سے متنفر کرنے کے لیے امام صاحبؒ پر نہایت سوقیانہ انداز میں رکیک حملے کیے اور منکرین حدیث نے امام موصوفؒ کو منکرین حدیث کی سرفہرست شامل کیا ؎

کم من عائب قولاً صحیحا وآفتہ من الفھم السقیم

ان فتنوں کا ظہور نتائج التقلید اور دیگر کتب کی شکل میں ہوا۔ خصوصاً نتائج التقلید کی صورت پر شنائی اور روپڑی تصدیقات کا غازہ لگایا گیا تاکہ دلدادگان ھوٰی خریدار ہوں۔ اور اہل حق اس کی زہر سرائی سے بیزار کانوں پر ہاتھ رکھ کر گریز پاتے۔ چونکہ تحریف غالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین سے حق وصداقت کی صیانت اور حفاظت ضروری تھی۔ اس لیے یہ سعادت حضرت شیخ الحدیث صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صاحب کو نصیب ہوئی ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مقام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تفقہ فی الدین اور فقہ حنفی کی افادیت اور حقانیت کو مدلل اور مبرہن طریق سے بیان فرمایا۔ قال الشافعیؒ :۔

کل العلوم سوی القرآن مشغلۃ الا الحدیث والا الفقہ فی الدین

یہ کتاب مولانا کی تبحر علمی اور وسعتِ مطالعہ اور فہم و ذکاء کا خلاصہ ہے، نیز معترضین کے اعتراضات کا خوب تعاقب کیا، بلکہ یہ کتاب بہت سے علوم کا ذخیرہ ہے۔ خداوند کریم مولانا کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے جنہوں نے اپنا قیمتی وقت اس عظیم الشان کام کے لیے صرف کیا۔ واللہ سمیع علیم۔ (آمین ثم آمین)

حضرت کے تعمیل ارشاد کے لیے اظہار خیال کیا ہے، ورنہ مولانا کی کتاب میری تقریظ و تبصرے کی محتاج نہیں۔ واللہ اعلم۔

ابوالاعجاز حفیظ الرحمٰن محمد نذیر اللہ خاں (فاضل دیوبند)
سرپرست جامع مسجد حیاۃ النبی گجرات (المتوطن بہ پنجوڑیاں
تحصیل کھاریاں)

http://mujahid.xtgem.com

(۱۴)

اسوۂ علماء، رئیس المحققین حضرت مولانا **جمیل احمد صاحب تھانوی** رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا و محمدا و مصلیا و مسلما

اما بعد:-

معلوم نہیں کیوں ہمارے غیر مقلد بھائی جو اپنے کو "اہل حدیث" کہہ کر دوسرے تمام مسلمانوں کو حدیث پاک سے انحراف کے اشارہ سے پراپیگنڈہ پر تلے ہوئے ہیں، تقلید ائمہ اربعہؒ کو شرک قرار دیتے ہیں حالانکہ شرک صفات خاصہ الٰہیہ میں غیر کو شریک ماننا ہوتا ہے ورنہ اگر قرآن و حدیث کے ناسخ و منسوخ راجح و مرجوح قوی ضعیف ظاہر و باطن اور منشا شارع میں کوئی کسی بزرگ کی تحقیق کو حضورؐ کے زمانہ سے قرب علم و حافظہ کے سمندر کی غوطہ زنی تقویٰ و دیانت، دین داری کے اعلیٰ مدارج پر ہونے کی وجہ سے اپنی کم مائیگی، غلبہ ہوا و ہوس کے زمانہ اور عہد خیر سے دوری کی بنا پر قبول کرتا ہے یہ شرک ہوتا ہے تو ہر انسان استادوں ماں باپ اور تمام علوم خصوصاً علم حدیث و رجال کے بتلانے والوں کی باتیں قبول کرنے سے مشرک بنے گا اور کم سے کم یہ حضرات تو اپنے مسلمہ قاعدہ میں آ کر مشرک قرار پا ہی جائیں گے، دوسرے لوگ تو اس اصل کے ہی منکر ہیں وہ ہر جگہ بری رہیں گے۔ اور گو ائمہ مجتہدینؒ بہت بڑی تعداد میں ہوئے اور بہت بہت لوگ ان کی تقلید سے سرفراز ہوئے ہاں مکمل فروع و جزئیات پر صرف چار مذہب مدون ہوئے اور اب انہی تحقیقات پر مسلمانوں کی اکثریت عمل کی بنیاد رکھتی ہے، ان سب کو مشرک کہہ کر اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور خصوصیت سے تمام ائمہؒ کو چھوڑ کر امام ابو حنیفہؒ پر طرح طرح کے الزامات تراشتے رہتے ہیں، جن کا بے بنیاد، دغا فریب اور دھوکہ ہونا صدیوں سے تالیفات میں آیا ہوا ہے مگر علم دین اور متعلقات سے ناواقفی یا کم واقفی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پھر ان باتوں کو دھرا کر مسلمان کو دھوکہ دیا جاتا ہے، قریبی زمانہ میں "نتائج التقلید" نام سے ایک کتاب اسی گندے پروپیگنڈا کی شاہکار کسی غیر مقلد صاحب نے لکھ ماری ہے، گو بات اس میں کوئی نئی نہیں اور نہ ہو سکتی تھی وہی فرسودہ الزامات جن کی حقیقت صدیوں سے واشگاف

http://mujahid.xtgem.com

ہو چکی ہے، ناواقف یا کم واقف یا علوم دین سے بے پروا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی طرف منسوب کر کے شائع کی گئیں اور تہذیب سے حد درجہ گری ہوئی مجتہدانہ گالیوں سے اس کو مزین کیا گیا، شاید اپنے خیال باطل میں اس کو بھی اسلام کی کوئی خدمت قرار دیا ہوگا، ہاں ایک خدمت اپنی ذات کی یہ ضرور کی الغیبۃ اشد من الزنا حدیث پاک کی رو سے بدکاری سے بڑھ کر گناہِ غیبت کا ارتکاب کیا اور کروڑوں مسلمانوں کو مشرک فاسق گردان کر اپنے لیے ایک راہ طریقہ ہائے آخرت میں سے بدترین انتخاب کرلی۔ اور چونکہ ائمہ اربعہؒ میں سے صرف امام اعظمؒ تابعی ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرن صحابہؓ کے قرن اور تابعینؒ کے قرن کو خیر ہی خیر فرمایا ہے، بعد میں کذب جھوٹ کے پھیلنے کی پیش گوئی فرمائی ہے، اس قرن خیر کے کسی بزرگ کے خلاف ہرزہ سرائی "آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے" کا مصداق ہونی ضروری ہے اور کذب وجھوٹ کا مرقع۔

اس دور میں اللہ تعالیٰ بہت بہت جزائے حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدرؔ نے جیسے اور بہت سی تحقیق اور عجیب تحقیقات کی کتابیں لکھی ہیں "مقام امام ابوحنیفہؒ" نام سے نہایت محنت اور بے حد تحقیقات پر مشتمل وہ کتاب لکھی ہے کہ پڑھنے والا حیرت میں رہ جاتا ہے، اور آجکل کے دریدہ دہن لوگوں کی دیانت وعلمیت کا راز فاش ہوجاتا ہے، ہر بات پر تحقیق کا انبار اسلاف سے تحقیق اور خود فرقہ مدعی اہلحدیث کے بزرگوں سے تحقیقات کر کے ہر ہر بات کی اصلیت اور اس میں بددیانتی یا غلط فہمی کی راہوں کی نشان دہی موجود ہے۔ اس کے مطالعہ سے حضور کے ارشاد خیر القرون پر ایمان تازہ ہوگا، بدگمانی وغیبت اور مسلمانوں کو مشرک وفاسق بنانے سے نجات حاصل ہوگی۔ قرآن وحدیث کے مفہومات میں سے ناسخ ومنسوخ، قوی وضعیف ظاہر وباطن راجح ومرجوح میں ہزار سالہ تنقیح شدہ تحقیقات یعنی ائمہ اربعہؒ کے فقہ میں تابعی فقہ اور راجح ترین فقہ معلوم ہوکر صحیح راہِ ہدایت معلوم ہوگی، اس فقہ کی دوسرے فقہوں سے فوقیت سمجھ میں آئیگی اور راہِ دین میں ایک بصیرت حاصل ہوگی، اللہ تعالےٰ حضرت مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائیں اور ایسے کاموں کی مزید توفیق بخشیں اور قبولِ خاص سے سرفراز فرمائیں۔

(جمیل احمد تھانوی، محرم ۱۳۸۳ھ)

http://mujahid.xtgem.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخنہائے گفتنی

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیر خلقہ وخاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ الذین ھم ھداۃ الدین وعلیٰ من تبعہ من الفقہاء والمحدثین۔

اما بعد:

جوں جوں قیامت قریب ہوتی جارہی ہے فتنوں اور مصیبتوں کا دروازہ کشادہ تر ہوتا جارہا ہے، اور دینی و دُنیوی ہر قسم کے فتنوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہوتا جارہا ہے جو کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا اور زمانہ بزبانِ حال گویا یوں کہہ رہا ہے کہ ؎

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

اور اس نازک دور میں ہر صاحب ہوس کی یہ خواہش ہے کہ مذہب اسلام کی پابندی سے رستگاری حاصل کرلی جائے اور مذہبی قیود و حدود کو خیرباد کہہ کر جی چاہی اور من مانی زندگی بسر کی جائے اور اپنی ناقص اور نارسا عقل و رائے ہی کو اپنا امام تسلیم کرلیا جائے اور اعجاب کل ذی رائے برایہ کا مظاہر کیا جائے اور سلف کے علمی کارناموں پر ہوس کی گرد ڈال دی جائے اور ان پر سے اعتماد و اعتبار ہٹاکر لوگوں کو مادر پدر آزاد کردیا جائے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

فالی اللہ المشتکیٰ۔

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

(۱) منکرین حدیث نے مطلب برآری کے لیے محض اپنے بائیں ہاتھ کے کرتب اور شعبدہ بازی سے جن حضرات کو منکرینِ حدیث کی مد میں لا کھڑا کیا ہے ان میں ایک حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذات گرامی بھی ہے۔ چنانچہ (مقام حدیث جلد اول ص۲۵۶ میں) تین بڑے بڑے منکرینِ حدیث کی سرخی قائم کر کے نیچے لکھا ہے: "امام ابوحنیفہؒ، شاہ ولی اللہؒ، اور علامہ اقبالؒ" اور "طلوعِ اسلام" کی ایک اشاعت میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ایک ذمہ دار شخصیت کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کو بہت سے کم حدیثوں کا عالم اور مالک گردانا تھا، اس لیے بھی اشد ضرورت تھی کہ تاریخی طور پر حضرت امام صاحبؒ کا علم حدیث میں مقام اور رتبہ عرض کیا جائے، اور منکرین کے دجل و تلبیس کو آشکارا کیا جائے تاکہ کسی کو مغالطہ نہ رہے اور صحیح بات ذہن نشین ہو سکے۔

(۲) غیر مقلدین حضرات نے جو بخیالِ خویش بلا شرکت غیرے اہلحدیث ہونے کے واحد ٹھیکہ دار بنے ہوئے ہیں، عوام کو یہ باور کرانے کا جماعتی منصوبہ تیار کر رکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحابؒ اور کتبِ فقہ حنفی پر تحریراً و تقریراً ہر طرح خوب برس کر یہ سطح ہموار کی جائے کہ امام ابوحنیفہؒ تو حدیث میں ضعیف اور کمزور تھے ان کا سرمایہ ہی صرف سترہ حدیثیں تھیں اور ان کو آئمہ حدیث میں شمار کرنا غلط ہے وغیرہ وغیرہ اور شمع محمدی، حقیقت الفقہ وغیرہ کتابیں اس پر عرصہ سے شائع ہو چکی ہیں۔ اور یہ سب بے بنیاد دعاوی ان میں مذکور ہیں۔ مگر نتائج التقلید کے نام سے ان کی ایک مرکزی کتاب اب کچھ عرصہ سے شائع ہوئی ہے جس پر ان کی ثنائی اور روپڑی پارٹی کے تقریباً سبھی حضرات کی تصدیقات موجود ہیں، چونکہ فریق ثانی اس طرز و طریق سے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ آپکے اصحابؒ اور کتبِ فقہ حنفی سے عوام کو متنفر کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے، اس لیے ہم نے اس کتاب کا نام مقام ابی حنیفہؒ تجویز کیا ہے اور پورے بسط کے ساتھ ہم نے اپنے دعاوی پر ٹھوس حوالجات نقل کئے ہیں اور فریقِ ثانی سے ہم نے محض علمی مناقشہ کیا ہے۔ مؤلفِ نتائج التقلید اور اس کے اکثر تصدیق کنندگان حضرات کی طرح سوقیانہ اور دل آزار زبان اور لب و لہجہ اختیار نہیں کیا۔ شاید اس انداز میں بھی کوئی زندہ دل جواب دینے کے لیے میدان میں نکل آئے مگر ہم اس کو پسند نہیں کرتے۔ فریق ثانی کی بعض تعصب آمیز باتوں کا جواب ہم نے "طائفہ منصورہ" اور "الکلام المفید" میں دے دیا ہے (جو انشاء اللہ العزیز عنقریب

http://mujahid.xtgem.com

طبع ہونے والی ہے)

(۳) لفظ فقہ اگر علم اور فن کی صفت ہو تو بلا شک یہ مذکر ہے اور اگر یہ درایت اور سمجھ کے معنی میں استعمال کیا جائے تو یہ مؤنث ہے۔ ہم نے ایک خاص مصلحت کے پیش نظر ثانی شق ہی اختیار کی ہے اور پوری کتاب میں (الّا ماشاء اللہ) ہم نے لفظ فقہ کو مؤنث ہی استعمال کیا ہے اس لیے ادباء طرز جدید سے ہم معذرت چاہتے ہیں کہ اس پر کوئی گرفت نہ فرمائیں وَلَا مُشَاحَۃَ فِی الْاِصْطِلَاحِ۔

(۴) اس کتاب میں جتنے حوالجات درج ہیں ان میں اکثر براہ راست راقم السطور نے خود کتابوں میں دیکھے ہیں، اور بعض کتابیں مثلاً الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ للسخاویؒ عقود الجمان للعلامۃ الصالحیؒ، مناقب ابی حنیفۃؒ وصاحبیہ للعلامۃ الذہبیؒ، الرواۃ الثقات المتکلم فیہم بما لا یوجب ردھم للذہبیؒ وغیرہ بعض حوالے ہم نے حضرت مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی کی کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" اور "ما تمس الیہ الحاجۃ" سے لیے ہیں کیونکہ براہ راست یہ کتابیں ہمیں دستیاب نہیں ہوسکیں، اور وقف علی اہل الحدیث کا مسئلہ جو درمختار اور ردالمحتار کے حوالے سے آئے گا وہ ہم نے حضرت مولانا محمد علی صاحب صدیقی کاندھلوی کی کتاب "مذہب اہل سنت والجماعت" سے لیا ہے اور بقیہ حوالجات اکابر ہی کی کتابوں کی رہنمائی میں ہم نے اصل کتابوں سے نقل کیے ہیں، الّا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ چونکہ اس ضخیم کتاب کی پوری تسوید ایام تعطیلات سالانہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ یعنی تقریباً ۱۰ رجب ۱۳۸۱ھ سے لے کر ۲ رمضان ۱۳۸۱ھ تک میں ہوئی ہے اور گھر کی تمام مصروفیات کے علاوہ علالت بھی ساتھ ساتھ ہی رہی ہے اس لیے اگر کسی مقام میں کوئی سقم نظر آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ طبع جدید میں اصلاح کر لی جائے بعض اکابر کی طرف سے اور خصوصاً حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی طرف سے کچھ اصلاحات بھی موصول ہوئی ہیں جن کو اس طبع میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۵) چند مقامات میں حوالجات کا کچھ تکرار بھی ہوگیا ہے، مگر اہل علم بخوبی سمجھ لیں گے کہ ایسا کرنا بھی ناگزیر تھا، اور ان شاء اللہ العزیز یہ بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم

http://mujahid.xtgem.com

سے راقم کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کو دُور کرے اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔
آمین ثم آمین !

ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صفدر،
۲ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ
مطابق ۸ فروری ۱۹۶۲ء

---

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

باب اوّل

تفقہ فی الدین

عقل و خرد اور فہم و فراست خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کی قدر و منزلت کو صرف وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جن کو ربِّ قدیر کی طرف سے اس دولتِ عظمٰی سے کچھ نصیبہ حاصل ہوا ہو۔ بے عقل عقل کی کیا قیمت جانے؟ اور بے خرد، خرد کی شان کیا سمجھے! حقیقت یہ ہے کہ عقل و فہم ایک روشن چراغ ہے، اور قرآن و حدیث اس کے لیے مصفّٰی روغن ہے جو روشنی دینے میں چراغ کا ممدّ و معاون ہے، اور اس خالص روغن کے بغیر چراغ ایک بے کار ظرف ہے جس کی سرے سے کوئی وقعت ہی نہیں جیسا کہ فلاسفہ و مناطقہ اور اس قسم کے دیگر جاہلہ وابالسہ اور ملاعنہ و مراندہ کی عقل وحی الٰہی کے روغن سے حرماں نصیب ہو کر وادیٔ ضلالت میں بھٹک رہی ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ انسانی ہدایت کے لیے چراغ و روغن دونوں ہی کی ضرورت ہے اور رشد و اصلاح کے لیے دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں اور وحی الٰہی اور عقل صحیح میں کوئی مخالفت اور تضاد نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عقل بینائی ہے، اور وحی الٰہی روشنی ہے جس طرح بغیر بینائی کے روشنی کام نہیں دیتی اسی طرح روشنی کا احساس اور شعور بھی بغیر بینائی کے نہیں کیا جا سکتا اور صریح قسم کے دلائلِ شرعیہ سے تفقّہ و تدبّر اور تعقّل کی بڑی تعریف ثابت ہے، اور فہم و فراست کی توصیف قرآن و حدیث سے ہویدا ہے اور اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن و حدیث کے ٹھوس و مربوط مضامین اور محکم و قوی دلائل و براہین کی باریکیوں سے بھلا ایک نرا لایعقل، بیوقوف یا ایک سطحی اور خام عقل والا کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ ان کی تہ اور لِم

http://mujahid.xtgem.com

تک تو صرف وہی حضرات رسائی حاصل کر سکتے ہیں جن کو قسّامِ ازل نے فہم و عقل اور بصیرت کی نعمت سے نوازا ہے جو قرآن و حدیث کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زنی کر کے تفقہ فی الدین کے انمول موتیوں اور جواہر ریزوں سے امت مرحومہ کی جھولیاں بھرتے رہے ہیں اور انقلاب زمانہ کی انتہائی نزاکتوں اور نامساعد حالات میں وہ اپنے اس چراغ کو روشن ہی کرتے رہے ہیں سے

ہوا ہے گو تُند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

قرآنِ کریم میں تفقہ کی فضیلت

جس چیز کا ثبوت قرآنِ کریم میں ہو اور اللہ تعالےٰ نے اس کے حاصل کرنے کی رغبت اور شوق بھی دلایا ہو، اس کے عمدہ اور خوب ہونے میں کیا تردد باقی رہ سکتا ہے اور اس کے مقبول و محمود ہونے میں کیا شبہ پیدا ہو سکتا ہے؟ چنانچہ ایک خاص مقام پر اللہ تعالےٰ کا یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً ط	اور مومنوں کو یہ مناسب نہ تھا کہ وہ سب ہی
فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ	کوچ کر لیتے سو کیوں نہ کوچ کیا اُن میں ہر فرقہ
لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ	سے ایک طائفہ نے تاکہ وہ دین میں تفقہ پیدا
اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ ۝	کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ اُن کی طرف
(پ۱۱۔ التوبہ۔ ۱۵)	لوٹیں تاکہ وہ بچ جائیں۔

قطع نظر اس سے کہ یہ آیت جہاد کے لیے کوچ سے متعلق ہے جیسا کہ اکثر اربابِ تفسیر کا خیال ہے یا طلبِ علم کے سفر سے وابستہ ہے جس طرح کہ مشہور مفسر علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی المتوفی ۷۴۵ھ) وغیرہ کی رائے ہے اور صرفِ نگاہ اس سے کہ ایک طائفہ تفقہ فی الدین کے لیے سفر اختیار کر کے یہ کمال پیدا کر کے واپس آکر قوم کو آگاہ کرے یا گھر ہی میں رہ کر یہ حاصل کرے اور جب مجاہدین یا غیر حاضر افراد رجوع کریں تو ان کو یہ احکام خداوندی سے باخبر کر دے، یہ دونوں تفسیریں منقول ہیں۔ ہمارا مدّعا اس سے بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین حاصل کرنے کی ترغیب دی اور بصورتِ دیگر اس کو ترک کرنے پر فَلَوْ لَا نَفَرَ کے ساتھ ملامت اور تنبیہ فرمائی ہے۔ اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی قباحت اور بُرائی بیان کرتے ہوئے یہ ارشاد

http://mujahid.xtgem.com

فرمایا ہے کہ :۔

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (پ۹، انفعال ۹) بے شک وہ ایسی قوم ہے جو سمجھتی نہیں۔

اور ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے فقاہت سے تہی دست لوگوں کا حال ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ :۔

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (پ۵۔ النساء۔ ۱۱ع) سو کیا ہو چکا ہے اِس قوم کو جو بات سمجھنے کے قریب نہیں لگتی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ فہم و عقل اور فقہ و خرد اللہ تعالےٰ کی ایک بڑی نعمت ہے جو اس کے مقبول بندوں کو حاصل ہوتی ہے اور جو لوگ اس سے محروم رہتے ہیں وہ تعریف و ستائش کے کب مستحق ہو سکتے ہیں، البتہ وہ ملامت اور مذمت کے سزاوار ضرور ہیں۔ یہ یاد رہے کہ عقل و خرد اور فہم و فقہ سے مراد عام سمجھ نہیں بلکہ وہ فہم و فراست مراد ہے جو دین سے متعلق ہو، عام اس سے کہ اس کا تعلق روایت سے ہو یا درایت سے۔ قرآن و حدیث اور اقوالِ علماءِ اُمّت میں جہاں بھی فقہ و عقل کا لفظ آتا ہے، اس سے یہی مراد ہوتی ہے نہ یہ کہ خدا و رسول، مذہب و دین اور قرآن و حدیث سے بے نیاز ہو کر انسانوں کی تباہی و بربادی اور اللہ میاں کے سرسبز و شاداب اور لہلہاتے ہوئے چمن کو نیست و نابود کرنے کے لیے عقل و سمجھ استعمال کی جائے اور راکٹ و میزائل وغیرہ تباہ کن اور موذی آلات ایجاد کیے جائیں۔ یا ایسے محیّر العقول جہاز ایجاد کیے جائیں جن کی بدولت چاند پر انسان کی رسائی ہو جائے۔ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں ایسے لوگ اُولُوا الالباب نہیں کہلا سکتے بلکہ وہ لوگ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ کا مصداق ہیں اور ان کے حق میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ

رہے نہ اہلِ بصیرت تو بے خرد چمکے فروغِ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

حدیث میں فقہ کا درجہ

فقہ و اہلِ فقہ کی فضیلت و منقبت کے لیے ایک دو نہیں بیسیوں صحیح اور صریح حدیثیں موجود ہیں۔ ہم صرف مُشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند صحیح احادیث کا یہاں باحوالہ ذکر کرتے ہیں، غور فرمائیے :۔

حضرت امیر معاویہؓ (المتوفی ۶۰ھ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس کے کچھ الفاظ یہ ہیں کہ :۔

http://mujahid.xtgem.com

من یرد الله بہ خیرًا یفقهہ فی الدین (الحدیث) (بخاری جلد ا صـ۱۶ واللفظ لہٗ ومسلم جلد ۲ صـ۱۴۳ والدارمی جلد ا صـ۷۳ طبع دمشق) جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کو دین کی سمجھ اور فقاہت عطا فرماتا ہے۔

یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ حبر الامت ترجمان القرآن حضرت عبداللہؓ بن عباس رضؓ (المتوفی سـ۶۸ـنہ) سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (مسند دارمی ج ۲ صـ۲۹۷ طبع دمشق)

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور اس کے متعلق خیر اور بہتری کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کو تفقہ فی الدین کی لازوال دولت اور نعمت سے حظِّ وافر مرحمت فرماتا ہے، اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے اس کے اعلیٰ و افضل اور عمدہ ترین ہونے میں کیا کسر باقی رہ جاتی ہے؟ حافظ ابنِ حجر العسقلانی الشافعیؒ (المتوفی سـ۸۵۲ـنہ) اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ:۔

وفی ذالك بیان ظاهر لفضل العلمأ علی سائرالناس و لفضل التفقه فی الدین علی سائرالعلوم اھ (فتح الباری ج ا صـ۱۴۴ طبع مصر) اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ (المتوفی سـ۵۷ـنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

خیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الاسلام اذا فقهوا۔ (بخاری جلد ا صـ۴۷۹ واللفظ لہٗ و مسلم جلد ۲ صـ۳۰۷ و مشکوٰۃ ج ۲ صـ۴۱۲) جو اُن سے جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہی رہیں گے جب کہ وہ فقہ سے موصوف ہوں۔

اس حدیث میں آپ نے نسب وخاندان کی شرافت کا ذکر فرمایا ہے اور یہ تصریح فرمائی ہے کہ جو لوگ ایامِ جاہلیت میں بہتر تصور کیے جاتے تھے اسلام اُن کی قدر ومنزلت کو گھٹانے کے لیے تیار نہیں بشرطیکہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد فقاہت سے متصف ہوں۔ اس میں اسلام کے اندر اُن کی خوبی اذا فقهوا کی شرط سے مشروط ہے۔ اگر یہ کوئی عمدہ خصلت نہ ہوتی یا اس سے بہتر کوئی اور خصلت آپ کی نگاہِ پاک میں قابلِ ذکر ہوتی تو آپ ضرور اس کا تذکرہ فرماتے۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ (المتوفی سـ۵۲ـنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

http://mujahid.xtgem.com

وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت و علم دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زور کی بارش جو زمین پر برسی ہو، اور زمین کا ایک وہ بہترین اور قابلِ زراعت ٹکڑا ہے جس نے پانی کو خوب جذب کر لیا اور ساگ پات اور گھاس و چارہ بکثرت اُگایا (جس سے انسانوں اور جانوروں کی اکثر ضرورتیں پوری ہوگئیں) اور زمین کا ایک حصّہ وہ ہے جو سخت ہے، اس سے کوئی چیز اُگتی تو نہیں لیکن اس حصّہ میں پانی خوب جمع ہوگیا اور اس جمع شدہ پانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع بخشا کہ وہ خود بھی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتی کو سیراب کرتے ہیں اور زمین کا ایک اور قطعہ ہے جو بالکل چٹیل ہے، نہ تو وہ پانی کو روک سکتا ہے اور نہ گھاس و سبزہ وغیرہ اُگانے کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ :-

فذالك مثل من فقه في دين الله فنفعه بما بعثني الله به فعلم وعلم ومثل من لم يرفع بذالك رأسا ولم يقبل هدى الله الذي ارسلت به۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸ و مسلم جلد ۲ ص ۲۴۷ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸)

پس یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ تعالےٰ کے دین میں فقاہت حاصل کی اور اللہ تعالےٰ نے اس کو اس چیز سے نفع عطا فرمایا جو چیز مجھے اللہ تعالےٰ نے دیکر مبعوث کیا ہے جس کو اس نے سیکھا اور سکھلایا اور مثال ہے اس کی جس نے ہدایت خداوندی کی طرف جس کو میں لے کر آیا ہوں مطلقاً سر ہی نہ اُٹھایا۔

آخری چٹیل زمین کی مثال تو ماوشما کی ہے کہ نہ تو محدّث ہیں نہ فقیہ کہ نہ روحانی بارش کو محفوظ رکھا اور نہ اس کو جذب کر کے اس سے کوئی خوشگوار نتائج ہی برآمد کئے اور دوسری مثال محدثین کرامؒ کی ہے جنہوں نے حدیثِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی موسلا دھار بارش کو بحفاظت تمام اصلی شکل میں مصون رکھا، لوگ آ آ کر اُن سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں لوگوں کو وہ مصفّٰی پانی پلا پلا کر سیراب کرتے ہیں اپنے تو کیا جو غیر مسلم اور بیگانے اور اُولٰئِك كالانعام کا مصداق ہیں۔ ان کو بھی وحی الٰہی کی بارش سے وہ سیراب کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کی اُجڑی ہوئی بے آباد اور خشک کھیتوں کو اس پانی کے ذریعہ سرسبز و شاداب کرنے کی فکر میں رہتے ہیں غرضیکہ فشربوا، وسقوا، وزرعوا کے ایک ایک لفظ پر پورا عمل کرتے ہیں۔ اور پہلی مثال فقہاء کرامؒ کی ہے جن کے دلوں کی سرزمین طائفۃٌ طیبۃٌ کا مصداق ہے، اور وہ اپنے سینوں اور

http://mujahid.xtgem.com

دلوں میں اس روحانی بارش اور وحی الٰہی کو اچھی طرح جذب کرتے ہیں اور اگرچہ وہ بارش اس قطعۂ ارضی پر اصلی شکل پر تو نہیں رہتی مگر اسی کی وجہ سے اس عمدہ زمین سے ساگ پات، گھاس و اناج، سبزی و ترکاری، پھل و پھول اور دیگر مختلف اجناس کی شکل میں متعدد چیزیں اگتی اور پیدا ہوتی ہیں جن کو انسان بھی اور حیوان بھی استعمال کرتے اور اپنے مصرف میں لاکر اپنی مختلف قسم کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ پانی بھی اپنے مقام میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے مگر نرے پانی سے تمام ضرورتیں تو ہرگز پوری نہیں ہوسکتیں۔ اسی پانی کے ذریعے جب مختلف قسم کے سبزہ زار اور لہلہاتی ہوئی کھیتیاں معرضِ وجود میں آئیں گی تو اس سے جو فائدہ مرتب ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے، اسی طرح فقہائے کرامؒ بھی اس وحی الٰہی کو جذب کرکے اس سے سینکڑوں اور ہزاروں مسائل استنباط کرتے ہیں جن سے پوری دنیا کو عظیم فائدہ نصیب ہوتا ہے، اب اگر کوئی شخص زمین کے اس قطعہ پر یوں اعتراض اور حرف گیری کرے کہ اس نے تو پانی کو محفوظ ہی نہیں رکھا، یہ تو بڑی ناکارہ زمین ہے، تو اس اعتراض کی نقلی و عقلی دنیا میں ہرگز کوئی وقعت نہ ہوگی، بلکہ یہ کہنا عین انصاف ہے کہ اس زمین کی قدر و منزلت باقی حصّوں سے بہت زیادہ ہے کیونکہ اس نے مختلف قسم کی ضروریات کی کفالت کی ہے اور یہی حال فقہاء کرامؒ کی بے لوث خدمات کا ہے کیونکہ نصوصِ صریحہ تمام مسائل و نوازل کی جزئیات کے لیے ناکافی ہیں، چنانچہ اسی ضرورت اور اہمیّتِ فقہ پر بحث کرتے ہوئے مورخِ اسلام علامہ عبدالرحمٰنؒ بن محمدؒ بن خلدونؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

والوقائع المتجددة لا توفی بہا النصوص (مقدمہ ص۴۴۵ طبع مصر)

نئے نئے پیش آمدہ مسائل کے لیے نصوص (صریحہ) ناکافی ہیں۔

حضرت جبیرؓ بن مطعم (المتوفی ۵۴ھ) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضّر اللہ عبدًا سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا الی من لم یسمعھا فرب حامل فقہ لا فقہ لہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ الحدیث (دارمی جلد ا ص۷۵ طبع دمشق واللفظ لہٗ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوش و خرّم رکھے۔ اس بندہ کو جس نے میری بات سنی اور خوب یاد کی پھر وہ بات ان لوگوں کو سنائی جنہوں نے (براہِ راست مجھ سے) نہیں سنی کیونکہ بسا اوقات خود حامل فقہ کو فقاہت حاصل نہیں ہوتی اور بہت

http://mujahid.xtgem.com

وابن ماجه ص۲۱ ومستدرك جلد ا ص۸۶ ومجمع الزوائد جلد ا ص۱۳۹ والترغیب والترهیب ج ا ص۶۴ قال الهیثمیؒ رجاله موثقون - وقال الحاکمؒ والذهبیؒ صحیح علی شرطهما۔

دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حامل فقہ اعلیٰ درجہ کا فقیہ نہیں ہوتا اور وہ اس طریقہ سے اس کو پہنچا دے گا جو فقیہ تر ہوگا۔

امام حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ) اور علامہ ذہبیؒ (شافعی المذہب وحنبلی المعتقد المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ یہ روایت نضّر اللہ امرأً الخ (مختلف الفاظ کے ساتھ) متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے (مستدرک جلد ا ص۸۸ وتلخیص المستدرک ج ا ص۸۷) بلکہ امام حاکمؒ اس کو مشہور حدیثوں میں شمار کرتے ہیں (معرفت علوم الحدیث طبع قاہرہ ص۹۲) اور امام سیوطی الشافعیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) اس کو متواتر کہتے ہیں (مفتاح الجنّة فی الاحتجاج بالسنّة ص۵ طبع مصر)۔ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) اس حدیث کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ۲۶ صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ (الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون ص۹ طبع بھوپال ۱۲۹۰ھ)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ احادیث کی تبلیغ کا اصل مقصد اُن سے فقہ حاصل کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایسی حدیث کو اٹھانے والا جس حدیث میں فقہ ہو خود صاحبِ فقہ نہ ہو لا فقہ لہ اس لیے وہ حدیث دوسروں کو پہنچا دے تاکہ وہ اس کی فقہ سے خود بھی متمتع ہوں اور دوسروں کو بھی فائدہ بخشیں اور اگر وہ خود تو صاحبِ فقہ ہے مگر ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ فقیہ ہو اور وہ اس سے زیادہ سے زیادہ استنباطِ مسائل اور استخراج احکام کر کے اُمّت کو نفع پہنچا سکے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ نرے محدّث جو فقہ حدیث سے بہرہ ور نہیں محض ہرکارے ہیں۔ اور فقہاءِ کرامؒ جو قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل اجتہاد ہو کر فقہ واجتہاد سے کام لیتے ہیں وہی صاحبِ منزل اور اہل دولت ہیں اگر ڈاکیا جو قیمتی پارسل اور منی آرڈر اُٹھائے ہوئے ہے، یہ دعویٰ کر دے کہ یہ چیز ہی میری ہے کیونکہ میں اِس کو اُٹھانے والا ہوں تو کون اِس کے بے بنیاد دعوے کو قبول کرے گا۔ اس کا کام تو صرف یہ ہے کہ امانت اس کے مالک کو پہنچا دے اور بس۔ آخر جناب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جوامع الکلم کے ساتھ یہ ارشاد فرب حامل فقہ لا فقہ

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

لہ‘ الخ بلا وجہ تو ہرگز نہیں ہے۔ اور یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ آپ کے ارشادات عالیہ ہی سے دنیا کو ہر قسم کی ہدایت واصلاح اور رشد و فلاح نصیب ہوئی ہے اور جن حضرات کو مقصدِ زیست ہی معلوم نہ تھا وہ اسی سے زندگی کے اُتار چڑھاؤ اور اونچ نیچ سے بخوبی باخبر ہو گئے ہیں، سچ ہے کہ

جنہیں شعور نہ تھا عقدۂ حیات ہے کیا
وہ اِک نگاہ کے صدقے سے رازداں ٹھہرے

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن الخطابؓ (المتوفی ۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

تفقهوا قبل ان تسودوا قال ابو عبد الله وبعد ان تسودوا (بخاری جلد ۱ ص۱۷)

تم سردار بننے سے پہلے تفقہ حاصل کرو، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سردار بننے کے بعد بھی اس کو حاصل کرو۔

یعنی تفقہ فی الدین ایک ایسی ضروری اور اعلیٰ ترین نعمت ہے جس کو سرداری حاصل ہونے سے قبل اور بعد کسی موقع پر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

باب دوم

فقہ و درایت

قرآن کریم کے بعد حدیث شریف کا جو مقام ہے وہ کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں ہے وہ مسلمانوں کا مذہبی اثاثہ بھی ہے اور ملت دین بھی مسلمانوں کے بیشتر مذہبی مسائل بھی اس پر موقوف ہیں اور سیاسی بھی۔ ان کی دُنیا بھی اس سے وابستہ ہے اور آخرت بھی۔ اس میں روحانی بیماریوں کا علاج بھی ہے اور جسمانی کا بھی مگر حدیث کے سلسلہ میں دو اہم اور بنیادی چیزوں کی سخت ضرورت ہے اور ان کے بغیر حدیث سے استفادہ کرنا ایک ناممکن امر ہے۔ ایک چیز سند اور روایت ہے اور دوسری معنی و درایت۔ اوّل چیز کی حفاظت محدّثین کرامؒ نے کی ہے، اور دوسری کی فقہائے عظامؒ نے۔ جس طرح ہم حدیث کے صحت و سقم کے معلوم کرنے میں مثلاً امام بخاریؒ وغیرہ کے اور ان کے قائم کردہ اصولوں کے محتاج ہیں اور ان پر ایسا اعتماد نہ تو کفر و شرک ہے اور نہ بدعت ہے بعینہٖ ہم حدیث کے معنی و درایت میں مثلاً امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے مفتقر ہیں۔ پھر بھلا ان پر اعتماد کیونکر شرک، ناروا اور بدعت قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر ایک طبقہ اور گروہ نے راستہ کی حفاظت کی ہے تو دوسرا گروہ اور طائفہ منزل کا نگہبان رہا ہے۔ اگر ایک جماعت نے چھلکے اور پوست کی نگرانی کی ہے تو دوسرا حزب میوہ اور مغز کا پاسبان رہا ہے۔ اگر ایک کی محنت و جانفشانی تحسین کے قابل ہے تو دوسرے کی کاوش و سعی بھی صد آفرین کی مستحق ہے اور یہ دونوں طبقے عالمِ اسباب میں دین کی حفاظت کا محافظ دستہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) ان دونوں ضرورتوں پر بحث کرتے

http://mujahid.xtgem.com

ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

"پس لازم آمد در تحصیل ایں علم از دو چیز یکے ملاحظۂ حال روات، دوم احتیاطِ عظیم در فہم معانیٔ آں زیرا کہ اگر در امرِ اوّل مساہلہ رود کاذب با صادق ملتبس شود و اگر در امرِ ثانی احتیاط نباشد مراد باغیر مراد مشتبہ گردد و علی التقدیرین فائدہ کہ ازیں علم متوقع است میسّر نگردد بلکہ ضد آں فائدہ بحصول انجامد و موجبِ ضلال و اضلال باشد معاذ اللہ من ذالک" (عجالۂ نافعہ ص۴)

اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ سند اور روایت کی حفاظت اور نقد و پرکھ بھی دین کی ایک بہت بڑی خدمت ہے جس کی جتنی بھی تعریف و توصیف کی جائے بالکل کم ہے۔ مگر یہ بات بھی کسی طرح اور کسی لحاظ سے نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ درایت و فقہ کو ترک ہی کر دیا جائے اور اس کو ناقابلِ اعتماد قرار دینے کے لیے منصوبہ بندی کی جائے اور اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو درایت و فقہ کا مقام اور اہلِ درایہ اور فقہاء کا رتبہ محض طرق و اسانید کے جمع کرنے والے اور فقہ و درایت سے تہی دست محدثین سے کہیں بلند اور ارفع ہے۔

امام ابوبکرؒ بن عبدانؒ سے دریافت کیا گیا کہ :-

ایش الفرق بین الدرایة والحفظ؟ فقال — درایت اور حفظ میں کیا فرق ہے؟ تو انہوں نے

الدرایة فوق الحفظ (تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۲۳۳) — فرمایا کہ درایت حفظ سے اوپر ہے۔

علامہ خطیب بغدادی الشافعیؒ (المتوفی ۴٦۳ھ) اپنی سند کے ساتھ احمدؒ بن محمدؒ بن خالد البراثیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں ایک سائل حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حلال و حرام کے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحم کرے کسی اور سے پوچھ لے۔ سائل نے کہا کہ حضرت ہم تو آپ ہی سے اس کا جواب سُننا چاہتے ہیں۔ امام احمدؒ بن حنبلؒ نے ارشاد فرمایا کہ :-

سل عافاک اللہ غیرنا سل الفقہاء سل — اللہ تعالیٰ تجھے عافیت سے رکھے کسی اور سے پوچھ

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

ابا ثورؒ اھ (بغدادی جلد ۶ ص ۶۶)   فقہاء سے پوچھ، امام ابوثورؒ سے پوچھ۔

حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ سرخیل محدثین مقتدائے ملت اور امام اہل سنت ہیں مگر بایں ہمہ وہ پیچیدہ مسئلہ کی بابت یہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تم فقہاء سے پوچھو اور ابوثورؒ سے پوچھو۔ (ابوثورؒ المتوفی ۲۴۰ھ امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ مامون اور احد الفقہاء تھے بغدادی جلد ۶ ص ۶۶۔ علامہ ذہبیؒ اُن کو الامام المجتہد اور الحافظ لکھتے ہیں تذکرہ جلد ۲ ص ۸۷ امام سبکیؒ ان کو الامام الجلیل لکھتے ہیں طبقات جلد ۱ ص ۲۲۷) حضرت امام احمدؒ محدث ہونے کے علاوہ فقیہہ اور مجتہد بھی تھے مگر ان کا اجتہاد جیسا کہ علامہ ابن خلدونؒ اور نواب صاحبؒ کے حوالہ سے آئے گا کہ اجتہاد او قلیل بلکہ اقل بلکہ نیست کے درجہ میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام حافظ ابوعمرؒ بن عبدالبرؒ المالکی (المتوفی ۴۶۳ھ) نے تین آئمہ حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے فضائل پر کتاب الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء تصنیف فرمائی ہے، لیکن حضرت امام احمدؒ کا ذکر ان میں نہیں کیا۔ علامہ خطیبؒ اور امام سبکیؒ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ ہمارے الفاظ میں یوں ہے کہ محدثین کرامؒ کی ایک جماعت تشریف فرما تھی، جن میں خصوصیت سے امام یحییٰؒ بن معینؒ، ابوخیثمہؒ، زہیرؒ بن حربؒ اور خلفؒ بن سالمؒ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ مُردہ عورتوں کو نہلانے والی ایک عورت آئی اور اُس نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا حیض والی عورت مُردہ کو نہلا سکتی ہے یا نہیں؟ پوری جماعت سے اُس کا جواب نہ بن پڑا اور ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ اتنے میں امام ابوثورؒ سامنے سے آنکلے۔ سب نے اس عورت سے کہا کہ یہ مسئلہ اس آنے والے شخص سے دریافت کرو۔ جب اُن سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خاص موقع پر حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ بحالتِ حیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں پانی ڈال کر سر میں مانگ نکالا کرتی تھیں۔ جب اس حالت میں زندہ آدمی کے سر پہ پانی ڈالا جا سکتا ہے تو مُردے کو کیوں ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا؟ اور اس کو کیوں غسل نہیں دیا جا سکتا؟ امام ابوثورؒ کا یہ فتویٰ جب ان محدثینؒ نے سُنا تو اِس حدیث کی اسانید اور طرق کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا کہ یہ روایت

http://mujahid.xtgem.com

فلاں سے بھی مروی ہے اور فلاں سے بھی مروی ہے۔ اس غاسلہ نے ان سے تخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

واین کنتم الی الآن (بغدادی ج۹ ص۱۰۶ وطبقات الکبریٰ جلد ا ص۲۲۹ سبکیؒ) — تم اب تک کہاں تھے؟

اس واقعہ سے ایک تو یہ امر ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے جملہ پیش آمدہ مسائل محض طرق حدیث اور اسانید کو جمع کر لینے ہی سے ہرگز حل نہیں ہوتے، ورنہ امام یحییٰؒ بن معینؒ جیسے پختہ کار محدث سے اس میدان میں کون بڑھ سکتا ہے؟ مگر اس جماعت کے اندر وہ بھی لاجواب ہو کر رہ گئے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ محدثین کرامؒ کی باوقار جماعت بھی فقہاء عظامؒ کی اس فوقیت و برتری کو تسلیم کرتی ہے اور ان پر اعتماد و اعتبار کرکے لوگوں کو ان سے اخذِ مسائل میں محتاج گردانتی ہے۔

حضرت امام ترمذیؒ (المتوفی ۲۷۹ھ) ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

وکذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث۔ (ترمذی جلد ا ص۱۱۸) — اور اسی طرح فقہاء نے کہا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

مشہور محدث حضرت سلیمانؒ بن مہران الاعمشؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) جو الحافظ الثقہ اور شیخ الاسلام تھے۔ تذکرہ جلد ا ص۱۴۵) نے ایک موقع پر فرمایا کہ:۔

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ (جامع بیان العلم ج۲ ص۱۳۱، ذیل الجواہر جلد۲ ص۴۸۵ و مناقب موفق ج۲ ص۱۶۳، الخیرات الحسان ص۱۶ واللفظ لہ) — اے فقہاء کے گروہ تم طبیب ہو اور ہم پنساری ہیں۔

پنساری کے پاس اگرچہ مختلف قسم کی قیمتی جڑی بوٹیوں اور ادویہ کا تو کافی سٹاک ہوتا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ کس بیماری کا علاج ہیں؟ مقدارِ خوراک کیا ہے؟ پرہیز کیا ہے؟ مفرد قابلِ استعمال ہیں یا مرکب وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو طبیب اور حکیم ہی جانتا اور بتا سکتا ہے، اسی طرح محدثین کرامؒ کے حافظہ میں ہزارہا بیش بہا حدیثوں کا خزانہ تو ہوتا ہے مگر وہ ان سے استنباطِ احکام اور استخراجِ مسائل پر قادر نہیں ہوتے یہ کام فقہاء کا ہے اور وہی حدیث کے معنی کو بہتر سمجھتے ہیں۔ یہ بات بھی پیشِ نظر ہے کہ فقہاء کرامؒ کے مقابلہ میں وہ محدثینؒ مراد ہیں جو نرے محدث ہیں اور فقاہت کا ملکہ ان کو حاصل نہیں ہے۔ باقی رہے وہ محدثینِ عظامؒ جو جامع بین الحدیث والفقہ ہیں یا بالفاظ دیگر جو فقہاءِ محدثین میں شامل ہیں

http://mujahid.xtgem.com

مثلاً امام بخاریؒ وغیرہ تو ایسے حضرات محلِ بحث نہیں ہیں۔

محدث شہیر علیؒ بن حشرمؒ (المتوفی ۲۵۷ھ) مسلمہؒ بن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ ابنِ حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ نسائیؒ کہتے ہیں وہ ثقہ تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص۳۱۶) فرماتے ہیں کہ ہم وکیعؒ بن الجراحؒ کی مجلس میں موجود تھے، انہوں نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک ان دونوں سندوں میں سے کون سی سند بہتر ہے؟ اعمشؒ عن ابی وائلؒ عن عبد اللہؓ بن مسعود؟ (اس میں صحابی تک صرف دو واسطے ہیں اور سند عالی ہے) یا سفیانؒ عن منصورؒ عن ابراہیمؒ عن علقمۃ عن ابن مسعودؓ (اس میں صحابی تک چار واسطے ہیں اور سند سافل ہے) ہم نے کہا کہ ہمارے نزدیک تو اعمشؒ عن ابی وائلؒ کی سند بہتر ہے۔ امام وکیعؒ نے فرمایا کہ سبحان اللہ، اعمشؒ تو نرے شیخ اور محدث ہیں اور ابو وائلؒ بھی شیخ ہیں، برعکس اس کے دوسری سند میں سفیانؒ فقیہ ہیں، منصورؒ فقیہ ہیں، ابراہیمؒ فقیہ ہیں اور علقمہؒ بھی فقیہ ہیں۔

وحدیث یتداولہ الفقہاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ (معرفت علوم الحدیث ص۱۱ طبع قاہرہ وکتاب الاعتبار ص۱۵ طبع حیدر آباد دکن)

اور وہ حدیث جس کو فقہاء روایت کرتے ہوں اس سے زیادہ بہتر ہے جس کو نرے شیوخ بیان کرتے ہوں۔

علامہ ابوبکر محمدؒ بن موسیٰ الہمدانی الشافعیؒ (المتوفی ۵۸۴ھ) جو الامام الحافظ اور البارع تھے، (تذکرہ جلد ۴ ص۱۵۱) اور امام متقن اور مبرز تھے۔ (طبقات سبکی جلد ۴ ص۱۸۹) دو مختلف حدیثوں میں تطبیق و ترجیح کے وجوہ بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ لکھتے ہیں کہ:۔

ان یکون رواۃ احد الحدیثین مع تساویہم فی الحفظ والاتقان فقہاء عارفین باجتناء الاحکام من ثمرات الالفاظ فالاسترواح الی حدیث الفقہاء اولیٰ اھ (کتاب الاعتبار ص۱۵)

دو حدیثوں میں سے ایک حدیث کے راوی دوسری حدیث کے راویوں کے ساتھ حفظ و اتقان میں مساوی ہونے کے علاوہ فقہاء ہوں اور الفاظ کے میووں سے احکام چننے اور حاصل کرنے کے عارف ہوں تو انکی حدیث کی طرف رجوع کرنا اولیٰ ہے

اس سے اندازہ فرمایئے کہ دو متضاد حدیثوں کی ترجیح میں بھی جو خالص فنِ حدیث کا مسئلہ ہے محدثین کرامؒ نے فقہاءؒ کی برتری کو نظر انداز نہیں کیا اور ایسی حدیث کو جس کے راوی حافظ

http://mujahid.xtgem.com

اور متقن ہونے کے علاوہ فقہاء بھی ہوں اس حدیث پر ترجیح دی ہے جس کے راوی فقیہ نہ ہوں۔

امام حاکمؒ اپنی بے نظیر کتاب معرفت علوم الحدیث میں حدیث کی صحت و اتقان کے بعد اس کی فقہی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

معرفة فقه الحديث اذ هو ثمرة هٰذه العلوم وبه قوام الشريعة فاما فقهاء الاسلام اصحاب القياس والرأي والاستنباط والجدل والنظر فمعروفون في كل عصر واهل كل بلد ۔ اھ (معرفت علوم الحديث ص۶۳)

فقہ حدیث کا پہچاننا کیونکہ وہ ان علوم کا ثمرہ ہے اور اسی کے ساتھ شریعت کا قوام ہے، بہرحال فقہائے اسلام جو قیاس ورائے، استنباط و جدل اور نظر و فکر سے کام لیتے رہے وہ ہر زمانہ اور ہر شہر میں مشہور و معروف رہے ہیں۔

امام حاکمؒ اپنی سند کے ساتھ ہلالؒ بن العلاء الرقیؒ (المتوفی ۲۸۰ھ ابو حاتمؒ ان کو صدوق اور نسائیؒ صالح اور لیس به باس کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۸۳) سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر چار شخصیتوں کو پیدا کر کے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ایک ان میں سے:

بالشافعي بفقه احاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم

امام شافعیؒ ہیں جنہوں نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فقاہت سے کام لیا۔

اور دوسرے۲ امام ابو عبیدؒ (المتوفی ۲۲۴ھ جو الامام المجتہد اور البحر تھے تذکرہ جلد ۲ ص۵ ثقہ اور مامون تھے۔ ایضاً ج ۲ ص۶) ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غریب حدیثوں کی شرح و تفسیر کی ہے، اور تیسرے۳ امام یحییٰؒ بن معینؒ (المتوفی ۲۲۳ھ) ہیں جنہوں نے آپ کی حدیثوں کو جھوٹ سے پاک وصاف کیا ہے، اور چوتھے۴ حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) ہیں جنہوں نے آڑے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصل دین اور حکم پر باوجود انتہائی صعوبتیں برداشت کرنے کے ثابت قدمی کا اظہار کیا۔ لولا هم لذهب الاسلام (معرفت علوم الحدیث ص۸۸) اگر یہ نہ ہوتے تو اسلام رخصت ہو جاتا۔ بلاشک اسلام ایک سچا مذہب ہے اور یہ تاقیامت رہے گا اور حقیقۃً اس کا محافظ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر عالم اسباب کی طرف نگاہ کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اپنے وقت میں یہ چاروں حضرات اسلام کے بہترین محافظ

http://mujahid.xtgem.com

تھے۔ علامہ خطیب بغدادیؒ نے بھی یہ واقعہ اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے کہ:۔

لولا ذالک کفر الناس (بغدادی ج۱۳ ص۴۱)   اگر یہ نہ ہوتے تو لوگ کافر ہو جاتے۔ (معاذ اللہ)

ملاحظہ کیجیے کہ جہاں اسلام کی حفاظت وبقاء کے لیے دیگر امور قابلِ ستائش سمجھے گئے ہیں وہاں تفقہ فی الحدیث کی صفت اور خوبی کو بھی پسِ پشت نہیں ڈالا گیا اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ بغیر تفقہ کے حدیث کی باریکیاں اور نکات سمجھے بھی نہیں جا سکتے۔ یہی ایک ایسا فن ہے جس کے ذریعہ سند ومعنیٰ، روایت ودرایت کی پیچیدگیاں ناخنِ تدبیر کے ساتھ سلجھائی جا سکتی ہیں، چنانچہ امام عبدالرحمٰنؒ ابن الجوزی الحنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

اعلم ان فی الحدیث دقائق وآفات لا یعرفها الا العلماء الفقهاء تارة فی نقلها وتارة فی کشف معناها۔ (دفع شبه التشبیه ص۲۶)

تو جان لے کہ حدیث میں بڑی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء ہی پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں۔ کبھی تو اُن کی روایت ونقل میں اور کبھی اُن کے معانی کے کشف میں یہ دقائق وآفات ہوتی ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ فقہاء کرامؒ کا اصل میدان تو درایت وفقہ ہے مگر بایں ہمہ وہ سند وروایت کے پُرخطر اور ناہموار راستہ سے بھی بے خبر نہیں رہتے۔

حافظ الدنیا امام ابنِ حجر عسقلانی الشافعیؒ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

فان علم الحلال والحرام انما یتلقی من الفقهاء (فتح الباری جلد۹ ص۳۱۰ طبع مصر)

حلال وحرام کا علم ومسائل تو فقہاء ہی سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ حافظ موصوفؒ متاخرین محدثین میں اپنی نظیر صرف آپ ہیں اور علمِ حدیث کے علاوہ دیگر بیسیوں علوم میں ان کی گہری نگاہ ہے لیکن وہ فقہاء کرامؒ کے اس صحیح منصب سے جو سچ مچ ان کے شایانِ شان ہے تسلیم کرنے سے نہ چارہ پاتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر فقہ وفقہاء کی فضیلت ومنقبت اور کیا ہو سکتی ہے؟

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ الحنبلیؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) نواب صاحبؒ لکھتے ہیں: شیخ الاسلام المجتهد المطلق شیخ الحنابلة اھ الجنہ ص۳۱۰) محدثینؒ اور فقہاءؒ کے مراتب اور خدمات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

قال احمدؒ بن حنبلؒ معرفة الحديث والفقه فيه احبّ الیّ من حفظه الی ان قال

امام احمدؒ بن حنبلؒ نے فرمایا کہ حدیث کی معرفت اور اس میں تفقہ پیدا کرنا مجھے اس کے صرف یاد کر لینے سے زیادہ محبوب ہے۔

وقال علی بن المدینی اشرف العلم الفقه فی متون الاحادیث ومعرفة احوال الرواة اھ (منہاج السنۃ جلد ۴ ص۱۱۵ طبع مصر)

اور امام علیؒ بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اشرف تر علم احادیث کے متون میں تفقہ پیدا کرنا اور احوال رواۃ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدون المغربیؒ نے فقہ کی ضرورت اور اس کی افادیت پر مبسوط علمی بحث کی ہے، (ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدونؒ از ص۴۴۵ تا ص۴۵۲ طبع مصر)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ :-

" وبعد از قرآن وحدیث مدار اسلام بر فقہ است " اھ (قرۃ العینین ص۱۷۱ طبع مجتبائی)

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے فقہ و درایت کا مقام آسانی کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے کہ نظر شریعت اور علماء امت کے اقوال کے آئینہ میں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اور فقہ اسلامی کی توہین و انکار کرنا سلامت روی کے سراسر خلاف ہے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

الحفظ غیر الملکة العلمیة ومن کان عنایته بالحفظ اکثر من عنایته الی تحصیل الملکة لا یحصل الی طائل من ملکة التصرف فی العلم ولذلك تری من حصل الحفظ لا یحصل شیئاً من الفن و تجد ملکة قاصرة فی علمه ان فاوض او ناظر ومن ظنّ انه المقصود من الملکة العلمیة فقد اخطأ وانما المقصود هو ملکة الاستخراج والاستنباط وسرعة الانتقال

حفظ کا درجہ اور ہے اور ملکۂ علمیہ کا مقام اور ہے جس شخص کا اہتمام ملکہ حاصل کرنے کی بجائے حفظ میں زیادہ ہو اس کو تصرف فی العلم کے ملکہ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، اور اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ جو شخص حفظ کو پالیتا ہے وہ فن کی کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا اور اس کا علمی ملکہ قاصر رہتا ہے جب کہ وہ گفتگو اور مناظرہ کرے اور جس شخص نے یہ گمان کر لیا کہ ملکۂ علمیہ سے صرف حفظ ہی مقصود ہے سو اس نے بیشک خطا کی کیونکہ مطلوب تو دراصل

http://mujahid.xtgem.com

من المدوال الی المدلولات ومن اللازم الی الملزوم وبالعکس فان ضم الیها ملکة الاستحضار فنعم المطلوب وھذا لایتم بمجرد الحفظ اھ

(الحطة فی ذکر الصحاح الستة ص۸)

استخراج اور استنباط اور الفاظ سے معانی کی طرف اور لازم سے ملزوم کی جانب اور بالعکس انتقال کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے، اور اگر اس کے ساتھ ملکۂ حفظ و استحضار بھی حاصل ہو جائے تو پھر نور علیٰ نور ہے مگر یہ ملکہ محض حفظ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

غور فرمایئے کہ نواب صاحبؒ کیا ارشاد فرما گئے ہیں! سچ ہے کہ کلام الملوک ملوک الکلام کہ مقصود بالذات تو ایسا ملکۂ علمیہ حاصل کرنا ہے جس کے توسط سے استخراج احکام اور استنباط مسائل کی گتھی سلجھائی جا سکے۔ محض حفظ سے بھلا یہ ملکۂ علمیہ کب اور کس کو حاصل ہو سکتا ہے؟ اسی کا نام فقہ اور درایت اور رائے و اجتہاد ہے۔ جو شخص اس سے موصوف ہو گا گویا وہ ملکۂ علمیہ کی سدرۃ المنتہیٰ پہ فائز ہو گا۔ امت کے لیے جس سے اوپر کوئی اور مقام تصور نہیں کیا جا سکتا۔

امام ابوالحسن منصورؒ بن اسمٰعیل الشافعیؒ (المتوفی ۳۰۶ھ جو احد الائمۃ المذہب تھے) فرماتے ہیں کہ :

عَابَ التَّفَقُّهَ قَوْمٌ لَا عُقُولَ لَهُمْ … وَمَا عَلَيْهِ إِذَا عَابُوهُ مِنْ ضَرَرٍ

مَا ضَرَّ شَمْسَ الضُّحَى وَهِيَ طَالِعَةٌ … أَنْ لَا يَرَى ضَوْءَهَا مَنْ لَيْسَ ذَا بَصَرٍ

(طبقات سبکیؒ ج ۲ ص ۳۱۷)

ترجمہ :- یعنی فقہ حاصل کرنے کو ان لوگوں نے معیوب قرار دیا ہے جو عقل سے محروم ہیں اور ایسے لوگوں کے علم فقہ پہ عیب لگانے سے کوئی ضرر نہیں ہے۔
اگر کوئی نابینا آفتاب نیمروز کو جو آب و تاب سے طلوع ہو چکا ہو، نہیں دیکھتا تو اس سے آفتاب کی روشنی کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

---

http://mujahid.xtgem.com

فقہ سے کوئی چارہ نہیں

کم ظرف کوتاہ فہم اور متعصب لوگ تو ہمیشہ فقہ کی اہمیت کو گھٹانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور فقہاء کرامؒ اور کتب فقہ کی تنقیص و توہین میں بلاوجہ اپنا قیمتی وقت صرف کر دیتے ہیں لیکن ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت کے بعد فقہ و قیاس اور اجتہاد کی حاجت ایسی اہم اور ضروری ہے کہ اس سے کوئی مفر نہیں اور زمانۂ حال کے غیر مقلدین حضرات کو بھی اس کی افادی حیثیت تسلیم کرنے سے کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ (المتوفی ۱۳۸۷ھ) لکھتے ہیں کہ آئمہ سنت کے نزدیک بنیادی اصول چار ہیں۔ تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآنؐ، سنتؐ، اجماعؐ امت اور قیاسؐ ان میں بھی اصل قرآن و سنت ہے اجماع اور قیاس کا ماخذ بھی قرآن اور سنت ہے، کتاب و سنت کے خلاف نہ اجماع ہو سکتا ہے نہ قیاس الخ (پیش لفظ معیار الحق ص ر) اور نیز مولانا موصوفؒ تفقہ فی الدین کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ قرآن و سنت کی حفاظت کے باوجود دنیا کے حوادث لامتناہی ہیں اور کتاب و سنت کی راہنمائی کے سوا ان حوادث سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں اس لیے لا محالہ اہل علم اور اصحاب بصیرت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا قرآن عزیز کا ارشاد ہے:۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۔ (نحل) جب کسی چیز کا علم نہ ہو تو اہل علم کی طرف رجوع کرو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انما شفاء العیّ السوال۔ الخ ان آدمی کے لیے صحت مند طریقہ یہی ہے کہ وہ اہل علم کی طرف رجوع کرے یہ ایک فطری جذبہ تھا ہر زمانہ میں اہل علم نے اس ذمہ داری کا احساس فرمایا وقت کی ضرورت اور ماحول کے مطابق کتاب و سنت کے تقاضوں کو پورا فرمایا، آوارگی سے بچتے ہوئے غیر منصوص حوادث کے فیصلے نصوص یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں کئے اور اس کے ساتھ وقت کے مصالح اور ضرورتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا اھ (پیش لفظ معیار الحق ص ط) الغرض فقہاء کرامؒ نے جو کچھ کیا ہے اسی فطری جذبہ کے تحت آوارگی سے بچانے کے لیے اور وقتی ضرورتوں اور مصالح کو ملحوظ رکھ کر کیا ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

باب سوم

فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم

اِس بات میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جملہ صحابہ کرامؓ شرفِ صحبتِ نبوی کے فیض اور برکت سے سب کے سب عادل، ثقہ، متقی، خدا پرست اور پاکباز تھے مگر فہمِ قرآن، تدبرِ حدیث اور تفقہ فی الدین میں سب یکساں نہ تھے بلکہ اس لحاظ سے ان کے آپس میں مختلف درجات اور متفاوت مراتب تھے، چنانچہ امام مسروق رہ (المتوفی ۶۳ھ جو الامام الفقیہ اور احد الاعلام تھے، تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص۴۶) فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ سے فیضِ صحبت اُٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ان سب کا علم سمٹ سمٹا کر چھ بزرگوں کی طرف لوٹتا ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت ابوالدرداءؓ، اور حضرت زیدؓ بن ثابت، پھر میں نے ان چھ حضرات سے شرفِ صحبت حاصل کیا تو دیکھا کہ اِن سب کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود پر ختم ہوگیا ہے۔ طبقات ابنِ سعد جلد ۲ ص۲۵۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص۲۴ ومقدمۂ ابن الصلاح ص۲۶۲ مع شرح العراقی)۔

امام حاکمؒ نے بھی امام مسروقؒ سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت ابنِ مسعودؓ، حضرت اُبیؓ بن کعب، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت زیدؓ بن ثابت حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ مستدرک جلد ۳ ص۴۶۵ وسکت عنہ الحاکمؒ ثم الذہبیؒ)

http://mujahid.xtgem.com

اور امام شعبیؒ (المتوفی ۱۰۳ھ) جو امام، حافظ، فقیہ متقن اور علامۃ التابعین تھے (تذکرہ ج ۱ ص ۷۴) کا بیان ہے کہ صحابہ کرامؓ میں دینی مسائل کے بارے فیصلہ صادر کرنے والے چھ حضرات تھے، مدینہ طیبہ میں حضرت عمرؓ، حضرت اُبیؓ بن کعب اور حضرت زیدؓ بن ثابت اور کوفہ میں حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابوموسی الاشعریؓ (مستدرک ص ۴۶۵ وسکتا عنہ)

حافظ ابن القیم الحنبلیؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں کہ اُمتِ مرحومہ میں بالعموم دین فقہ اور علم اصحاب عبداللہؓ بن مسعودؓ، اصحابِ زیدؓ بن ثابت، اصحاب عبداللہؓ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہؓ بن عباسؓ کے ذریعہ پھیلا ہے۔ اہلِ مدینہ کا علم اصحابِ زیدؓ بن ثابت اور اصحاب عبداللہؓ بن عمرؓ کے ذریعہ اور اہلِ مکہ کا علم اصحاب عبداللہؓ بن عباسؓ کے ذریعہ پھیلا ہے۔

واما اهل العراق فعلمهم عن اصحاب عبد اللهؓ بن مسعود۔	اور اہلِ عراق کا علم اصحاب عبداللہؓ بن مسعود کے توسط سے پھیلا ہے۔

(اعلام الموقعین جلد ۱ ص ۱۸ اشرف المطابع دہلی)

اور نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ جن صحابہ کرامؓ سے دین، علم اور فقہ کی اشاعت ہوئی ہے، ان میں حضرات ابنؓ مسعود، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ پیش پیش تھے (الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ ص ۵)

مولانا مبارک پوری صاحبؒ (المتوفی ۱۳۵۳ھ) لکھتے ہیں کہ دینی مسائل کی ترویج و اشاعت کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ کے تین طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ وہ ہے جس سے مسائل کی ترویج تو ہوئی ہے مگر نسبتاً کم اور دوسرا طبقہ متوسط رہا ہے اور تیسرا طبقہ وہ ہے جس سے دین کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی ہے، ان میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت ابن عباسؓ، اور حضرت عمرؓ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۱)

امام شعبیؒ (عاصم الاحول کا بیان ہے کہ مجھے اہلِ کوفہ، بصرہ اور حجاز کی حدیثوں کا امام شعبیؒ سے بڑا کوئی عالم معلوم نہیں تذکرہ جلد ۱ ص ۷۹ محمدؒ بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ شعبیؒ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کے سامنے فتویٰ دیا کرتے تھے ایضاً ص ۷۵، ابو حصینؒ کا بیان ہے کہ میں نے شعبیؒ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا ایضاً ص ۷۶، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ وھو اکبر شیخ لابی حنیفۃؒ تذکرہ ص ۷۵ ج ۱

http://mujahid.xtgem.com

کہ امام ابوحنیفہؒ کے بڑے شیخ اور استاد یہی تھے) کا ارشاد ہے کہ:۔

کان الفقہاء بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکوفۃ فی اصحاب عبد اللہؓ بن مسعود۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص۲۹۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے بعد فقہاء کا طبقہ کوفہ میں اصحاب عبد اللہؓ بن مسعود میں بٹا ہوا تھا۔

اور پھر اُن کے نام یہ بیان کیے ہیں، علقمہؒ بن قیس النخعیؒ، عبیدہؒ بن قیس المرادیؒ، شریحؒ بن الحارث الکندیؒ اور مسروقؒ بن الاجدع الہمدانیؒ۔

اور امام ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے اصحاب جو قرآن پڑھتے پڑھاتے اور جن کی رائے پر لوگ مطمئن ہو کر تشفی حاصل کرتے تھے، یہ چھ حضرات تھے، علقمہؒ، اسودؒ، مسروقؒ، عبیدہؒ، عمروؒ بن شرحبیلؒ اور الحارثؒ بن قیسؒ۔ (ایضاً)

اور امام شعبیؒ ہی سے مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ:۔

ماکنت اعرف فقہاء الکوفۃ الا اصحاب عبد اللہؓ۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص۴۸)

میں کوفہ میں اصحاب عبد اللہؓ بن مسعود کے سوا اور کسی کو فقہاء نہیں جانتا۔

حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اصحاب عبد اللہؓ بن مسعود لوگوں میں دین اور تفقہ کا جذبہ پیدا کرنے کی سعی کر رہے ہیں اور مسجد کوفہ میں جب چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی دیکھیں جن سے طلبہ کرام کتابتِ علم میں مصروف تھے، تو ان سے خوش ہو کر یہ فرمایا کہ:۔

لقد ترک ابن ام عبد یعنی ابنؓ مسعود ھؤلاء سرج الکوفۃ (مناقب موفق ج۲ ص۱۴۰)

عبد اللہؓ بن مسعود نے ان کو کوفہ کے روشن چراغ بنا کر چھوڑا ہے۔

ان تمام حوالوں سے یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ فقہ میں جن حضرات کو مقامِ بلند حاصل رہا ہے، ان میں خصوصیت سے حضرت عبد اللہؓ بن مسعود اور آپ کے اصحاب شامل ہیں اور ان کی فقہ تمام مجتہدین کی فقہ پر مقدم اور ان پر فائق ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"قول زیدؓ بن ثابت اور فرائض مقدم باید ساخت بر اقوال مجتہدین و قول عبد اللہؓ بن مسعود را در قرآت و فقہ" (ازالۃ الخفاء ص۱۵ طبع صدیقی، بریلی)

http://mujahid.xtgem.com

کوفہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کا ورود

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب اہل حل وعقد نے حضرت علیؓ (المتوفّٰی سنہ ۴۰ھ) کو خلیفۂ راشد تسلیم اور منتخب کر لیا تو کچھ ایسے ناگفتہ بہ حالات اٹھ کھڑے ہوئے جن کی وجہ سے خلیفہ چہارم کو خاصی پریشانی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور عراق کے اندر اس انداز سے شورش اور فتنہ برپا ہوا کہ حضرت علیؓ نے سیاسی طور پر خلافت کے استحکام کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ مدینہ طیّبہ سے دار الخلافہ منتقل کر کے عراق کے کسی موزوں شہر کو مرکز بنا لیا جائے۔ چنانچہ یہ شرف کوفہ کو حاصل ہوا۔ اور انہوں نے اپنی خلافت کا بیشتر حصہ جو چار سال تھا (حاشیۂ نفح الطیب جلد ۴ ص۱۷۱ طبع مصر لابن حجر عسقلانیؒ) وہیں گزارا تھا اور اس اثناء میں علاوہ دیگر علمی ضیاء پاشیوں کے جو اُن کی اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کی وجہ سے خوب پھیلیں جتنے بھی اہم قضایا اور فیصلے ان کے ذریعے صادر ہوئے وہ کوفہ ہی میں ہوتے رہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وانما ظهر علم عليؓ وفقهه فى الكوفة بحسب مقامه فيها عندهم مدة خلافته اھ — یعنی حضرت علیؓ کا علم اور اُن کی فقہ کوفہ میں ان کی خلافت کی مدت میں ظاہر ہوتی رہی۔

(منہاج السنّۃ ج۴ ص۱۳۷ طبع مصر)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

كان اغلب قضاياه بالكوفة — ان کے بیشتر فیصلے کوفہ ہی میں صادر ہوتے رہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ج۱ ص۱۳۲ طبع مصر)

اور یہ کوئی معدودے چند فیصلے نہ تھے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"قضایائے بسیار در ایام خلافت بر دستِ او ظاہر شدند" (قرۃ العینین ص۱۴۰ طبع مجتبائی دہلی)

مگر یہ یاد رہے کہ حضرت علیؓ کے کوفہ جانے سے پہلے بھی وہاں علم وعرفان کی بارش برستی رہی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت علیؓ کا بیشتر علم کوفہ ہی میں رہا تاہم اہلِ کوفہ حضرت علیؓ کے وقت تو کیا حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے سے بھی پیشتر قرآن وسنّت کا علم رکھتے تھے۔" (منہاج السنّۃ ج۴ ص۱۳۹)

http://mujahid.xtgem.com

اور لکھتے ہیں کہ "جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے تو ان سے پہلے ہی اہل کوفہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ وغیرہ سے جن کو حضرت عمرؓ نے کوفہ بھیجا تھا، دین وعلم حاصل کر چکے تھے۔" (ایضاً ج ۴ ص ۱۵۷)

اور جو جو علوم اہل کوفہ نے حاصل کیے تھے وہ بھی سن لیجیے کہ :-

فان اهل الكوفة التي كانت داره كانوا قد تعلموا الايمان والقرآن وتفسيره والفقه والسنة عن ابن مسعود وغيره قبل ان يقدم عليٌّ على الكوفة اھ

اہل کوفہ نے جو حضرت علیؓ کا دار الخلافہ تھا حضرت عبداللہؓ بن مسعود وغیرہ سے ایمان، قرآن، تفسیر، فقہ اور سنت کا علم حضرت علیؓ کی کوفہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی حاصل کر لیا تھا۔

(منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۴۲)

اور ان اکابر صحابہؓ کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ کرامؓ عراق کے اس بابرکت شہر کوفہ میں تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ امام حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ جو الحافظ الکبیر امام المحدثین تھے۔ تذکرہ ج ۳ ص ۲۲۷) نے انچاس ۴۹ صحابہ کرامؓ کے نام مع ولدیت بیان کیے ہیں جو کوفہ میں نزیل ہوئے۔ (ملاحظہ ہو معرفت علوم الحدیث ص ۱۹۱ طبع القاہرہ)۔

علامہ ابن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ جو الحافظ العلامہ اور کثیر العلم تھے۔ تذکرہ ج ۲ ص ۱۲) لکھتے ہیں کہ "ستر بدری اور تین سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہؓ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تھے۔" (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۴ طبع مصر)

اس سے اندازہ لگائیے کہ دیگر صحابہ کرامؓ جو کوفہ میں فروکش ہو کر اس کو بابرکت کر چکے ہوں گے ان کی تعداد کیا ہوگی؟

امام ابوبشر الدولابی الحنفیؒ (المتوفی ۳۱۰ھ جو الحافظ اور العالم تھے تذکرہ ج ۲ ص ۲۹۱) سند کے ساتھ مشہور تابعی حضرت قتادہؒ (المتوفی ۱۱۸ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ :-

نزل الكوفة الف وخمسون رجلا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم واربعة وعشرون من اهل بدر (كتاب الكنى والاسماء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہزار اور پچاس (دیگر صحابہؓ) اور چوبیس ۲۴ بدری صحابہؓ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

http://mujahid.xtgem.com

جلد ۱ صلا۴ طبع حیدر آباد دکن)

امام احمدؒ بن عبداللہ العجلیؒ (المتوفی ۲۶۱ھ جو الامام الحافظ اور القدوہ تھے۔ تذکرہ ج ۲ ص ۱۲۷) کا بیان ہے کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ نازل ہوئے تھے (بحوالہ فتح القدیر حافظ ابن ہمامؒ جلد ۱ ص ۲۴ طبع نول کشور و شرح نقایہ جلد ۱ ص ۲۰ ملا علی القاریؒ)۔

امام شمس الدین السخاوی الشافعیؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) کوفہ میں فروکش ہونے والے بعض صحابہ کرامؓ کے نام لکھ کر آگے فرماتے ہیں کہ:۔

وخلق من الصحابۃؓ۔ (الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ص ۱۳۹ طبع دمشق) اور بھی بہت سے صحابہ کرامؓ وہاں اترے۔

غور فرمایئے کہ جو مقام خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کا دار الخلافہ ہو اور جس میں عام صحابہ کرامؓ کے علاوہ بدری اور اصحاب الشجرہ (جن کو رضائے الٰہی کی سند بذریعہ قرآنِ پاک اور مغفرت کا پروانہ بتوسط جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو چکا ہو) نازل ہوئے ہوں اور جس میں فقہاء صحابہؓ میں سے علی الخصوص حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ فضل خصوصاً اور تعلیم کے ذریعہ علمِ دین، ایمان اور فقہ سے لوگوں کے دلوں کو مالا مال کر چکے ہوں اس کی فضیلت کے لیے یہ مناقب و مزایا بھلا کیا کم ہیں؟

امام نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ جو الامام الحافظ الاوحد القدوۃ اور شیخ الاسلام تھے۔ تذکرہ ج ۴ ص ۲۵۰) لکھتے ہیں کہ:۔

وھی دار الفضل ومحل الفضلاء (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۵) کوفہ فضیلت کا گھر اور فضلاء کا محل ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ کو معدن العلم والفقہ فرمایا ہے۔ (مناقب موفق ج ۱ ص ۵۶)

امام سفیانؒ بن عیینہؒ (المتوفی ۱۹۸ھ جو العلامہ الحافظ اور شیخ الاسلام تھے۔ تذکرہ جلد ۱ ص ۲۴۲) نے فرمایا کہ افعالِ حج اور مناسک تو تم اہلِ مکہ سے حاصل کرو، اور قرأت اہلِ مدینہ سے سیکھو لیکن:۔

وخذوا الحلال والحرام عن اھل الکوفۃ (معجم بلدان یاقوت حمویؒ لفظ کوفہ) حلال اور حرام کے مسائل تم اہلِ کوفہ سے لو۔

http://mujahid.xtgem.com

اور نیز اُنہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جو مغازی اور جنگوں کے حالات معلوم کرنا چاہتا ہے تو وہ اہلِ مدینہ سے حاصل کرے اور مناسکِ حج اہلِ مکہ سے سیکھے۔

ومن اراد الفقہ فالکوفة — اور جو فقہ چاہتا ہے تو اُس کے لیے کوفہ ہی ہے۔

(مناقب صدر الائمہ ج ۲ ص ۹۴)

حافظ ابو القاسمؒ بن عساکرؒ (المتوفی ۵۷۱ھ جو الحافظ الامام الحافظ الکبیر، فخر الائمہ اور ثقۃ الدین تھے، تذکرہ جلد ۴ ص ۱۱۸) اپنی سند کے ساتھ حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ تم نماز کے مسائل اہلِ مدینہ سے، مناسک حج اہلِ مکہ سے اور ملاحم و غزوات کے حالات اہلِ شام سے حاصل کرو۔ اور

والرائ عن اهل الكوفة — رائے و فقہ تم اہلِ کوفہ سے حاصل کرو۔

(تاریخ دمشق جلد ا ص ۳۱۷ طبع دمشق)

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کوفہ صرف فقہ ہی کے لیے مشہور نہ تھا بلکہ وہ علمِ حدیث کا بھی اچھا خاصا مرکز تھا اور ہزاروں طلبۂ حدیث وہاں حاضر ہو کر اپنی آتشِ شوق بجھایا کرتے تھے، چنانچہ مشہور تابعی حضرت محمدؒ بن سیرینؒ (المتوفی ۱۱۰ھ جو الامام الربانی، فقیہ، امام، غزیر العلم، ثقہ، ثبت اور فنِ تعبیر کے علامہ تھے۔ تذکرہ جلد ا ص ۷۳) فرماتے ہیں کہ:

قدمت الكوفة وبها اربعة الاف يطلبون الحديث (تدریب الراوی ص ۲۷۵ طبع مصر) — میں جب کوفہ پہنچا تو وہاں چار ہزار طلبۂ حدیث موجود تھے۔

محدثِ بغداد عفانؒ بن مسلمؒ (المتوفی ۲۲۰ھ۔ ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور امام تھے۔ بغدادی جلد ۱۲ ص ۲۶۹ اور عجلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ، ثبت اور صاحبِ سُنّت تھے۔ ایضاً۔ اور یعقوبؒ بن شیبہؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ، ثبت اور متقن تھے۔ ایضاً ص ۲۷۶ اور علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ اور محدثِ بغداد لکھتے ہیں۔ تذکرہ ج ا ص ۳۴۴) فرماتے ہیں کہ:

فقدمنا الكوفة فاقمنا اربعة اشهر ولو اردنا ان نكتب مأة الف حديث لكتبناها فما كتبنا الا قدر خمسين الف حديث — ہم کوفہ پہنچے اور چار ماہ وہاں قیام کیا۔ اگر ہم چاہتے تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ حدیث لکھ سکتے تھے مگر ہم نے (کمال احتیاط کے ساتھ) صرف پچاس

http://mujahid.xtgem.com

الیٰ ان قال وما رأینا بالکوفۃ لحانا مجوزا اھ (شرح الفیۃ العراقی ج ۲ ص ۹ طبع مصر و تقدمہ نصب الرأیہ ص ۳۵) | ہزار حدیثیں ہی لکھیں (پھر فرمایا) کہ ہم نے کوفہ میں عربی زبان میں غلطی کرنے والا اور اس کو روا سمجھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

امام ابوبکر عبداللہؒ بن ابی داوٗدؒ (المتوفی ۳۱۶ھ) جو الحافظ العلامہ اور قدوۃ المحدثین تھے، تذکرہ جلد ۲ ص ۲۹۸ اور وہ اپنے دور کے بڑے زاہد اور عابد تھے، تین لاکھ سے زیادہ لوگ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔ تذکرہ ج ۲ ص ۳۰۲) فرماتے ہیں کہ:۔

وقال دخلت الکوفۃ ومعی درھم واحد فاشتریت بہ ثلاثین مُدّاً باقلاء فکنت اٰکل منہ واکتب عن الاشج فما فرغ من الباقلاء حتی کتبت عنہ ثلاثین الف حدیث ما بین مقطوع ومرسل (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۲۹۹ وتاریخ بغداد ج ۲ ص ۴۶۶ وطبقات سبکی ج ۲ ص ۲۳۰) | میں جب کوفہ میں داخل ہوا تو میرے پاس صرف ایک ہی درہم تھا جس کا میں تیس مُد (تقریباً ایک رطل اور پونڈ کا مُد ہوتا ہے) باقلا خرید لیا پھر میں اس کو کھاتا رہا اور محدث اشجؒ سے حدیثیں لکھتا رہا۔ اس طرح میں نے باقلاء کے ختم ہونے سے پہلے ہی تیس ہزار حدیثیں لکھ لیں جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل تھیں۔

اس عبارت میں جس الاشجؒ کا تذکرہ آیا ہے وہ ابوسعید عبداللہ بن سعیدؒ بن حصین الکندیؒ الکوفی (المتوفی ۲۵۷ھ) ہیں جو الامام، شیخ الاسلام، الحافظ اور محدث الکوفہ تھے۔ امام ابوحاتمؒ کا بیان ہے کہ ھو اعلم اھل زمانہ۔ تذکرہ ج ۲ ص ۷۰)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) نے طلب حدیث کے سلسلہ میں بہت سے اسلامی شہروں کا سفر اختیار کیا تھا لیکن کوفہ اور بغداد میں تو وہ بار بار حاضر ہوتے رہے، چنانچہ خود ان کا اپنا ارشاد ہے کہ:۔

لا احصی کم دخلت الی الکوفۃ وبغداد مع المحدثین (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری جلد ۲ ص ۴۷۹ طبع مصر) | میں یہ نہیں گن سکتا کہ میں محدثین کے ساتھ کوفہ اور بغداد کتنی مرتبہ گیا۔

امام عبداللہؒ بن احمدؒ (المتوفی ۲۹۰ھ) جو الامام الحافظ اور الحجہ تھے۔ تذکرہ ج ۲ ص ۲۱۳) نے

http://mujahid.xtgem.com

اپنے والدِ ماجد حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ سے دریافت کیا کہ طلبِ علم کے لیے ایک ہی استاد کی خدمت میں رہنا چاہیئے، یا دیگر مقامات میں بھی جا کر علم حاصل کرنا چاہیئے؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

یرحل ویکتب من الکوفیین والبصریین	سفر اختیار کرنا چاہیئے اور کوفیوں، بصریوں، اہل
واھل المدینۃ ومکۃ (تدریب الراوی	مدینہ اور اہلِ مکہ سے علم لکھنا چاہیئے۔
ص۲۷۷ و فتح المغیث ص۳۲۱)	

ملاحظہ کیجیے کہ امام اہلِ سنّت اور مقتدائے ملّت نے جن مقامات اور جن حضرات سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے، ان میں اہلِ کوفہ کا ذکر سب سے پہلے نمبر پر کیا ہے، کیا خوب کہا گیا ہے کہ ؎

میری انتہائے نگارش یہی ہے   ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

اہلِ کوفہ اور علمِ حدیث

چونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کوفی تھے، اس لیے سابق زمانہ میں حاسدین اور متعصّبین اور کچھ حقیقت ناشناس حضرات نے اور اس دَور میں غیر مقلّدین حضرات نے خاصی قوّت صرف کر کے یہ مہم شروع کر رکھی ہے کہ اہلِ کوفہ کو تو حدیث کا علم ہی نہ تھا اور کوفہ والوں کی حدیث میں نُور ہی نہیں اور کوفہ والوں کی نقل ہی معتبر نہیں اور اگر جابر جعفی کذّاب نہ ہوتا تو کوفہ والے علم حدیث ہی سے تہی دست ہوتے وغیرہ وغیرہ تعبیرات سے وہ اس عنوان کو ادا کرتے ہیں چنانچہ مصنّف حقیقت الفقہ حصہ اوّل ص۸۰ میں یہ سُرخی قائم کرتے ہیں کہ اہلِ کوفہ کی حدیث دانی اور پھر کچھ تو دعوٰی سے بالکل غیر متعلق حوالے نقل کیے ہیں ہمیں ان کے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں اور ایک حوالہ ابو داؤد ج۲ ص۲۵۰ طبع مجتبائی کا یوں نقل کیا ہے۔ (ہم صرف ان کے ترجمہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں)، امام احمد فرماتے ہیں کہ اہلِ کوفہ کی حدیث میں نور نہیں ہے؟ اھ

مگر صد افسوس ہے کہ مصنّف مذکوریات کو بالکل نہیں سمجھا اور اگر سمجھا ہے تو خیانت سے کام لیا ہے، ہم ابو داؤد کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

قال ابو علی سمعت ابا داؤد قال قال النفیلی	ابو علیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو داؤدؒ سے سنا کہ نفیلیؒ
حیث حدث بھذا الحدیث واللّٰہ انہ عندی	جب یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے تو یہ بھی فرماتے

http://mujahid.xtgem.com

احلی من العسل یعنی قولہ حدثنا وحدثنی قال ابوعلی سمعت ابا داؤد یقول سمعت احمد یقول لیس لحدیث اہل الکوفۃ نور قال ومارأیت مثل اہل البصرۃ کانوا تعلموہ من شعبۃ (انتہی) جلد ۲ ص ۳۴۱

بھے کہ بخدا یہ حدیث جسمیں حدثنا اور حدثنی کے (سماع کیلئے صریح) الفاظ آتے ہیں مجھے شہد سے بھی زیادہ لذیذ معلوم ہوتی ہے۔ ابوعلیؒ نے ابوداؤدؒ سے یہ روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے احمدؒ سے سُنا انہوں نے فرمایا کہ اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں اور میں نے اہل بصرہ کیطرح کوئی اور نہیں دیکھا جو یہ فرق ملحوظ رکھتا ہو کیونکہ انہوں نے شعبہؒ سے یہ حاصل کیا ہے۔

(بایں ہمہ حضرت شعبہؒ کا علم بھی اہل کوفہ کا فیض تھا چنانچہ بغدادیؒ لکھتے ہیں:۔ وعلمہ کوفی جلد ۹ ص ۲۵۷)۔

بات صرف اتنی ہے کہ اہل بصرہ حدثنا وحدثنی وغیرہ کے الفاظ میں فرق ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور اہل کوفہ اس فرق کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اور اسی عدم فرق پر قاضی عیاض المالکیؒ (المتوفی ۵۴۴ھ) اور حافظ عراقی الشافعیؒ (المتوفی ۸۰۶ھ) نے اجماع نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ فتح الملہم ص۵ وغیرہ) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ، مالکؒ، ابن عیینہؒ، یحییٰ القطانؒ اکثر اہل حجاز اور اہل کوفہ اور اسی طرح اہل مغاربہ کا یہ مسلک ہے اور اسی کو ابن الحاجبؒ نے مختصر میں ترجیح دی ہے اور امام حاکمؒ نے ائمہ اربعہؒ کا یہ مذہب بتایا ہے کہ ان الفاظ کا ایک ہی معنی ہے۔ اور بعض نے ان الفاظ کی پابندی کو صرف مستحسن قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۸ طبع مصر)

حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ فن روایت کے اس دقیق فرق کے پیش نظر یہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کی حدیث اس فرق کو واضح کرنے کے لیے اتنی روشن نہیں جتنی کہ اہل بصرہ کی سند کے لحاظ روشن اور واضح ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے یہ فرق امام شعبہؒ سے حاصل کیا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوفہ والوں کی حدیث متن کے لحاظ سے بے نور ہوتی ہے جیسا کہ مؤلف حقیقت الفقہ کا یہ باطل اور بے بنیاد مدعی ہے اور مؤلف نتائج التقلید نے تو اس سے بھی بڑھ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ رئیس المحدثین امام ترمذیؒ کا قطعی وناطق فیصلہ بھی سنتے چلیے، لولا جابر الجعفی لکان اہل الکوفۃ بغیر حدیث ولولا حماد لکان اہل الکوفۃ بغیر فقہ (ترمذی ص ۲۹)

http://mujahid.xtgem.com

اگر جابر جعفی ایسا کذاب نہ ہوتا تو حنفی مذہب کے پاس کوئی حدیث نہ ہوتی اور اگر حضرت حماد کوفی نہ ہوتے تو حنفیت فقہ سے ہی دست ہوتی۔ جابر جعفی کو امام ابو حنیفہؒ سب سے بڑا کذاب فرماتے ہیں اور حضرت حمادؒ بھی متکلم فیہ یعنی غیر معتبر ہیں۔ لطف یہ کہ فقہ حنفیہ کا سرمایۂ حیات لے دے کر بقول امام ترمذیؒ جابر جعفی اور حمادؒ کوفی ہی ہیں۔ (انتہیٰ بلفظہ ص۹۰ و ص۹۱)

مگر حیرت ہے کہ مؤلف مذکور بھی کئی وجوہ سے جہالت کا شکار ہو گیا۔ اولاً اس لیے کہ یہ قول امام ترمذیؒ کا نہیں بلکہ وکیعؒ بن الجراحؒ کا ہے اور وہ جابرؒ بن یزید جعفیؒ کی توثیق کر رہے ہیں۔ (اگرچہ جمہور ان کی تضعیف کرتے ہیں) چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وقال وكيع مهما شككتم فى شيئ فلا تشكوا فى ان جابرًا ثقة حدثنا عنه مسعر وسفيان وشعبة وحسن بن صالح اهـ (تهذيب التهذيب ج ۲ ص ۴۷)

وکیعؒ فرماتے ہیں کہ تم اگر کسی اور چیز میں شک کرتے ہو تو شوق سے کرو مگر اس میں بالکل شک نہ کرنا کہ جابر ثقہ ہے۔ ہم سے مسعرؒ، سفیانؒ، شعبہؒ اور حسنؒ بن صالحؒ نے ان کی حدیث بیان کی ہے۔

اور ترمذی کی اس عبارت میں بھی مقصود بالذات یہی نکتہ ہے۔ وثانیاً مؤلف نے اہلِ کوفہ سے کیونکر علی التعیین حنفی ہی سمجھ لیے ہیں، کیا کوفہ میں اور حضرات نہ تھے؟ اگر ہماری بات پر یقین نہ آئے تو مولانا مبارکپوری صاحبؒ ہی کی سن لیجئے:۔

قلت الصحيح ان الترمذى اراد باهل الكوفة من كان فيها من اهل العلم كالامام ابى حنيفةؒ والسفيانين وغيرهم واراد ببعض اهل الكوفة بعضهم ولم يرد باهل الكوفة او ببعض اهل الكوفة الامام ابا حنيفةؒ وحده اهـ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۰۹)

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذیؒ نے اہلِ کوفہ سے وہ حضرات مراد لیے ہیں جو اہلِ علم وہاں رہتے تھے مثلاً امام ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، سفیانؒ بن عیینہؒ وغیرہ اور بعض اہلِ کوفہ سے بعض مراد لیے ہیں، امام ترمذیؒ نے اہلِ کوفہ یا بعض اہلِ کوفہ سے صرف امام ابو حنیفہؒ ہی مراد نہیں لیے۔

کیا اس حوالہ کے پیشِ نظر ہم یہی سمجھ لیں کہ جملہ اہلِ کوفہ کی حدیث دانی جابر بن یزید جعفی پر قائم ہے؟ اور بقول مؤلف نتائج التقلید لے دے کر اہلِ کوفہ کی حدیث دانی کا سرمایہ حیات ہی جابر جعفی ہیں؟ وثالثاً امام حمادؒ کو علی الاطلاق متکلم فیہ سمجھنا اور متکلم فیہ کا معنیٰ غیر معتبر کرنا بالکل غلط ہے، ورنہ

http://mujahid.xtgem.com

اکثر رواۃ متکلم فیہم ملیں گے۔ (مزید تحقیق تعلیق المغنی ج ۱ ص ۱۱۵ میں دیکھئے) اور کیا امام حمادؒ محمدؒ بن اسحاقؒ سے بھی زیادہ متکلم فیہ ہیں؟ جن کی روایت پر قرأت خلف الامام کے مسئلہ کی عمارت کھڑی ہے اور غیر مقلدین حضرات کے دورِ حاضر میں سب سے بڑے محدث اور جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث ایک مقام پر یوں ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"پھر یہ مرسل کیسے حجت ہو سکتی ہے، جب اہل کوفہ کی نقل صحیح نہیں تو تطبیق کی بھی ضرورت نہیں اھ" (بلفظہٖ خیر الکلام ص ۲۹۴)

لیجئے اہل کوفہ کی نقل اور روایت سے گلو خلاصی کے لیے کیا ہی تیر بہدف اور زود اثر نسخہ دستیاب کر لیا گیا ہے کہ جب اہلِ کوفہ کی نقل ہی صحیح نہیں تو پھر تطبیق کی کیا ضرورت ہے؟ بتایئے کہ اس جواب کے تریاق، مجرب اور اکسیر اعظم ہونے میں کیا کسر باقی ہے؟ جہاں سند میں کوئی کوفی راوی ملے وہاں جھٹ سے یہ اکسیر اس کی روایت کو سونگھا دو اور یقین جانیئے کہ کلوروفام سے بھی پہلے اس کا اثر نمایاں ہوگا اور اہلِ کوفہ کی حدیث و روایت جہاں بھی ہوگی وہیں خفتہ و بے ہوش ہو جائے گی۔ مگر یہ خیال رہے کہ مسئلہ رفع یدین، آمین بالجہر اور فوق الصدر وغیرہ میں کہیں سفیان ثوریؒ اور ایسے ہی دیگر کوفی نہ ہوں، ورنہ یہ سودا اس مہنگا پڑے گا اور یہ کہنا پڑے گا۔

جادُو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

راقم الحروف نے امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ کے سن وفات ۲۵۶ھ تک جب محدثین کوفہ کی تلاش تاریخ خطیبؒ، طبقات سبکیؒ، تذکرۃ الحفاظ، معرفت علوم الحدیث تہذیب التہذیب اور البدایہ والنہایہ وغیرہ وغیرہ کتب اسماء الرجال وطبقات میں شروع کی تو ان کی تعداد سینکڑوں سے بھی متجاوز نکلی، خوفِ طوالت سے سب کو نظر انداز کر دیا، البتہ غیر مقلدین حضرات کو دعوت فکر دینے کے لیے تذکرۃ الحفاظ کی صرف پہلی جلد سے ان محدثین عظامؒ کا ذکر کرنا بڑا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کو علامہ ذہبیؒ نے الکوفی یا نزیل الکوفہ کے لقب سے یاد کیا ہے عام اس سے کہ وہ مولداً کوفی ہوں یا مسکناً۔ اور اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں مستقل عنوان صرف انہی حضرات کے ناموں سے قائم کئے ہیں جو حفاظِ حدیث ہیں۔ کسی کے نام کے ساتھ انہوں نے الامام، القدوۃ، المحدث اور کسی کے نام کے ساتھ الحافظ، الحجۃ، الثقۃ اور کسی کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام اور محدث

http://mujahid.xtgem.com

الکوفہ وغیرہ کے توصیفی کلمات لکھ کر اپنی حسن عقیدت کا اظہار بھی کیا ہے، اور اُن کا صحیح ۔ ہ اور مقام بھی بتایا ہے۔ ہم صرف ان حضرات کا ذکر کریں گے جن کو مستقل عنوان کے ساتھ انہوں نے ذکر کیا ہے اور حتی الوسع ہر ایک کا سنِ وفات بھی عرض کر دیں گے۔

(١)	علقمہؒ بن قیسؒ	المتوفی سنہ ٦٢ھ
(٢)	مسروقؒ بن الاجدعؒ	″ ٦٣ھ
(٣)	عبیدةؒ بن عمرو المرادیؒ	″ ٧٢ھ
(٤)	اسودؒ بن یزیدؒ	″ ٧٥ھ
(٥)	سویدؒ بن غفلہؒ	″ ٨١ھ
(٦)	زرؒ بن حبیشؒ	″ ٨٢ھ
(٧)	ربیعؒ بن الخثیمؒ	″ ٦٣ھ
(٨)	عبدالرحمنؒ بن ابی لیلیٰؒ	″ ٧٣ھ
(٩)	ابوعبدالرحمن السلمیؒ	″ ٧٣ھ
(١٠)	شریحؒ بن الحارثؒ	″ ٧٨ھ
(١١)	ابووائل شقیقؒ بن سلمہؒ	″ ٨٢ھ
(١٢)	قیسؒ بن ابی حازمؒ	″ ٩٧ھ
(١٣)	عمروؒ بن میمونؒ	″ ٧٥ھ
(١٤)	زیدؒ بن وہب الجہنیؒ	″ ٨٤ھ
(١٥)	معرورؒ بن سویدؒ	
(١٦)	ابوعمرو الشیبانیؒ	″ ٩٨ھ
(١٧)	ربعیؒ بن خراشؒ	″ ١٠١ھ
(١٨)	ابراہیم التیمیؒ	″ ٩٢ھ
(١٩)	ابراہیم النخعیؒ	″ ٩٥ھ
(٢٠)	سعیدؒ بن جبیرؒ	″ ″
(٢١)	امام شعبیؒ	المتوفی سنہ ١٠٣ھ
(٢٢)	ابواسحٰق السبیعیؒ	١٢٧ھ
(٢٣)	حبیبؒ بن ابی ثابتؒ	″ ١١٩ھ
(٢٤)	الحکمؒ بن عتیبہؒ	″ ١١٥ھ
(٢٥)	عمروؒ بن مرہؒ	١١٦ھ
(٢٦)	قاسمؒ بن مخیمرہؒ	١١١ھ
(٢٧)	عبدالملکؒ بن عمیرؒ	٣٦ھ
(٢٨)	منصورؒ بن معتمرؒ	″ ١٣٠ھ
(٢٩)	مغیرہؒ بن مقسمؒ	″ ١٢٠ھ
(٣٠)	حصینؒ بن عبدالرحمنؒ	″
(٣١)	ابواسحاق الشیبانیؒ	″ ١٣٠ھ
(٣٢)	اسمٰعیلؒ بن ابی خالدؒ	″ ١٤٦ھ
(٣٣)	سلیمانؒ بن مہران الاعمشؒ	″ ١٤٨ھ
(٣٤)	عبدالملکؒ بن سلیمان العرزمیؒ	″ ١٤٥ھ
(٣٥)	محمدؒ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ	″ ١٤٨ھ
(٣٦)	حجاجؒ بن ارطاةؒ	″ ١٤٩ھ
(٣٧)	مسعرؒ بن کدامؒ	″ ١٧٥ھ
(٣٨)	المسعودیؒ	″ ١٦٠ھ
(٣٩)	سفیانؒ بن سعید ثوریؒ	″ ١٦١ھ
(٤٠)	اسرائیلؒ بن یونسؒ	″ ١٦٢ھ

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

(۴۱) زائدہؒ بن قدامہؒ المتوفی سنہ ۱۶۱ھ

(۴۲) الحسنؒ بن صالحؒ بن حیؒ 〃 ۱۶۷ھ

(۴۳) شیبانؒ بن عبدالرحمٰنؒ 〃 ۱۶۴ھ

(۴۴) قیسؒ بن الربیعؒ 〃 ۱۶۷ھ

(۴۵) ورقاءؒ بن عمروؒ بن کلیبؒ 〃 بعد ۱۶۰ھ

(۴۶) شریکؒ بن عبداللہ القاضیؒ 〃 ۱۷۷ھ

(۴۷) زہیرؒ بن معاویہؒ 〃 ۱۷۳ھ

(۴۸) قاسمؒ بن معنؒ 〃 ۱۷۵ھ

(۴۹) ابوالاحوص سلامؒ بن سلیمؒ 〃 ۱۹۷ھ

(۵۰) عبثرؒ بن القاسمؒ 〃 ۱۷۸ھ

(۵۱) سفیانؒ بن عیینہ 〃 ۱۹۸ھ

(۵۲) ابوبکرؒ بن عیاشؒ 〃 ۱۹۳ھ

(۵۳) یحییٰؒ بن زکریاؒ بن ابی زائدہ 〃 ۱۸۲ھ

(۵۴) عبدالسلامؒ بن حربؒ 〃 ۱۸۷ھ

(۵۵) جریرؒ بن عبدالحمیدؒ 〃 ۱۸۸ھ

(۵۶) ابوخالدؒ الاحمرؒ 〃 ۱۹۸ھ

(۵۷) ابواسحاق الفزاریؒ 〃 ۱۸۵ھ

(۵۸) عیسیٰؒ بن یونسؒ 〃 ۱۸۷ھ

(۵۹) عبداللہؒ بن ادریسؒ 〃 ۱۹۲ھ

(۶۰) یحییٰؒ بن یمانؒ 〃 ۱۸۹ھ

(۶۱) حمیدؒ بن عبدالرحمٰنؒ 〃 ۱۹۰ھ

(۶۲) علیؒ بن مسہرؒ 〃 ۱۸۹ھ

(۶۳) عبدالرحیمؒ بن سلیمانؒ 〃 ۱۸۷ھ

(۶۴) ابومعاویہؒ المتوفی سنہ ۱۹۵ھ

(۶۵) مروانؒ بن معاویہؒ 〃 ۱۹۳ھ

(۶۶) حفصؒ بن غیاث 〃 ۱۹۴ھ

(۶۷) وکیعؒ بن الجراحؒ 〃 ۱۹۷ھ

(۶۸) الاشجعیؒ 〃 ۱۸۲ھ

(۶۹) عبدۃؒ بن سلیمانؒ 〃 ۱۸۸ھ

(۷۰) المحاربیؒ 〃 ۱۹۵ھ

(۷۱) محمدؒ بن فضیلؒ بن غزوانؒ 〃 〃

(۷۲) ابواسامہؒ 〃 ۲۰۱ھ

(۷۳) محمدؒ بن بشرؒ 〃 ۲۰۳ھ

(۷۴) یحییٰؒ بن سعیدؒ بن ابانؒ 〃 ۱۹۴ھ

(۷۵) یونسؒ بن بکیرؒ 〃 ۱۹۹ھ

(۷۶) عبداللہؒ بن نمیرؒ 〃 〃

(۷۷) شجاعؒ بن الولیدؒ 〃 ۲۰۴ھ

(۷۸) محمدؒ بن عبیدؒ 〃 〃

(۷۹) یعلیؒ بن عبیدؒ 〃 ۲۰۹ھ

(۸۰) عبداللہؒ بن داؤد الخریبیؒ 〃 ۲۱۳ھ

(۸۱) حسینؒ بن علی الجعفیؒ 〃 ۲۰۳ھ

(۸۲) زیدؒ بن الحبابؒ 〃 ۲۰۳ھ

(۸۳) عبیداللہؒ بن موسیٰؒ 〃 ۲۱۳ھ

(۸۴) اسحاقؒ بن سلیمان القیسیؒ 〃 ۲۰۰ھ

(۸۵) ابواحمد الزبیریؒ 〃 ۲۰۲ھ

(۸۶) یحییٰؒ بن آدمؒ 〃 ۲۰۳ھ

http://mujahid.xtgem.com

(۸۷) داؤد بن یحییٰ بن یمان — المتوفی سنہ ۲۰۳ھ
(۸۸) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزیدؒ — " ۲۱۳ھ
(۸۹) ابونعیم فضلؒ بن دکینؒ — " ۲۱۹ھ
(۹۰) قبیصہؒ بن عقبہؒ — " ۲۱۵ھ
(۹۱) موسیٰ بن داؤد الضبیؒ — " ۲۱۷ھ
(۹۲) خلفؒ بن تمیمؒ — " ۲۰۶ھ
(۹۳) یحییٰؒ بن ابی بکیرؒ — المتوفی سنہ ۲۰۸ھ
(۹۴) زکریاؒ بن عدیؒ — " ۲۱۲ھ
(۹۵) احمدؒ بن عبداللہؒ بن یونس — " ۲۲۷ھ
(۹۶) ابوغسانؒ — " ۲۱۹ھ
(۹۷) خالدؒ بن مخلد قطوانیؒ — " ۲۱۳ھ

یہ یاد رہے کہ ہم نے تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل ہی سے کوفہ کے ان حفاظ حدیث کا ذکر کیا ہے اور ان میں بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابویوسفؒ (المتوفی سنہ ۱۸۲ھ) کا (باوجودیکہ ان کو تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل میں مستقل عنوان دے کر علامہ ذہبیؒ نے بیان کیا ہے) تذکرہ نہیں کیا تاکہ ان کے نام سے مزاجِ یار کہیں برہم نہ ہو جائے۔

اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ تذکرۃ الحفاظ کی بقیہ تین جلدوں اور بیسیوں دیگر اسماء الرجال کی کتابوں میں محدثین کوفہ یا بالفاظِ دیگر کوفہ کے حدیث والوں کی تعداد اور گنتی کا کیا حال ہوگا؟ کیا ہم مصنف حقیقت الفقہ سے دریافت کر سکتے ہیں کہ کیا ان محدثین کوفہ یا کوفہ کے حدیث والوں کی بیان کردہ حدیثوں میں نور کی کوئی کرن اور جھلک ہے یا نہیں؟ صحاحِ ستہ اور خصوصیت سے صحیحین میں تو ان میں سے اکثر حضرات کی حدیثیں آفتابِ نیمروز کی طرح چمک رہی ہیں اور کیا ہم مؤلف نتائج التقلید اور ان کے جملہ مصدقین حضرات سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا ان تمام حضرات کا نام جعفر جعفی ہے؟ اور کیا ان سب بزرگوں کو روائتیں صرف جابر جعفی کے طریق ہی سے حاصل ہوئی ہیں؟ اور کیا ان تمام حضرات کا سرمایۂ حیات لے دے کر جابر جعفی پر ہی ختم ہو جاتا ہے؟ اور کیا ہم جامعۂ سلفیہ کے شیخ الحدیث صاحب سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا آپ کے نزدیک ان اہل کوفہ حضرات کی نقل صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا ان اکابر حفاظِ حدیث کی روایت کی دوسرے رواتِ حدیث کی بیان کردہ حدیثوں سے تطبیق کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور کیا ان کی نقل اور پیش کردہ روایات و احادیث پر کوئی اعتماد و اعتبار کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

قارئینِ کرام! آپ نے بخوبی یہ ملاحظہ کر لیا کہ غیر مقلدین حضرات کا اصل اختلاف تو صرف حضرت

http://mujahid.xtgem.com

امام ابوحنیفہؒ کوفی ہی سے ہے، لہٰذا اُن کے لیے صرف یہی کہہ دینا کافی تھا کہ ہم نہ تو امام ابوحنیفہؒ کو (معاذ اللہ) ثقہ مانتے ہیں اور نہ اُن کی نقل کو اور اگر اس سے بھی آگے نوازش کرنا چاہتے تھے۔ تو یہ کہہ دیتے کہ اُن اہل کوفہ کی نقل کو بھی ہم نہیں مانتے جو حنفی ہیں۔ اگرچہ کلّی طور پر یہ بھی قطعاً باطل ہے۔ مگر صد افسوس تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے متّبعین کی عداوت کے پردہ میں سب اہلِ کوفہ کو کوسا جارہا ہے اور سب پر سے اعتماد ہٹایا جارہا ہے۔ اِس سے بڑھ کر تعصب کی مثال بھی دُنیا میں کوئی ہو سکتی ہے؟ اور اگر کوئی یہ تاویل کرے کہ اہلِ کوفہ سے ہماری مراد ہی حنفی ہیں تو یہ بھی باطل ہے، ہم مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے حوالہ سے اس کی تردید لکھ آئے ہیں اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے۔ تو کیا غیر مقلّدین حضرات کے نزدیک امام یحییٰؒ بن سعید القطانؒ، امام یحییٰؒ بن معینؒ، امام عبداللہؒ بن مبارکؒ، امام وکیعؒ بن الجراحؒ، امام لیثؒ بن سعدؒ اور امام یحییٰؒ بن زکریاؒ بن ابی زائدہؒ وغیرہ وغیرہ سب کی نقل صحیح نہیں؟ اگر ان کی نقل صحیح نہیں تو محدّثین کرامؒ میں کس کی نقل صحیح ہے؟ ہم نے اپنی کتاب "طائفۂ منصورہ" میں تاریخ کے ٹھوس حوالجات سے ان اکابر کا حنفی ہونا ثابت کیا ہے۔ الغرض غیر مقلّدین حضرات کا اہلِ کوفہ کی حدیث دانی کا انکار کرنا چودھویں رات کے نصف السماء چاند اور آفتاب نیمروز کا انکار کرنا ہے جس کو کوئی بھی منصف مزاج تسلیم کرنے پر کبھی بھی آمادہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ متعصّبین کی بات ہی الگ اور جدا ہے۔ اس کا اس جہاں میں کسی کے پاس کوئی علاج نہیں اور اس کے بارے میں ہم صرف یہی عرض کر سکتے ہیں کہ:

باش کہ تا طبل قیامت نزنند

آن تو نیک آید و یا ایں ما

---

http://mujahid.xtgem.com

باب چہارم

امام صاحبؒ کا مقام علم کلام اور فقاہت میں

حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ کی ولادت ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی، جب کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی بعض بزرگ شخصیتیں موجود تھیں اور انہوں نے اکابر تابعینؒ سے علمِ دین حاصل کیا اور فقہ میں تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کا پایہ اتنا بلند ہے کہ اکثر محدثینِ عظامؒ، فقہاء کرامؒ اور جمہور اُمت کیا موافق اور کیا مخالف سب اُن کے فقہی کمال پر متفق اور اُن کی اس خوبی اور کمال میں ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

ومن اراد الفقه فهو عيال على ابى حنيفةؒ — فقہ چاہنے والا امام ابو حنیفہؒ کا خوشہ چین ہے۔ (الکی

(الانتقاء ص ۱۳۶ لابن عبد البرؒ) — سند میں نہ تو احمد بن محمد بن الصلت ہے اور نہ الحارثی)

اور نیز فرماتے ہیں کہ:۔

كان ابو حنيفةؒ وقوله فى الفقه مسلّمٌ فيه — امام ابو حنیفہؒ کا قول فقہ میں مسلّم ہے۔

(الانتقاء ص ۱۳۵)

نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں دیکھا ہے، وہ ایسے شخص تھے کہ اگر تجھ سے اس ستون کے سونا ثابت کرنے کے دلائل پیش کریں لقامَ بحُجَّتِہٖ (بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۳۸ و اکمال ص ۶۲۵) تو وہ ضرور اپنی حجت میں کامیاب رہیں۔

حضرت روحؒ بن عبادہؒ فرماتے ہیں کہ میں ۱۵۰ھ میں مشہور محدث ابنِ جریجؒ کے پاس تھا کہ اچانک حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر آگئی۔ ابنِ جریجؒ نے اِنَّا لِلّٰہِ الخ پڑھ کر صدمہ کے ساتھ

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

یہ فرمایا کہ :-

اتی علم ذھب۔ (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۳۸) کتنا بڑا علم رخصت ہو گیا ہے۔

حضرت مسعرؒ بن کدامؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں مجھے دو آدمیوں پر رشک آتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ پر اُن کی فقہ میں اور حسنؒ بن صالحؒ پر اُن کے زہد میں۔ (ایضاً)

محدث اسرائیلؒ فرماتے تھے کہ نعمانؒ بن ثابتؒ کیا ہی خوب مرد تھے جو ہر ایسی حدیث کے حافظ تھے جس میں فقہ ہوتی تھی اور اس کی وہ خوب بحث و تمحیص کیا کرتے تھے اور اس میں فقہ کی تہ تک پہنچتے تھے۔

محدث عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت معمرؒ کے پاس حاضر تھے۔ اتنے میں امام عبداللہؒ بن المبارکؒ تشریف لائے۔ ہم نے امام معمرؒ سے یہ سُنا، وہ فرما رہے تھے کہ مجھے تو ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر فقہ کی مہارت رکھنے والا کوئی اور نظر نہیں آتا جو مخلوق کے لیے فقہ و قیاس کے ذریعہ راہِ نجات بتانے والا ہو اور میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ محتاط کوئی شخص نہیں دیکھا جو خدا تعالیٰ کے دین میں شک کی کوئی چیز داخل کر کے اپنے نفس کے لیے وبال تیار کرنے پر آمادہ ہو۔

ابوجعفر رازیؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑا پرہیزگار اور کوئی نہیں پایا (بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۳۹)

علامہ ذہبیؒ ان کو الامام الاعظم، فقیہ العراق، امام متورع، عالم، عامل، متقی اور کبیر الشان لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۵۸)

حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ علماء کی بڑی جماعت نے ان کی تعریف کی اور ان کو صاحب فضیلت تسلیم کیا ہے۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۸ طبع مصر)

اور نیز فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام موصوفؒ سے روایت کی اور اُن کی توثیق و تعریف کی ہے، وہ ان لوگوں سے بدرجہا زیادہ ہیں جنھوں نے ان میں (بلاوجہ) کلام کیا ہے۔ (مختصر کتاب العلم ص ۱۹۳)

علامہ خطیب بغدادیؒ باوجود امام صاحبؒ پر انتہائی جرح نقل کرنے کے ان کی ذاتی خوبیوں اور علمی قابلیتوں کا انکار نہیں کر سکے۔ ان کو امام اصحاب الرائے اور فقیہ اہل العراق فرماتے ہیں اور اپنی تاریخ میں امام صاحبؒ کے بہت سے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ج ۱۳

http://mujahid.xtgem.com

من ۳۲۲ تا ۳۶۸) اور بحوالہ امام شافعیؒ یہ نقل کرتے ہیں کہ لوگ علم عقائد و کلام میں امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چیں ہیں۔ (بغدادی جلد ۱۳ ص ۱۶۱)

امام یحییٰؒ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ علماء تو صرف چار ہیں، سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور اوزاعیؒ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶)

امام صدر الائمہ مکی الحنفیؒ (المتوفی ۵۶۸ھ) اپنی سند کے ساتھ امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں صرف نقّالِ حدیث تھا، اور سفیان ثوریؒ علماء کے امیر المومنین تھے، اور سفیانؒ بن عیینہؒ امیر العلماء تھے اور شعبہؒ عیّار الحدیث (یعنی حدیث کی تحصیل کے لیے طواف و حرکت کرنے اور سرگردان رہنے والے بلکہ کسوٹی) تھے اور عبداللہؒ بن المبارکؒ صرّاف الحدیث تھے اور یحییٰؒ بن سعیدؒ قاضی العلماء تھے اور فرماتے ہیں کہ:۔

وابا حنیفۃؒ قاضی قضاۃ العلماء ومن قال لک سوی ھذا فارمہ فی کناسۃ بنی سلیم (مناقب موفق جلد ۲ ص ۲۵ طبع حیدرآباد دکن)	ابوحنیفہؒ علماء کے قاضی القضاۃ تھے۔ جو شخص تجھے اس کے علاوہ کوئی اور بات کہے تو تم اس کو بنو سلیم کی غلاظت اور گندگی ڈالنے کی جگہ (یعنی کوڑی میں) ڈال دو

حسنؒ بن صالحؒ بن حیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ مجھدار عالم اور متثبّت فی العلم تھے۔ (الانتقاء ص ۱۲۸ و تانیب الخطیب ص ۱۵۴)

مشہور مؤرخ محمدؒ بن اسحاقؒ بن ندیمؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

والعلم برّاً وبحراً وشرقاً وغرباً بعداً وقرباً تدوینہٗ رضی اللہ عنہٗ (فہرست ابن ندیم ص ۲۹۹ مکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی بمصری)	علم بر و بحر، مشرق و مغرب اور بعد و قرب میں جتنا بھی مدون ہوا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا مدوّن کیا ہوا ہے۔

علامہ مجدؒ بن اثیر الشافعیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص لُطف اور بھید اس میں مضمر نہ ہوتا تو اُمّتِ محمدیہ کا تقریباً نصف حصّہ کبھی امام ابوحنیفہؒ کی پیروی نہ کرتا اور اس جلیل القدر امام کے مسلک پر عامل ہو کر اور ان کی تقلید اختیار کر کے کبھی تقرّبِ خداوندی حاصل کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ (محصلہ جامع الاصول، بحوالہ تقدمہ نصب الرایہ ص ۳۹)

http://mujahid.xtgem.com

حافظ ابنِ کثیر الشافعیؒ (المتوفیٰ ۷۷۴ھ) امام صاحبؒ کی تعریف ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں کہ الامام، فقیہ العراق، احد الائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام احد ارکان العلماء احد الائمۃ الاربعۃ، اصحاب مذاهب المتبوعۃ (البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ ص۱۰۷)

مؤرخِ اسلام علامہ ابنِ خلدونؒ لکھتے ہیں کہ :-

ومقامہ فی الفقہ لا یلحق شہد لہ بذلک اہل جلدتہ وخصوصاً مالک والشافعیؒ اھ (مقدمہ ص۴۴۸ طبع مصر)

فقہ میں ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ کوئی دوسرا ان کا نظیر نہیں ہو سکتا اور ان کے ہم عصر علماء نے ان کی اس فضیلت کا اقرار کیا ہے خصوصاً امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے۔

امام ابنِ حجر مکیؒ الشافعیؒ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں کہ :-

قال بعض الائمۃ لم یظہر لاحد من ائمۃ الاسلام المشہورین مثل ما ظہر لابی حنیفۃؒ من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء وجمیع الناس بمثل ما انتفعوا بہ وباصحابہ فی تفسیر الاحادیث المشتبہۃ والمسائل المستنبطۃ والنوازل والقضاء والاحکام جزاہم اللہ خیراً (الخیرات الحسان ص۲۳، ۲۴ طبع مصر)

بعض ائمہؒ نے کہا ہے کہ مشہور ائمہ اسلام کے مقلد اور شاگرد جتنے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہیں اتنے اور کسی کے نہیں اور علماء و اکثر لوگوں کو مشتبہ احادیث کی تفسیر اور مسائل قیاسی اور قضاء اور احکام میں جتنا فائدہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے حاصل ہوا ہے وہ اور کسی سے حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

مزید تائید: حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سبھی لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین اور عیال ہیں۔ ان کو منجانب اللہ فقہ کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔ اور نیز فرماتے ہیں کہ :-

من اراد ان یعرف الفقہ فلیلزم ابا حنیفۃؒ واصحابہ فان الناس کلہم عیال علیہ فی الفقہ۔ (تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۴۶ ومناقب موفق ج۲ ص۳۱)

جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے نقش قدم پر چلے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام صاحبؒ کے خوشہ چیں ہیں۔

امام حافظ الدین کردری الحنفیؒ (المتوفیٰ ۸۲۷ھ) امام شافعیؒ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ :-

http://mujahid.xtgem.com

ما رأیت افقہ منہ (مناقب کردری صفحہ ۹ ج ۱)
وکذا فی مفتاح السعادۃ صفحہ ۲۷ واکمال صفحہ ۶۲۵) میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا۔

حضرت فضیلؒ بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ فقیہ تھے اور فقہ وورع کے ساتھ مشہور تھے

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر حدیث کی تفسیر جاننے والا اور فقہی نکات کو پرکھنے اور ان کے مواقع کا علم رکھنے والا اور کسی کو نہیں دیکھا۔ نیز فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی امام ابو حنیفہؒ سے کسی مسئلہ میں مخالفت کی ہے تو غور کرنے کے بعد ان کی رائے اور مسلک ہی آخرت کے سلسلہ میں زیادہ نجات دہندہ پایا۔ (لتقویٰ تو انہی کے قول میں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے از روئے فتویٰ امام ابو یوسفؒ نے بہت سے مسائل میں امام صاحبؒ سے اختلافِ رائے بھی کیا ہے۔ صفدر) اور فرماتے ہیں کہ :

وکنت ربما ملت الی الحدیث وکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی ۔

میں بسا اوقات کسی حدیث کی طرف مائل ہو جاتا مگر معلوم ہوتا کہ امام ابو حنیفہؒ صحیح حدیث کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

امام اعمشؒ نے قاضی ابو یوسفؒ کو طعنہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ تمہارے ساتھی ابو حنیفہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول عتق الامۃ طلاقھا الخ (لونڈی کی آزادی ہی اس کی طلاق تصور ہوگی) کیوں ترک کیا ہے؟ وہ فرمانے لگے۔ آپ کی بیان کردہ اس حدیث کی بنا پر جو آپ نے ابراہیمؒ عن الاسودؒ عن عائشہؓ کی سند سے امام ابو حنیفہؒ سے بیان کی ہے کہ جب حضرت بریرہؓ آزاد ہوئیں تو ان کو اپنے خاوند (حضرت مغیثؓ) کے نکاح میں رہنے یا علیحدہ ہو جانے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس پر اعمشؒ فرمانے لگے کہ واقعی ابو حنیفہؒ بڑے ہی سمجھدار ہیں۔

عبداللہؒ بن ادریسؒ ایک موقع پر امام ابو حنیفہؒ کی آمد پر اُن کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس پر اُن کے کچھ رفقاء نے جن میں امام ابو بکرؒ بن عیاشؒ بھی تھے معترض ہوئے کہ آپ اس شخص کے لیے کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ابو حنیفہؒ کا پایہ علم میں بہت بلند ہے اگر میں اُن کے علم کے لیے نہ کھڑا ہوتا تو اُن کی عمر کے لحاظ سے کھڑا ہوتا اور اگر عمر کا لحاظ بھی نہ کرتا تو قمت لفقھہ (اُن کی فقہ کے لیے کھڑا ہوتا)۔ اگر فقہ کے لیے بھی نہ کھڑا ہوتا تو اُن زہد کے لیے کھڑا ہوتا۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۲)۔

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ جامع الکمالات ہیں اس لیے ان کی ایک ایک خوبی بزبانِ حال انکی تعظیم و تکریم کی دعوت دیتی ہے اور حق یہ ہے کہ ؎

یہ رُتبۂ بلند مِلا جس کو مِل گیا

ابو مطیع الحکمؒ بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی صاحبِ حدیث امام سفیان ثوریؒ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا مگر ابوحنیفہؒ ان سے بھی بڑھ کر فقیہ تھے۔

ابُو عاصم النبیلؒ سے سوال کیا گیا کہ سفیانؒ بڑے فقیہ ہیں یا ابوحنیفہؒ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ امام ابُوحنیفہؒ کے شاگرد اور غلام بھی فقہ میں سفیانؒ سے بڑھ کر ہیں۔ (بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۴۲) نیز انہوں نے یہ فرمایا کہ ابُوحنیفہؒ فقیہ اور تام الفقہ ہیں اور سفیانؒ تو متفقہ ہیں (ایضاً ص ۳۴۳)۔

امام یزیدؒ بن ہارونؒ (المتوفی ۲۰۶ھ) جو الحافظ القدوۃ اور شیخ الاسلام تھے اور وہ اپنے وقت کے عابد و زاہد حضرات میں شمار ہوتے تھے، چالیس سال سے زیادہ عرصہ انہوں نے عشائ کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۲) سے سوال کیا گیا کہ سفیانؒ زیادہ افقہ ہیں، یا ابُوحنیفہؒ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ابُوحنیفہؒ زیادہ افقہ ہیں۔ (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۴۲)

ابُومسلم المستملیؒ نے امام ابُوخالد یزیدؒ بن ہارونؒ سے دریافت کیا کہ آپ کی ابُوحنیفہؒ اور اُن کی کتابیں دیکھنے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ:۔

انظروا فیھا ان کنتم تریدون ان تفقھوا فانی ما رأیت احدا من الفقھاء یکرہ النظر فی قولہ۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۲)	اگر تم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کی کتابوں کو ضرور دیکھو کیونکہ میں نے فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو ان کے قول کو دیکھنا ناپسند کرتا ہو۔

نیز امام یزیدؒ بن ہارونؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے امام ابُوحنیفہؒ سے بڑھ کر حلیم کوئی نہیں دیکھا، وہ صاحبِ فضل و دین اور متورع تھے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھتے تھے اور صرف وہی کام اور باتیں کرتے تھے جو لایعنی نہیں ہوتی تھیں۔ (الخیرات الحسان ص ۵۳)

امام یزیدؒ بن ہارونؒ سے پوچھا گیا کہ آدمی فتویٰ دینے کا مجاز کب ہوسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب ابُوحنیفہؒ کی مثل اور ان کی طرح (فقیہ) ہو جائے۔ اُن سے سوال کیا گیا کہ اے ابُوخالدؒ آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں اس سے بھی زیادہ کہتا ہوں کیوں کہ میں نے ابُوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ اور متورع کوئی

http://mujahid.xtgem.com

اور نہیں دیکھا۔ میں نے اُن کو دھوپ میں ایک شخص کے دروازہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں نے سوال کیا کہ آپ دیوار کے سایہ میں کیوں نہیں چلے جاتے، وہ کہنے لگے کہ مالک مکان پر میرا قرضہ ہے۔ میں نہیں پسند کرتا کہ مقروض و مدیون کے مکان اور دیوار کے سایے کے نیچے بیٹھ کر اس سے منتفع ہوں" اس سے زیادہ تقویٰ اور ورع اور کیا ہوگا؟ (مناقب موفق ج ۱ ص ۱۴۱ و مناقب کردری جلد ۱ ص ۲۱۹)

امام یزیدؒ بن ہارونؒ ہی فرماتے ہیں کہ:۔

كتبت عن الف شيخ حملت عنهم العلم فما رأيت والله فيهم اشد ورعًا من ابى حنيفةؒ ولا احفظ للسانه

میں نے ایک ہزار استاد سے علم لکھا اور حاصل کیا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی قسم میں نے ان سب میں ابُوحنیفہؒ سے بڑھ کر صاحب ورع اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

(مناقب موافق ج ۱ ص ۱۹۵)

حضرت یزیدؒ بن ہارونؒ بطریق مغیرہؒ امام ابراہیمؒ کا کوئی قول سنا رہے تھے۔ ایک شخص نے اٹھ کر یہ سوال کیا کہ اے شیخ ہم سے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیثیں بیان کیجئے، لوگوں کے قول چھوڑیئے، یزیدؒ بن ہارونؒ نے برہم ہو کر فرمایا، اے احمق، یہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی احادیث کی تفسیر ہے، اور تو آپ کی حدیث کو کیا کرے گا جب تو نے ان کا معنیٰ اور تفسیر ہی نہ سمجھی۔

ولكن همتكم السماع والجمع لو كان همتكم العلم لطلبتم تفسير الحديث ومعانيه ونظرتم فى كتب ابى حنيفةؒ وفى اقاويله فيفسر لكم الحديث وزجر الرجل واخرجه من مجلسه۔ (مناقب موفق جلد ۲ ص ۴۸)

لیکن تمہارا مقصد تو صرف سُن لینا اور حدیثوں کو جمع کر لینا ہی ہے۔ اگر تمہارا مطلوب علم کا حاصل کرنا ہوتا تو تم حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی بھی طلب کرتے اور ابُوحنیفہؒ کی کتابوں اور ان کے اقوال کو دیکھتے اور تمہارے سامنے حدیث کی تفسیر منکشف ہوتی، یہ کہتے ہوئے اس شخص کو جھڑک کر مجلس سے نکال دیا۔

یہی یزیدؒ بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اقاويل ابى حنيفةؒ لا يحبها الا الذكى من

امام ابُوحنیفہؒ کے اقوال کو صرف ذکی لوگ ہی پسند کرتے

http://mujahid.xtgem.com

الرجال ولا یضبطها الا الفهیم منهم — ہیں اور ان کے اقوال کو فقط وہی اشخاص ضبط کر سکتے ہیں جو فہیم ہوں۔

(مناقب موفق جلد ۲ صفحہ ۴۸)

علامہ تاج الدین السبکی الشافعیؒ (المتوفی ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وفقه ابی حنیفةؒ دقیق۔ — ابو حنیفہؒ کی فقہ گہری اور باریک ہے۔

(طبقات الشافعیۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴، طبع مصر)

یہی وجہ ہے کہ بعض کم سواد اور نااہل لوگ اس کی دقت اور باریکی تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور اس سے نالاں ہو کر اس میں کیڑے نکالتے ہیں۔ مُتنبّیؒ نے ایک مقام پر کیا خوب کہا ہے۔

بِذِی الْغَبَاوَةِ مِنْ اِنْشَادِهَا ضَرَرٌ — کَمَا تَضُرُّ رِیَاحُ الْوَرْدِ بِالْجُعَلِ

ترجمہ:- یعنی غبی لوگوں کو ان (اشعار) کے پڑھنے سے ضرر پہنچتا ہے، جیسے گلاب کے پھول کی خوشبو سے غلاظت کی گولیاں بنانے والے کیڑوں کو ضرر پہنچتا ہے۔

امام یزیدؒ بن ہارونؒ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کے ساتھ ملاقات کی ہے لیکن میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو زیادہ عقلمند، افضل اور متورّع نہیں دیکھا۔ (بغدادی ج ۱۳ صفحہ ۳۶۴)

امام سفیانؒ بن عُیینہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے ابو حنیفہؒ جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔

ابو یحییٰ الحمانیؒ کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے بہتر کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام ابو بکرؒ بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ افضل اہلِ زمانہ ہیں۔ (مناقب موفق جلد ۲ صفحہ ۲۶)

امام اوزاعیؒ اور عمریؒ دونوں فرماتے ہیں کہ:-

ھو من اعلم الناس بمعضلات المسائل — ابو حنیفہؒ پیچیدہ اور مشکل مسائل کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔

(مناقب کردری جلد ۱ صفحہ ۹۰ و تبییض الصحیفۃ صفحہ ۲۸)

حضرت امام عبد اللہؒ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں سب سے بڑا عابد، سب سے بڑا متقی، سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہ دیکھا ہے، اعبد الناس تو عبد العزیزؒ بن ابی رواّدؒ ہیں اور اورع الناس فضیلؒ بن عیاضؒ ہیں اور اعلم الناس سفیان ثوریؒ ہیں اور افقہ الناس امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اور فرمایا کہ:-

ما رأیت فی الفقه مثله — میں نے فقہ میں ان کا کوئی نظیر نہیں دیکھا۔

http://mujahid.xtgem.com

عبداللہ بن المبارکؒ کا بیان ہے کہ اگر حدیث اور اثر میں فقہ کی ضرورت پیش آئے تو اس میں امام مالکؒ، سفیانؒ اور ابوحنیفہؒ کی رائے معتبر ہوگی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ:۔

وابوحنیفۃؒ احسنہم وادقہم فطنۃ	ابوحنیفہؒ ان سب میں عمدہ اور باریک سمجھ کے مالک
واغوصہم علی الفقہ وھوا فقہ الثلاثۃ	ہیں اور فقہ کی باریکیوں میں غائر نگاہ رکھنے والے اور
(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۳)	تینوں میں بڑے فقیہ ہیں۔

نیز انہوں نے فرمایا کہ جب امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کسی فتویٰ پر متفق ہو جائیں تو پھر ان کے فتویٰ کے آگے (علمی دنیا میں) کون ٹھہر سکتا ہے؟

اور ایک روایت میں ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ کسی فتویٰ پر مجتمع ہو جائیں تو یہ قوی بات ہے، فذالک قوی، اور امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن المبارکؒ نے فرمایا، جب یہ دونوں بزرگ کسی قول پر اتفاق کرلیں تو میرا بھی قول ہوگا فذالک قولی (تاریخ بغداد ص ۳۴۳ ج ۱۳ وتبیض الصحیفۃ ص ۱۷)

عبداللہ بن المبارکؒ کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر فقہ میں اچھا کلام کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی شخص کے لیے اپنی رائے سے کوئی بات کرنی مناسب ہے، تو ابی حنیفہؒ کے لیے یہ مناسب ہے۔ (بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۴۳) امام ابن المبارکؒ نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

افقہ الناس ابوحنیفۃؒ ما رأیت فی الفقہ	لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہؒ ہیں، میں نے
مثلہ وقال ایضاً لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی	ان کی مثل فقہ میں کسی کو نہیں دیکھا نیز انہوں نے یہ
بابی حنیفۃؒ وسفیانؒ کنت کسائر الناس	بھی فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہؒ اور سفیانؒ کے ذریعہ
(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۵۰)	میری امداد نہ فرماتا تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام عبداللہؒ بن المبارکؒ کے سامنے کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ کی شان میں گستاخی کی تو وہ شیر ببر کی طرح گرجتی ہوئی آواز میں فرمانے لگے ویحک۔ تعجب ہے تجھ پر تو اس شخص کی شان میں گستاخی کر رہا ہے جس نے پینتالیس سال پانچ نمازیں ایک وضو سے پڑھی ہیں اور جو رات کو پورا قرآن کریم دو رکعتوں میں ختم کرتا رہا ہے، اور پھر فرمایا کہ:۔

وتعلمت الفقہ الذی عندی من ابی حنیفۃؒ	میں نے جو علم فقہ حاصل کیا ہے تو وہ ابوحنیفہؒ ہی سے

http://mujahid.xtgem.com

حاصل کیا اور سیکھا ہے۔
(بغدادی ص ۳۵۵ ج ۱۳ و مناقب موفق ص ۲۳۶ ج ۱ و تبییض الصحیفہ ص ۲۵)

امام عبداللہؒ بن المبارکؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بڑی تعریف اور مدح کی ہے اور بہت سے اشعار بھی انہوں نے امام صاحبؒ کی تعریف میں کہے ہیں، چند یہ ہیں ؎

لقد زان البلاد ومن علیہا — امام المسلمین ابوحنیفۃ

بلاشبہ شہروں اور ان پر بسنے والوں کو — امام المسلمین ابوحنیفہؒ نے زینت بخشی ہے

بآثار وفقہ فی حدیث — کآثار الزبور علی الصحیفۃ

احادیث اور حدیث کی درایت کے ساتھ جو اپنے رموز اور اسرار میں نشانات کی طرح صحیفہ پر چمکتے ہیں۔

(تبییض الصحیفہ ص ۲۵ ومقدمہ عدۃ الرعایۃ ص ۳۲ لمولانا عبدالحیؒ)

عبداللہؒ بن داؤدؒ فرماتے ہیں کہ جب تم آثار یا حدیث و ورع حاصل کرنا چاہو تو سفیان ثوریؒ سے حاصل کرو۔

واذا اردت تلك الدقائق فابوحنیفۃ — اور جب تم فقہ کی باریکیاں حاصل کرنا چاہو تو ابوحنیفہؒ سے حاصل کرو۔

محمدؒ بن بشرؒ کا بیان ہے کہ میں امام سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ تو جب میں سفیانؒ کے پاس حاضر ہوتا تو وہ فرماتے، تم کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں تو وہ فرماتے کہ :

لقد جئت من عند افقہ اہل الارض — واقعی تم تو زمین کے فقیہ تر انسان کے پاس سے آئے ہو۔

ابونعیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ مسائل کے بارے میں نہایت ہی باریک بین واقع ہوئے ہیں۔ (صاحب خوض فی المسائل)۔

عبداللہؒ بن داؤد الخریبیؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز میں ابوحنیفہؒ کے لیے دعا کریں کیونکہ انہوں نے حدیث وفقہ کو ان کے لیے محفوظ کیا ہے۔ (بغدادی ص ۳۴۴ ج ۱۳)

عبداللہؒ بن یزید مقریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی نوجوان ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

شدادؒ بن حکیمؒ کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

http://mujahid.xtgem.com

حضرت مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ ابُوحنیفہؒ اَعلمؒ اہل زمانہ تھے۔

نضرؒ بن شمیلؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ سے غافل اور بے خبر و خفتہ تھے۔ ابُوحنیفہؒ نے اُن کو جگایا ہے

امام یحییٰؒ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے امام ابُوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر رائے کسی کی نہیں سُنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال لے لیے ہیں۔ (بغدادی جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۵)

امام یحییٰؒ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ قرأت میرے نزدیک حمزہؒ کی معتبر ہے اور فقہ ابُوحنیفہؒ کی۔ میں نے اسی پر لوگوں کو پایا ہے۔ (بغدادی جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۷ و مناقب جلد ۲ صفحہ ۲۱ و مناقب کروری صفحہ ۹ ج ۱)

امام سفیانؒ بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کے بارے میں میرا یہ خیال بھی نہ تھا کہ وہ کوفہ کے پل سے تجاوز کریں گی حالانکہ وہ تو آفاق تک پہنچ چکی ہیں ایک حمزہؒ کی قرأت اور دوسری ابُوحنیفہؒ کی فقہ۔

ابراہیمؒ بن عکرمہ المخزومیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابُوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو متورع اور بڑا فقیہ نہیں دیکھا (بغدادی ج ۱۳ صفحہ ۳۴۷)

علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی سنہ ۹۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام ابُوحنیفہؒ کی مقبولیت کا کوئی خاص راز اور بھید نہ ہوتا تو امت کا ایک نصف حصّہ کبھی ان کی تقلید پر مجتمع نہ ہوتا۔ (تکملۃ مجمع البحار ج ۳ صفحہ ۵۴۲)

نواب صدّیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابُوحنیفہؒ کوفی وے چنانکہ در علم دین منصب امامت دارد ہمچناں در زہد و عبادت امام سالکان است (تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار صفحہ ۹۳)

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ندوی لکھتے ہیں کہ امام ابُوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ جنہیں فہم و فکر کا خارقہ کہنا چاہیے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے الخ (الاعتصام صفحہ ۲ کالم ۹ فروری سنہ ۱۹۶۱ء)

حضرت میاں سید نذیر حسین صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ حضرت امام ابُوحنیفہؒ کے متعلّق فرمایا کرتے تھے کہ "کیونکہ آپ کا مجتہد متبع سنّت متقی اور پرہیزگار ہونا ہی آپ کی فضیلت کے لیے کافی ہے اور آیۃ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی بشارت آپ کے لیے خود قرآن مجید میں موجود ہے مگر اکثر اہلِ نقل حضرت کی تابعیت کے قائل نہیں اس لیے تابعیت کا دعویٰ کرنا فضول ہے۔ (الحیات بعد الممات صفحہ ۵۹۳)

ہم نے البیان الازہر کے مقدمہ میں چوٹی کے محدّثین کرامؒ مثلاً امام خطیب بغدادیؒ، امام ابن عبد البرؒ

http://mujahid.xtgem.com

علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ رؤیت کے لحاظ سے تابعی ہیں، اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہاں روایت کے بارے میں انکار تابعیت الگ بحث ہے، لیکن صحابیت اور تابعیت کے ثبوت کے لیے صرف رؤیت کافی ہے نہ کہ روایت۔ ہم نے احسن الکلام میں بھی اس پر باحوالہ بحث کی ہے۔

حضرت ملا علی ن القاری الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ جمہور علماء اہلِ حدیث اس کے قائل ہیں کہ صرف صحابی کی ملاقات سے آدمی تابعی ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے طول صحبت اور نقل روایت شرط نہیں ہے۔ (ذیل الجواہر جلد ۲ ص ۵۳۶)

مشہور مؤرخ محمد بن اسحاقؒ بن ندیمؒ فرماتے ہیں کہ:

وكان من التابعين لقي عدة من الصحابة وكان من الورعين الزاهدين اھ (فہرست ابن ندیمؒ ص ۲۹۸)

امام ابوحنیفہؒ تابعین میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے اور وہ متورعین اور زاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علم وفضل، تقویٰ اور ورع وغیرہ صفاتِ حمیدہ پر متعدد حوالے اور اقتباسات آئندہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ ان شاء اللہ العزیز آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان تمام پیش کردہ حوالوں سے یہ بات بخوبی روشن ہو جاتی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی فقاہت اور علمی برتری اور فوقیت کے گیت صرف احنافِ کرام ہی نہیں گاتے بلکہ موالک وشوافع، حنابلہ وغیر مقلدین محدثین وفقہاء، عرفاء وصوفیاء وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) ہر مسلک اور ہر طبقہ کے حضرات ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اُمّت کی اکثریت نے جس طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علم و دیانت پر اعتماد کر کے ان کی خوشہ چینی کی ہے وہ حضرات صحابہ کرامؓ اور کبار تابعینؒ کے بعد اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکا اور علم وعرفان اور حدیث وفقہ کی ہزاروں شمعوں کے ہوتے ہوئے جس طرح آتشِ علم بجھانے کے لیے پروانے ان کے گرد جمع ہوئے ہیں وہ اور کسی پر جمع نہیں ہوئے۔ کیا خوب کہا گیا ہے کہ ؎

سرِ بزمِ فلک شب بھر ہزاروں شمعیں جلتی ہیں
مگر اس محفلِ گردوں میں پروانے نہیں دیکھے

http://mujahid.xtgem.com

بشارت :-

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مناقب وفضائل کے سلسلہ میں بعض غلط کار اور نادان دوستوں نے کچھ جعلی حدیثیں بھی گھڑی اور پیش کی ہیں مگر امام موصوفؒ کے مزایا اور کمالات ثابت کرنے کے لیے ہمیں تنکوں کے اس پل کی ہرگز حاجت نہیں ہے اور نہ موصوفؒ کی فضیلت ومنقبت اس کی محتاج اور مفتقر ہے کیوں کہ عیاں راچہ بیاں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر دست مبارک رکھ کر پھر یہ ارشاد فرمایا کہ :-

لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال او رجل من ھؤلاء (بخاری جلد ۲ ص ۷۲۷ واللفظ له، ومسلم ج ۲ ص ۳۱۲)

اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ جائے تو کئی مرد یا ایک مرد ان فارسی نسل کے لوگوں میں سے اس کو ضرور پالے گا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

لو کان الدین عند الثریا لذھب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناوله۔

(مسلم ج ۲ ص ۳۱۲)

اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو لا محالہ فارسی نسل کا ایک آدمی اس کو حاصل کرے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فارسی الاصل ہونا تاریخی طور پر ایک کھلی حقیقت ہے اور یہ صحیح حدیث جس طرح اور متعدد فارسی نسل کے علماء ربانی اور خادمانِ دین کی فضیلت ثابت کرتی ہے (کیونکہ رجال من ھؤلاء بصیغۂ جمع آیا ہے) اسی طرح اس کا ایک مصداق یا بالفاظِ دیگر اولین مصداق حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ :-

اقول قد بشر صلی اللہ علیه وآله وسلم بالامام ابی حنیفةؒ فی الحدیث الذی اخرجه ابونعیم فی الحلیة عن ابی ھریرةؓ

میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی بشارت دی ہے جس کو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوھریرہؓ

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوکان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس۔ واخرج الشیرازی فی الالقاب عن قیس ابن سعد بن عبادۃؓ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لوکان العلم معلقاً بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس وحدیث ابی ھریرۃؓ اصلہ فی صحیح البخاری ومسلم اھ (تبییض الصحیفۃ ص ۳)

سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر علم ثریا میں بھی ہو تو لابدی ہے کہ ابناء فارس اس کو حاصل کریں گے اور شیرازیؒ نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم ثریا میں بھی لٹکا ہوا ہو تو ابناء فارس سے ایک قوم اس کو ضرور حاصل کریگی اور حضرت ابوہریرہؓ کی اصل حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔

موارد الظمآن اور مسند احمد کی روایت یوں آتی ہے کہ :۔

لوکان العلم بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس (مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۲ و موارد الظمآن ص ۵۷۴)

اگر علم ثریا میں بھی ہو تو ضرور اس کو ابناء فارس میں سے کچھ لوگ حاصل کریں گے۔

راقم کہتا ہے کہ اگر لفظ علم نہ بھی ہو یا یوں کہہ لیجئے کہ اس کا ثبوت بھی نہ ہو تو بھی لفظ ایمان اور دین جو بخاری اور مسلم کی روایت میں موجود ہے کیا کم ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ وکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم (بخاری ج ۱ ص ۱۳ فی ترجمۃ باب ومسلم ج ۱ ص ۵۴)

دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے کہا کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول اور ائمۃ المسلمین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی ہے۔

(اور ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۰ میں ان الدین النصیحۃ تین مرتبہ آیا ہے)

الغرض دین کا لفظ اتنا اور ایسا جامع ومانع لفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہستی کتاب اللہ، ائمۃ المسلمین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا ہی دین ہے، جس کو یہ دولت نصیب ہوگئی اس کو اور کس چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اور یہ خوبی کتاب اللہ اور ارشادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کیسے حاصل ہو سکتی

http://mujahid.xtgem.com

ہیں؟ اس کے بغیر علم اور کیا شے ہے؟ حضرت امام نووی الشافعیؒ اس کی شرح میں نقل کرتے ہیں کہ:۔

وقد یتناول (وفی نسخۃ یتاول) ذالك علی الائمۃ الذین ھم علماء الدین وان من نصیحتھم قبول ماروو وتقلیدھم فی الاحکام واحسان الظن بھم اھ (شرح مسلم جلد ا صفحہ ۵۴)

اور کبھی اس کا مصداق وہ ائمہ دین ہوتے ہیں جو دین کے جاننے والے ہیں اور ان کی خیرخواہی یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے روایت کیا ہو اس کو قبول کیا جائے اور احکام میں ان کی تقلید کی جائے اور ان کے ساتھ حُسن ظنی کی جائے۔

جو حضرات امام نوویؒ کو غیر مقلد ثابت کرتے ہیں وہ اس حوالہ کو پیش نظر رکھیں، مزید بحث طائفہ منصورہ اور الکلام المفیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن حجر مکی الشافعیؒ ایک مستقل عنوان قائم کرکے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بشارت کی حدیث امام بخاریؒ، مسلمؒ، ابونعیم شیرازیؒ اور طبرانیؒ وغیرہ کے حوالے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کرکے آگے لکھتے ہیں کہ:

قال الحافظ المحقق الجلال السیوطی ھذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ بابی حنیفۃ وفی الفضیلۃ التامۃ الی ان قال، قال بعض تلامذۃ الجلال وماجزم بہ شیخنا من ان الامام اباحنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لاشك فیہ اھ (الخیرات الحسان صفحہ ۱۳ ج)

حافظ محقق جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی بشارت اور فضیلت تامہ کے لیے یہ ایک صحیح اور قابل اعتماد اصل ہے (پھر فرمایا کہ) جلال الدینؒ کے بعض شاگرد فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد اور شیخ نے جزم کے ساتھ جو یہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ ہی اس حدیث سے مراد ہیں یہ بالکل واضح اور ظاہر بات ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

فیض الباری جلد ا صفحہ ۲۰ میں ہے لم یکن مقلدًا الا انہ لم یکن متعصبا۔ اھ اور پیر بدیع الدین شاہ صاحب لکھتے ہیں، نیز سندھ میں کئی اکابر علماء گزرے ہیں جو کہ تقلید سے بیزار تھے مثلاً شیخ معین الدین ٹھٹھوی مصنف دراسات اللبیب اھ۔ تنقید سدید صفحہ ۴۰۔

اور علامہ محمد معین السندی (المتوفی ۱۱۶۱ھ) باوجود شیعہ اور قیاس وتقلید کے منکر ہونے کے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں متعصبین کی کوئی جرح قابل قبول نہیں ہے کیونکہ:۔

وعظیم منقبتہ الذی نال بھا العلم فی

وہ تو اس عظیم منقبت کے مالک ہیں جس سے انہوں

http://mujahid.xtgem.com

الثریا علی ما یشیر الیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان العلم فی الثریا لنالہ رجال من فارس اھ۔
(دراسات اللبیب ص۲۸۹ طبع لاہور)

نے ثریا سے علم حاصل کیا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر علم ثریا میں بھی ہو تو اس کو ضرور فارسی نسل کے کچھ لوگ حاصل کر لیں گے۔

حضرت شاہ احمدؒ بن عبدالرحیم ولی اللہ الدھلوی الحنفیؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:۔

"وروزے درحدیث لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجال اورجل من ھٰؤلاء یعنی اہل فارس وفی روایۃ لنالہ رجال من ھٰؤلاء بلاشک مذاکرہ کردیم فقیر گفت امام ابوحنیفہؒ دریں حکم داخل است کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ را بردست وے شائع ساخت وجمع از اہل اسلام را بآں فقہ مہذب گردانید خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است وبس ودر جمیع بلدان جمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند وقضاۃ واکثر مدرسان واکثر عوام حنفی" (کلمات طیبات یعنی مجموعۂ مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ص۱۶۸ طبع مجتبائی دھلی)

نیز حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"بلکہ امام ابوحنیفہؒ ویاران ماوراء النہر وخراسان اونیز از اہلِ فارس اند ودرمیان این بشارت داخل" (ازالۃ الخفاء ج۱ ص۲۷۱ طبع صدیقی دھلی)

اور نواب صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"صواب آنست کہ ہم امام (ابوحنیفہؒ) دراں داخل است وہم جملہ محدثین فرس باشارۃ النص (اتحاف النبلاء ص۴۲۴)

ان صاف اور صریح حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ لوکان الدین عند الثریا وغیرہ کے الفاظ سے جو حدیث آتی ہے، اس کا اولین مصداق ہیں اور یہ دروازہ کسی اور کے لیے بھی بند نہیں ہے، اور حضرت امام بخاریؒ وغیرہ دیگر خادمانِ دین اور علماء ربانی بھی اس میں شامل ہیں۔ جنہوں نے روایت ودرایت، لفظ ومعنی کی امانت کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ کر کے امت مرحومہ تک پہنچانے کی سعی کی اور جو بزبانِ حال یوں کہتے ہیں کہ ؎

http://mujahid.xtgem.com

اٹھاتے کیا زمین و آسماں بارِ امانت کو!
ہمیں دونوں جہاں میں حاملِ بارِ گراں نکلے

دیانت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خوبیاں اور کمالات انسان کو حاصل ہیں، ان میں ایک عمدہ خوبی اور خصلت دیانت بھی ہے، اور دیانت دار آدمی کو جس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ مخفی نہیں ہے، یہ خوبی بھی خالقِ کائنات نے حضرت ابوحنیفہؒ کو علیٰ وجہ الاتم مرحمت فرمائی تھی۔ کتبِ تاریخ اور مناقب میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ہم صرف اپنے دعوے کی تنویر کے لیے چند مثالیں عرض کرتے ہیں:۔

امام وکیعؒ بن الجراح فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں ایک عورت ریشمی کپڑا لے کر آئی اور کہنے لگی کہ یہ کپڑا آپ فروخت کر دیں۔ امام صاحبؒ نے سوال کیا، کتنے میں؟ وہ کہنے لگی، سو میں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی قیمت سو سے زیادہ ہے۔ پھر فرمایا کہ کتنے میں یہ کپڑا چلا جائے؟ اس نے ایک سو روپیہ اور زیادہ کیا حتیٰ کہ چار سو تک اس نے قیمت بتائی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ وہ کہنے لگی، آپ مجھ سے استہزاء نہ کریں کام کریں۔ فرمایا کہ سچ مچ اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے۔ چنانچہ اس کپڑے کی صحیح قیمت پانچ سو پڑی اور وہ اتنے میں بکا۔ (مناقب موفق ج ۱ ص ۱۲۲) اگر ہمارا زمانہ یا ہمارے دور کا کوئی بڑے سے بڑا صاحبِ علم و فضل تاجر بھی ہوتا تو اغلب ہے کہ جب اس عورت نے سو کہا تھا تو اس کو اسی یا نوے پر ٹرخا دیا جاتا مگر امام موصوفؒ کی دیانت اس خود غرضی اور حیلہ سازی سے بالکل بے نیاز تھی۔

مسعرؒ بن عبد الملکؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحبؒ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا۔ آپ نے پوچھا۔ اس کی کتنی قیمت ہے؟ وہ بولا، ایک ہزار، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کی قیمت اس سے بدرجہا زیادہ ہے، حتیٰ کہ آٹھ ہزار درہم پر ان کا معاملہ طے ہوا۔ (ایضاً ج ۱ ص ۲۱۹)

ایک دفعہ حضرت امام صاحبؒ کے ایک شاگرد نے ان کی غیر حاضری میں مدینہ طیبہ کے

http://mujahid.xtgem.com

ایک باشندہ پر چار سو روپے کی قیمت کا گرم کپڑا دھوکہ سے ایک ہزار درہم پر فروخت کر دیا جب حضرت امام صاحبؒ کو اس کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ کی اور اس کو دوکان کے سلسلہ سے الگ کر دیا، اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہو لیے، جب اس سے مدینہ طیبہ میں جا ملے تو کافی اصرار و تکرار کے بعد ،

فرد علیه الستمائة وترك علیه الثوب ورجع إلى الكوفة اهـ (مناقب موفق ج ۱ ص ۱۹۸)

چھ سو درہم اسے واپس کر دیے اور کپڑا اس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ آتے۔

اس سے زیادہ دیانت، خدا پرستی اور خشیتِ الٰہی کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

ایک دفعہ ان کے غلام نے ان کے مال میں تجارت کی اور تیس ہزار روپیہ نفع کمایا مگر اسمیں امام موصوفؒ کے خیال میں خرابی تھی:-

ففرق ذلك كله، وهو ثلثون الف درهم على الفقراء اهـ (ایضاً ج ۱ ص ۲۰۳)

یہ تیس ہزار درہم انہوں نے سب کے سب فقراء پر تقسیم کر دیے۔

امام عبداللہؒ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ لوٹ مار کی کچھ بکریاں ایک دفعہ کوفہ آگئیں اور کوفہ والوں کی بکریوں سے ان کا اختلاط ہو گیا۔ امام صاحبؒ نے دریافت کیا کہ:-

كم تعيش الشاة قالوا سبع سنين فترك اكل لحم الغنم سبع سنين۔ (مناقب موفق ج ۱ ص ۲۰۵)

بکری زیادہ سے زیادہ کتنا عرصہ زندہ رہتی ہے؟ لوگوں نے کہا سات سال، چنانچہ امام صاحبؒ نے سات سال تک بکری کا گوشت ترک کر دیا۔

امام ابن حجر مکیؒ الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ صرف ایک بکری اس سے بکریوں میں مل جل گئی تھی اور پھر یہ واقعہ نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:-

تورعا منه لاحتمال ان تبقى تلك الشاة الحرام فيصادف اكل شيئ منها فيظلم قلبه اهـ (الخيرات الحسان ص ۷)

امام موصوفؒ نے محض ورع کی بنا پر ایسا کیا کیونکہ احتمال تھا کہ وہی حرام بکری اس مدت تک باقی رہ جاتی اور اس کو کھانے کی وجہ سے ان کے دل میں تاریکی پیدا ہو جاتی۔

غور فرمایئے اس تورع و اتقاء اور زہد و دیانت پر کہ انہوں نے محض اس شبہ کی بنا پر سات

http://mujahid.xtgem.com

سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا کہ کہیں اُسی حرام بکری کا گوشت ہی اس طرح نہ کھا جائیں حالانکہ سینکڑوں جائز اور حلال بکریاں بھی روزانہ کوفہ میں ذبح ہوتی تھیں اور ایسے موقع پر بکری کے گوشت کے کھانے میں شرعاً کوئی قباحت بھی نہ تھی، مگر امام موصوفؒ کی نظر صرف فتویٰ ہی پر نہ تھی، تقویٰ پر بھی تھی، اور ان کا ورع و تقویٰ اس پر مجبور کرتا تھا پھر یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ جو پارسائی کے اس بلند مقام پر فائز ہو، وہ قصداً و ارادۃً خدا تعالےٰ کے دین اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شریعت کو بدل ڈالتا ہوگا اور جرأت و بے باکی کے ساتھ بے دھڑک فتوے صادر کرتا ہوگا اور دینِ اسلام کی ایک ایک کڑی اور کڑی کے ایک ایک حلقہ اور گھنڈی کو توڑتا ہوگا؟ کوئی بھی منصف مزاج اور دیانتدار انسان تاریخی حقائق کی روشنی میں اس پر یقین نہیں کر سکتا اور نہ اس کے اذعان پر اپنے کو آمادہ کر سکتا ہے۔ ؎

وہ ذات کہ ہے عالم تعبیر سے اُونچی
اس کے لیے آئینِ بہار اور خزاں اور

امانت

امانت کی عمدہ خصلت اور صفت سے بھی اللہ تعالےٰ نے حضرت امام ابُوحنیفہؒ کو وافر حصّہ عطا فرمایا تھا، چنانچہ سفیانؒ بن وکیعؒ فرماتے ہیں کہ:۔

کان ابُوحنیفۃ عظیم الامانۃ۔ — ابُوحنیفہؒ بہت بڑے امانت دار تھے۔

(مناقب موفق ج ۱ ص ۲۲۰)

ایک دفعہ ایک تیلی نے ایک لاکھ اور ستّر ہزار روپیہ بمد امانت امام موصوفؒ کے پاس رکھا تھا (ایضاً ج ۱ ص ۲۲۲) جب امام صاحبؒ کی شہادت ہوئی تو آپ کے حالات لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ:۔

مات ابُوحنیفۃؒ وفی بیتہٖ للناس ودائع خمسین الف الف — جس وقت امام صاحبؒ کی وفات ہوئی تو اُن کے گھر میں لوگوں کی پانچ کروڑ کی امانتیں تھیں۔

(مناقب موفق ج ۱ ص ۲۲۰)

حافظ محمدؒ بن ابراہیم الوزیرؒ (المتوفی سنہ ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

انه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقوٰه وامانته اھ (الروض الباسم ج ۱ ص ۱۵۸ طبع مصر)

امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

اندازہ کیجئے کہ جو بزرگ ہستی لوگوں کی امانتوں میں امین اور محتاط ہو وہ خدا تعالیٰ کے آخری دین اور اسلام جیسی امانتِ عظمیٰ کے ساتھ کس طرح خیانت روا رکھ سکتی ہوگی؟ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے لوگوں کی ان فانی اور دُنیوی امانتوں کو محفوظ رکھا ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر اُنھوں نے خدائی امانت اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دی اور بتائی ہوئی شریعت کی امانت کو پوری طاقت اور وسعت کے ساتھ محفوظ رکھا ہے اور دینِ اسلام کے اس صحیح عشق میں انھوں نے انتہائی مصائب کا سامنا کیا ہے، کیونکہ ؎

نیازِ عشق میں ذوقِ خودی ہوتا ہے جب پیدا
تو پھر فرقِ جبین و آستاں باقی نہیں رہتا!

استقامت

ظالم سے ظالم اور جابر سے جابر بادشاہ کے سامنے حق کی بات کہدینا تو کوئی مشکل بات نہیں ہوتی، ہاں مگر اس حق بات پر ڈٹ جانا اور عزم و دلیری سے ہر قسم کی تکلیف و مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا حتی کہ اپنی جانِ عزیز سے بھی ہاتھ دھو ڈالنا یہ بڑی ہی مشکل بات ہوتی ہے، اور یہ خوبی صرف اُن اولوا العزم انسانوں کو نصیب ہوتی ہے جو صحیح معنوں میں بمصداق حدیث الامثل فالامثل کا مصداق ہوتے ہیں۔ ان بلند شخصیتوں میں ایک حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت بھی ہے، جن کو بنی اُمیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحمار (المتوفی ۱۳۲ھ) کے عہدِ حکومت میں عراق کے جابر گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے سیاسی طور پر اپنے اقتدار کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے اور عوام کا تعاون حاصل کرنے کے لیے عہدہ قضا پیش کرنا ضروری سمجھا مگر امام موصوفؒ نے حکومتِ وقت کے ظلم و جور اور بے اعتدالیوں و بے عنوانیوں کے پیشِ نظر اس عہدہ کے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ عبید اللہؒ بن عمرو الرقیؒ (جو ایک ثقہ راوی ہیں۔ سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۶) کا بیان ہے کہ:

حکم ابن هبيرة اباحنيفة ان يلى له قضاء

ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ کی قضا کے بارے

http://mujahid.xtgem.com

الكوفة فابىٰ عليه فضربه، مائة سوط و عشرة اسواط فى كل يوم عشرة اسواط وهو على الامتناع اھ

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۶)

میں گفتگو کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا، چنانچہ ابن ہبیرہ نے امام ابُوحنیفہؒ کے لیے ایک سو دس کوڑے سزا تجویز کی کہ روزانہ دس کوڑے سزا دی جائے باایں ہمہ امام موصوفؒ نے یہ بات تسلیم نہ کی۔

نظر بہ ظاہر پہلے صرف کوفہ کی قضا پیش کی گئی مگر بعد کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا گیا، اور تاریخ بتلاتی ہے کہ بعض دفعہ قاضی القضاۃ وزیرِ خزانہ اور وزیر مالیات کے عہدے ایک ہی شخصیّت کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ امام صدر الائمہؒ لکھتے ہیں کہ:-

حبس اباحنيفة فى السّجن ايامًا يطلب منه ان يكون قاضى القضاة فامتنع اھ

(مناقب موفق ج ۲ ص ۱۷۳)

امام ابُوحنیفہؒ کو کئی دن قید کر کے ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ان کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا جائے مگر وہ اِس سے بالکل منکر ہو گئے۔

اور یہ پیش کش بھی کی گئی کہ:-

ان يتولى القضاء ويخرج القضاة من تحت يده الى جميع كور الاسلام اھ (ايضاً جلد ۲ ص ۱۷۲)

وہ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کریں اور تمام قاضی اُن کے حکم سے تمام اسلامی شہروں میں مقرر کیے جائیں۔

اور نہ صرف قاضی القضاۃ کا عہدہ ہی پیش کیا گیا بلکہ بیت المال بھی ان کے سپرد کرنے کی پیش کش کی گئی، چنانچہ لکھا ہے کہ:-

يكون على خاتمه ولا ينفذ كتاب ولا يخرج شيئ من بيت المال الا من تحت يده

(معجم ج ۲ ص ۱۷۱)

کہ ذمّہ داری کی مُہر ان کے سپرد کی جائے گی اور کوئی دستاویز اور بیت المال سے کوئی مال نہیں برآمد کیا جائے گا مگر ان ہی کے حکم اور ہاتھ سے۔

اور صدر الائمہؒ لکھتے ہیں کہ:-

وخيّره السلطان على ان يوجع ظهره و بطنه او يجعل مفاتيح خزائن الاموال بيده

بادشاہ نے ان کو اختیار دیا کہ یا تو ان کی پشت اور پیٹ پر سزا کے کوڑے برسیں اور یا وہ وزیر خزانہ

http://mujahid.xtgem.com

فلختار عذابهم علی عذاب الاٰخرۃ اھ (مناقب موفق ج ۲ ص۱۷۱) | کا عہدہ سنبھال لیں، امام موصوفؒ نے آخرت کی سزا پر ان کی سزا کو ترجیح دی اور یہ عہدہ قبول نہ کیا۔

حافظ ابنِ حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ ربیع کا بیان ہے کہ مجھے بنو اُمیّہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد کے عراقی گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے بھیجا تاکہ میں امام ابوحنیفہؒ کو اس کی خدمت میں حاضر کروں۔

فارادہ علی بیت المال فابٰی فضربہ اسواطا اھ (الخیرات الحسان ص۵۸) | اور اُن سے بیت المال کے سپرد کرنے کی پیشکش کی مگر وہ نہ مانے اور ان کو اس نے کوڑوں کی سزا دی۔

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی الشافعیؒ (المتوفی بعد ۷۴۰ھ) لکھتے ہیں کہ :۔

واراده السّلطان علی ان یتولی مفاتیح خزائنه او یضرب ظهره فاختار عذابهم علی عذاب الله تعالٰی۔ (اکمال ص۶۲۴) | بادشاہ نے امام ابوحنیفہؒ کو خزانہ کی چابیاں سپرد کرنے کی اور بصورتِ انکار سزا دینے کی دھمکی دی مگر انہوں نے اس کی سزا کو اللہ تعالٰی کی سزا پر ترجیح دی۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ اسلامی مملکت میں قاضی القضاۃ اور بیت المال کا عہدہ کتنی بڑی چیز تھی جس منصب کے لیے لوگ زمین کی خاک چھانتے اور خون و پسینہ ایک کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا کرتے اور ایسے زرّیں مواقع کی تلاش و جستجو میں لوگ سرگرداں رہتے ہیں مگر امام موصوفؒ نے اس عہدہ کے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور غور کیجیے کہ اگر موصوفؒ اپنے مذہب و مسلک کو بجبر پھیلانے کی سعی اور کاوش کرتے جیسا کہ متعصب لوگوں کا خیال ہے تو کیوں وہ قاضی القضاۃ نہ بن جاتے اور اپنے شاگردوں اور متوسلین کو قاضی بنا بنا کر اطرافِ مملکت میں بھیجتے جاتے مگر وہ ان تمام مفروض عیوب سے پاک تھے اس لیے اس عہدہ کو ہرگز قبول نہیں کیا۔ امام صاحبؒ کو اُن کی والدہ نے بھی یہ کہا کہ بیٹے یہ عہدہ قبول کر لو انہوں نے فرمایا کہ اماں جان جس بات کو میں جانتا ہوں آپ نہیں جانتی ہیں۔ (صفوۃ الصفوۃ ج۲ ص۹۳ لابن الجوزیؒ) اور ان کے ہمدرد اور خیر خواہ رفقاء نے بھی اس سے آگاہ کر دیا تھا کہ :۔

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

فحلف ان لم یقبل ضربه علی رأسه عشرین سوطا الخ
(مناقب علی ن القاری ج۲ ص۵۰۵)

ابن ہبیرہ نے یہ قسم اُٹھائی ہے کہ اگر یہ عہدہ انہوں نے قبول نہ کیا، تو ان کے سر پہ ۲۰ کوڑے لگائے جائیں گے۔

مگر اس عزم و استقلال کے ہمالیہ نے ان ناصحین کے ان مشوروں اور ہمدردیوں کی مطلقاً کوئی پروانہ کی اور قید و بند کی تمام مصیبتوں اور صعوبتوں کے برداشت کرنے کے لیے گویا یہ فرماتے ہوئے میدان عمل میں نکل آئے کہ ؂

مصیبت آشنا ہوں میں ازل سے اے چمن والو
مجھے آرام آیا بھی تو زیر دام آئے گا!

اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ:۔

فکیف وھو یرید منی ان یکتب بضرب عنق رجل واختم علی ذالک، فواللہ لا ادخل فی ذالک ابداً۔
(مناقب صدر الائمہ ج۲ ص۲۴)

میں کیسے اس عہدہ کو قبول کر لوں جبکہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا اور میں اس حکم پہ مہرِ تصدیق ثبت کروں گا؟ بخدا میں ہرگز اس عہدہ کو قبول نہ کروں گا۔

ابن ہبیرہ نے جب یہ سنا تو غیظ و غضب میں اس کا سیمابِ حرارت اپنے آخری درجہ پہ پہنچ گیا، اور ابنِ صیاد کی طرح غصے سے بھرپور ہو کر کہنے لگا کہ بخدا میں اپنے ارادہ کو جامۂ عمل پہنا کر رہوں گا۔ اور ابو حنیفہؒ کو سخت سزا دوں گا لیکن وہ جو نظریہ قائم کر چکے تھے ایک انچ اس سے پیچھے نہیں ہٹے۔ اور صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ:۔

ضربہ لی فی الدنیا اسھل علیّ من مقامع الحدید فی الآخرۃ واللہ لا فعلت ولو قتلنی۔ (مناقب موفق جلد۲ ص۲۲ و مناقب کردری ج۲ ص۲۶)

ابن ہبیرہ کی دنیوی سزا مجھ پہ آخرت کے ہتھوڑوں اور گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے، بخدا میں یہ عہدہ ہرگز نہیں قبول کروں گا اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالے۔

اِس کے بعد قاضی ابنِ ابی لیلیٰؒ، ابن شبرمہؒ اور داؤدؒ بن ابی ہندؒ وغیرہ کا ایک وفد حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ملا اور سب نے حکومت کے عزائم اور ارادوں سے ان کو آگاہ کیا اور

http://mujahid.xtgem.com

حالات کی انتہائی نزاکت سے باخبر کیا اور سب نے یک زبان ہو کر مخلصانہ اور ناصحانہ انداز میں یہ کہا کہ :-

انا ننشد الله ان تهلك نفسك فانا اخوانك وكلنا كاره لهذا الامر ولم نجد بدًا من ذالك فقال ابوحنيفةؒ لواراد نی ان اعد له ابواب مسجد واسط لم ادخل فی ذلك اه (مناقب موفق جلد۲ ص۲۳ واللفظ له والخيرات الحسان ص۵۸ ومناقب کردری جلد۲ ص۲۷)

ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں ہم سب آپ کے بھائی اور ہم خیال ہیں اور سب اس عہدہ کو پسند نہیں کرتے مگر کیا کریں مجبور ہیں، امام موصوفؒ نے فرمایا کہ ابن ہبیرہ اگر مجھے واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم دے تو میں اس پر بھی آمادہ نہیں ہوں۔

کتنی بڑی جرأت اور ہمت ہے کہ ظالم سے کھلی طور پر بائیکاٹ کر کے اس کے ساتھ کسی مرحلہ پر بھی شریک ہونا گوارا نہیں کرتے۔ ہر قسم کے طغیان و تعدّی اور ظلم و جور کے بے پناہ طوفانوں کے مقابلہ میں ڈٹ کر خودداری، بلند ہمتی اور استقلال کا ثبوت دیتے ہوئے گویا یہ فرماتے ہیں کہ ؎

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سرِ میداں مگر جھکی تو نہیں!

اور سزا بھی کس طرح دی جاتی تھی، اندرون جیل نہیں اور نہ کسی مخفی مقام میں بلکہ تصریح موجود ہے کہ :-

كان يخرج كل يوم فينادى عليه حتى يجتمع الناس فيضرب عشرة اسواط ثم يطاف به حتى ضرب مائة وعشرين سوطا فی اثنی عشر يوما فيضرب كل يوم عشرة اسواط ويطاف به فی الاسواق (مناقب موفق ج۲ ص۲۵)

ہر روز اُن کو باہر نکالا جاتا اور منادی کرائی جاتی جب لوگ جمع ہو جاتے تو ان کے سامنے ان کو روزانہ دس کوڑے سزا دی جاتی، پھر ان کو گھمایا جاتا، اسی طرح بارہ دن سزا دی جاتی رہی، اور ایک سو بیس ۱۲۰ کوڑے پورے کیے گئے، اور بازاروں میں ان کو پھرایا جاتا رہا۔

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

انصاف سے فرمائیے کہ ایک معمّر اور بوڑھے شخص پر یہ مظالم کیا کم ہیں؟ اور اس سے بڑھ کر تذلیل و تحقیر اور کیا ہو سکتی ہے؟ مگر اس ہمّت کے پہاڑ نے نہایت صبر آزما طریقہ پر ایک ایک کوڑا اپنے کمزور اور نازک جسم اور ضعیف و ناتواں سر پر برداشت کیا اور اس ظلم و جور کے ناپیدا کنار دریا کی موجوں اور موجوں کے طلاطم خیز تھپیڑوں سے ٹکر لیتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھاتا رہا کہ:۔

پہ آئی کون سی منزل نہ ساحل ہے نہ دریا ہے
شناورِ بحرِ غم کا اب کہاں ڈوبے کہاں نکلے

ناظرین کرام یہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید بنو امیہؒ کے دور ہی میں امام موصوفؒ کے مصائب کے دن کٹ گئے، جبر و استبداد کے طوفان ہٹ گئے اور سزا و تعدّی کے سیاہ اور گھنگھور بادل چھٹ گئے مگر یقین کیجیے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ جب اموی دور ختم ہوا اور عباسی دور کا آغاز ہوا اور عباسی خلیفہ سفاح (المتوفی ۱۳۶ھ) کے بعد ابوجعفر منصور (المتوفی ۱۵۸ھ) کا عہد شروع ہوا تو اس کو بھی اپنی حکومت و سلطنت کے استحکام اور عوام و خواص کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے امام ابوحنیفہؒ کی علمی اور عملی شہرت کو اپنے لیے آلۂ کار بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے بھی امام صاحبؒ کو عہدۂ قضاء پیش کرنا ضروری سمجھا چنانچہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

دعا ابوجعفر اباحنیفةؒ الی القضاء فابیٰ علیه فحبسه (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۲۸)

ابوجعفر نے امام ابوحنیفہؒ کو عہدۂ قضاء قبول کرنے کی دعوت دی مگر وہ نہ مانے تو اس نے ان کو قید کر دیا۔

اور یہ قضاء بھی معمولی قضاء نہیں بلکہ قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا:۔

ان یکون قضاة بلاد الاسلام من تحتِ امره فامتنع اھ (الخیرات الحسان ص ۹۱)

کہ تمام بلادِ اسلامیہ کے قاضی ان کے ماتحت ہوں مگر وہ صاف انکار کر گئے۔

کاش کہ ابوجعفر منصور جو خلفاء عباسیہ میں بڑا عالم اور علم دوست یاد کیا جاتا ہے امام مظلوم کو قید کرنے پر ہی اکتفا کر لیتا تو پھر بھی ایک حد ہوتی لیکن اس کی آتشِ غضب اس پر کب

http://mujahid.xtgem.com

ٹھنڈی ہو سکتی تھی؟ چنانچہ اُس نے امام موصوفؒ کے لیے کوڑوں کی سزا تجویز کی۔

ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ:-

ان المنصور لما عرض علیہ القضاء و امتنع ضربہ ثلاثین سوطاً حتی سال الدم علی عقبیہ اھ (ذیل الجواھر ج ۲ ص۴۹۲)

منصور نے جب امام موصوفؒ پر عہدۂ قضاء پیش کیا تو انہوں نے انکار کر دیا، اور اس نے تیس کوڑے سزا ان کو دی، یہاں تک کہ خون ان کے بدن سے نکل کر ان کی ایڑیوں پر بہتا رہا۔

مگر یہ یاد رہے کہ امام موصوفؒ کو ننگا کر کے یہ سزا دی گئی تھی، چنانچہ امام موفق الدینؒ لکھتے ہیں کہ:-

لما ضرب المنصور اباحنیفۃ رحمہ اللہ ثلاثین سوطا علی القضاء بعد ما جرد من ثیابہ فسال الدماء علی عقبیہ اھ (مناقب صدر الائمہ ج ۱ ص۲۱۵)

کہ ابوجعفر منصور نے امام موصوفؒ کے عہدۂ قضاء سے انکار کرنے پر ان کو کپڑوں سے بالکل ننگا کر کے تیس کوڑے سزا دی اور خون ان کی ایڑیوں پر بہتا رہا۔

غور فرمایئے کہ آخر امام موصوفؒ نے کیا جرم کیا تھا کہ یہ ظالمانہ سزا ان کو دی گئی؟ صرف یہی جرم تھا کہ وہ ظالم کے ساتھ ظلم میں تعاون و اشتراک نہیں کرنا چاہتے تھے اور بس۔ کیا اس سے بڑھ کر تقویٰ اور ورع، خدا خوفی اور روحانیت کی کوئی مثال اُمّتِ مسلمہ میں بغیر معدودے چند افراد کے اور کہیں ملتی ہے؟ دیکھئے کہ حکومتیں بدل گئیں، حُکّام اور شخصیتیں بدل گئیں، زمانہ بدل گیا، اگر نہ بدلا تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کا عزم و استقلال نہ بدلا اور خدا خوفی اور استقامت نہ بدلی، بڑھاپے میں کوڑوں سے اپنے ناتواں بدن کو زخمی کروا دیا، بر سرِ عام سزا برداشت کی، مصائب و آلام کے تھپیڑے جھیلے مگر ظالموں اور بے دردوں کے سامنے آہ بھی نہ کی، اگرچہ دل میں یہ کہتے رہے کہ:-

جو ہو بے درد اُس کو درد کا احساس ہو کیوں کر
ستمگر کی بلا جانے ستم سے ہم پہ کیا گزری

حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) کو محبتِ وقت نے معتزلہ کی ریشہ دوانی

http://mujahid.xtgem.com

سے جب مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں قید کیا اور کوڑوں سے ان کے مظلوم بدن کو لہولہان کیا گیا، تو وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اس ہمّت و عزیمت اور استقلال و پامردی کو ایک مثالی نمونہ قرار دیتے ہوئے ان کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

وکان احمد بن حنبلؒ اذا ذکر ذالک بکی وترحم علی ابی حنیفۃ وذالک بعد ان ضرب احمد۔ (بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۲۷، ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۶۴، مناقب موفق جلد ۲ ص ۱۶۹ والخیرات الحسان ص ۵۹)

امام احمدؒ بن حنبلؒ جب اس کو یاد کرتے تو رو دیتے اور امام ابوحنیفہؒ کی سزا کو یاد کر کے ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے تھے کیونکہ ان کو بھی سزا سے سابقہ پڑا تھا۔

افسوس ہے کہ اگر اس پر بھی بس ہو جاتا تو ظلم و جور کی ایک حد ہوتی مگر ابوجعفر منصور کو امام موصوفؒ کا اس بڑھاپے میں بھی چار سال قید و بند میں رہنا کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا اور جب اُس نے محسوس کر لیا کہ امام صاحبؒ کسی اذیت اور دُکھ سے ڈر کر اور مرعوب ہو کر ظالم حکومت کا تعاون کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہیں تو بالآخر امام صاحبؒ کی بے خبری میں جیل خانہ کے اندر ہی ان کو زہر دلوا دیا گیا۔ ثم سقاہ سما فمات (بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۳۰) کہ پھر ان کو زہر پلوا دیا گیا، اور اس سے ان کی وفات ہو گئی۔ امام موصوفؒ نے جب زہر کا اثر محسوس کیا تو سجدے میں گر گئے اور اسی حالت میں ان کی رُوح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور جب ان کی وفات اور شہادت ہو گئی تو جیل خانہ کے عملہ نے بیرونی دنیا کو یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی کہ امام موصوفؒ کی وفات طبعی ہے مگر بصیرت والے دیکھ رہے تھے اور کانوں والے یہ سُن رہے تھے کہ امام موصوفؒ کے بدن کا ایک ایک رونگٹا بزبانِ حال ان ظالموں کو پکار پکار کر یہ کہہ رہا تھا کہ:۔

خونِ ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

جیل خانہ کے اندر جو رویہ اور طرزِ عمل امام موصوفؒ کے ساتھ روا رکھا گیا وہ بجائے خود قابلِ صد حیرت ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

فضیّقوا علیه الامر فی الطعام والشراب والحبس اھ (مناقب موفق ج ۲ ص۱۷۳)

ان پر کھانے پینے اور قید میں انتہائی تنگی کی گئی۔

اور جب اُن کو زہر دیا گیا تو اس حالت میں بھی ان کو پیٹا گیا تاکہ زہر کی سرایت بدن میں جلدی جلدی ہو جائے۔ چنانچہ علامہ کردریؒ لکھتے ہیں کہ:۔

ثم امر المنصور ان یضرب مصلوبا حتّی یتفرق السم علی اعضائه ففعل به ذالک اھ (مناقب کردری ج ۲ ص۲۵)

پھر منصور نے یہ حکم دیا کہ ان کو مصلوب کرکے ان کو پیٹا بھی جائے تاکہ زہر بسرعت ان کے اعضاء میں سرایت کر جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

عام مؤرخین تو زہر خورانی کے واقعہ کو امام صاحبؒ کی لاعلمی پر محمول کرتے ہیں لیکن اچھی خاصی جماعت اِس رائے سے اختلاف کرتی ہے:۔

وروی جماعة انه رفع الیه قدح فیه سمّ لیشرب فامتنع وقال اِنّی لَاَعْلَمُ مافیه ولا اعین علی قتل نفسی فطرح نصبّ فی فیه قهراً فمات۔ (الخیرات الحسان ص۱۶۱)

ایک جماعت یوں روایت کرتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے سامنے جب زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا تاکہ وہ اس کو نوش کرلیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس کے اندر جو کچھ ڈالا گیا ہے اس کا علم ہے، اور میں اس کو پی کر خودکشی نہیں کر سکتا، چنانچہ ان کو زمین پر لٹا کر زبردستی زہر پلوایا گیا اور اس سے اُن کی وفات ہو گئی۔

اور امام صدر الائمہؒ لکھتے ہیں کہ جب اُن کے سامنے زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا اور بار بار اُن کو نوش کرنے کے لیے کہا گیا تو امام موصوفؒ نے فرمایا کہ:۔

لا اشرب انی اعلم مافیه لا اعین علی نفسی فطرح ثم صُبَّ فی فیه۔ (مناقب ج ۲ ص۱۷۲)

میں نہیں پیتا مجھے علم ہے جو کچھ اس میں ہے میں خودکشی کا ارتکاب نہیں کرسکتا چنانچہ ان کو لٹا کر ان کے منہ میں پیالہ انڈیل دیا گیا۔

غرضیکہ اس مظلومانہ طور پر ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی، پہلی مرتبہ کم و بیش پچاس ہزار کے مجمع نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، چھ

http://mujahid.xtgem.com

مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور دفن کرنے کے بعد بھی بیس دن تک لوگوں نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ (سیرۃ النعمان ص۴۲ مولانا شبلیؒ)

یہ ہے دُنیا اور دُنیا والوں کی داستان کہ امام مظلومؒ کو محض اِس لیے شہید کر دیا گیا کہ وہ ان کے ساتھ بے انصافی اور حرامخوری میں ہم پیالہ وہم نوالہ نہیں ہونا چاہیئے تھے مجموعی طور پر ڈیڑھ سو کوڑا بھی اپنے سر اور باقی اعضاء پر گوارا کیا ہے، قید و بندکی پا بزنجیر زندگی بھی برداشت کی۔ ننگے بدن پہ تازیانے بھی کھائے، بازاروں اور شاہراہوں میں آپ کو گھمایا بھی گیا، آپ کی تذلیل وتحقیر کی خاصی تشہیر بھی کی گئی۔ جیل خانہ میں آپ کے لیے عرصۂ حیات بھی تنگ کیا گیا، کھانے اور پینے وغیرہ میں بھی انتہائی سختی کی گئی اور بالآخر زبردستی زہر دے کر اس حالت میں بھی ظالموں نے سفید ریش کو مصلوب کر کے خوب پیٹا اور زمین پر گرا اور لٹا کر ظلماً ان کے دہن مبارک میں زہر کا پیالہ بھی انڈیل دیا مگر بایں ہمہ وہ ظلم اور ظالموں کے ساتھ اشتراکِ عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور اس طرح فانی و عارضی اور ناپائدار دنیا کو چھوڑ کر گلستانِ علم اور بوستانِ عمل کا وہ خوشبودار اور کھلا ہوا پھول اللہ تعالےٰ کو پیارا ہو گیا۔

اے ابُو حنیفہؒ! تجھ پر پروردگارِ عالم کی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں تُو نے حق کے لیے جان دے کر آنے والی نسلوں کے لیے استقلال و استقامت کا بہترین نمونہ قائم کیا اور حق پر قائم و دائم رہنے والوں کے لیے عمدہ اسوہ پیش کیا اور اس طرح باغ دُنیا کے سینکڑوں کانٹوں کے سامنے تجھ جیسا خوشبودار اور پیارا پھول توڑ ڈالا گیا آہ ؎

چمن میں خار کو حاصل ہے اِک حیاتِ دراز
ستم ہے زندگیٔ گُل مگر دراز نہیں!

فقہ حنفی کی مقبولیت

تاریخ اسلام اس بات کے لیے کافی ثبوت پیش کرتی ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کی معتدبہ اکثریت امام ابُو حنیفہؒ کی فقہ کی دلدادہ رہی ہے۔ بعض حضرات نے اس کی وجہ تو صرف یہی بتائی ہے کہ چونکہ امام ابُو یوسفؒ اور اس قسم کے دیگر اکابر حنفیہ اسلامی حکومتوں میں

http://mujahid.xtgem.com

قاضی القضاۃ تھے لہذا ان کی ترغیب یا بالفاظِ دیگر اثر و رسوخ اور کنبہ پروری کی وجہ سے فقہ حنفی مقبول ہوئی ہے بہت سے غلط کار لوگوں نے فقہ حنفی کی مقبولیت سے گھبرا کر بالکل یہ باطل نظریہ قائم کیا ہے جیسا کہ بہت سے غیر مقلدین حضرات نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ایک حوالہ پر حواشی در حواشی لگا کر اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ پہلے تو یہ بات بھی نہایت قابلِ غور و فکر ہے کہ اکثر مسلمان اور عادل بادشاہ (جو اگرچہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مد میں تو شمار نہیں کیے جا سکتے مگر ان کی اسلام دوستی بھی شک و شبہ سے بالاتر رہی ہے) کیوں فقہ حنفی کے قبول کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے کوشاں اور مجبور ہوئے؟ اگر آئے دن نت نئے حوادث و نوازل اور احکام و مسائل میں بغیر فقہ کے ان کو کوئی صحیح حل نظر آتا یا فقہ حنفی کے بغیر کسی اور امام کی فقہ میں ان کے لیے تشفی کا کوئی سامان موجود ہوتا تو وہ فقہ حنفی کے دامن میں کیوں پناہ لیتے؟ اور اس کے گرویدہ اور دلدادہ کیوں ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی حکومت اور سلطنت کی ترقی زمانہ کے ساتھ نئی نئی مشکلات کو غیر فقیہ بوریا نشین مولوی اور زاویۂ خمول میں تصوف کی ضربیں لگانے والا غیر عالم صوفی اور ہر پیش آمدہ نئے حادثہ اور مسئلہ کو صریح الفاظِ حدیث میں تلاش کرنے والا محض سادہ لوح محدث کیا جانے؟ وقت کے جدید تقاضوں اور نئے نئے پیش آمدہ مسائل کو قرآن و حدیث کی صحیح روشنی میں حل کرنے کا صرف وہی اہل ہو سکتا ہے جو قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ دین رحمہم اللہ کے پیش کردہ اصول و ضوابط کے تحت ہر نئے مسئلہ کا حل تلاش کر سکے اور اپنے تفقہ و اجتہاد سے اس نازک گتھی کو سلجھا سکے اور ملکی حالات اور مسلمانوں کے جدید مسائل سے بھی خاصا واقف ہو۔ باقی وہ سطحی قسم کے حضرات جو ان چیزوں سے مطلقاً دلچسپی ہی نہیں رکھتے، تو وہ بیچارے لکیر کے فقیر کیا خاک جدید مسائل حل کریں گے۔ یہ بات دلچسپی اور عبرت سے خالی نہ ہوگی کہ جب پاکستان کے ہر دل عزیز وزیر اعظم لیاقت علی خاں صاحب مرحوم راولپنڈی میں شہید کیے گئے تو گکھڑ میں میرے پاس ایک بہت بڑے عالم (جو کم و بیش تیس پینتیس سال تک کامیاب مناظر رہے ہیں اور ایک ایک مسئلہ پر نکات در نکات بیان کیے چلے جاتے ہیں) موجود تھے۔ چنانچہ انہی کے توسط سے ہم نے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت منگوائی اور

http://mujahid.xtgem.com

ہم سب آمین کہتے رہے۔ جب لوگ چلے گئے تو وہ حضرت مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ لیاقت علی خاں صاحب کون بزرگ تھے جن کے لیے یہ کہرام مچ گیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ تو پاکستان کے وزیر اعظم اور قوم کے خیر خواہ تھے۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ پھر تو وہ بہت اچھے آدمی ہوں گے؟ بھلا غور فرمایئے کہ ایسے حضرات جدید مسائل کا کیا حل تجویز کر سکتے ہیں؟ حالانکہ وہ کامیاب مناظر محقق واعظ اور جید عالم ہیں اور صحیح معنی میں خادم اسلام اور مذہب کے شیدائی ہیں۔ اور اسی طرح کے ایک اور بزرگ جو چوٹی کے محدث، فقیہ اور صوفی ہیں اور سیکڑوں علماء کے اُستاد ہیں، وہ ایک دفعہ فرمانے لگے: کیا یہ وزراء کرام تنخواہیں بھی لیا کرتے ہیں؟ غور کیجئے کہ اگر تنخواہوں اور سستی شہرت کا سوال نہ ہوتا تو اسمبلی ہال کی کرسیاں ایک دوسرے کے سر پہ کاسہ کو برستیں اور مکا بازی کا مظاہرہ کیوں ہوتا؟ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ ایسے علماء ربانی کی تذلیل وتنقیص کی جائے، اور نہ یہ مُراد ہے بلکہ مقصود صرف اس قدر ہے کہ وہ اپنے علمی اور اصلاحی کاموں میں کچھ ایسے منہمک رہتے ہیں کہ دُنیوی اُمور کی طرف وہ توجہ ہی نہیں کرتے۔ اگر نگاہِ بصیرت سے دیکھا جائے تو مسلمان اور عادل بادشاہوں کا فقہ حنفی کو اپنانا محض اس لیے تھا کہ وہ ہر نئے مسئلہ اور حادثہ کا حل جو قرآن وحدیث کے ظاہری الفاظ میں نظر نہ آتا تھا، اس میں یا اس کے پیش اور قائم کردہ کلّیات اور قواعد میں پالیتے تھے (اور فقہاء کرامؒ کی باریک بین نظروں نے ان اصول وکلّیات کو قرآن وحدیث ہی سے استنباط کیا ہے) اس لیے وہ اس کے گرویدہ رہے، اور یہ فقہ حنفی کے جامع اور کامل ہونے کی ایک مستقل دلیل ہے کہ وہ ناسازگار حالات میں بھی ترقی پذیر ہی رہی اگرچہ سے

کانٹوں میں ہے گھرا ہُوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے عجب خوش مزاج ہے!

مگر فقہ حنفی کی مقبولیّت کی اصل وجہ یہ نہیں بلکہ اس کی قبولیّت کے کئی اور وجوہ ہیں، مثلاً ایک یہ کہ حضرت امام ابُوحنیفہؒ کا مقام فقہ میں بہت اُونچا ہے جیسا کہ ہم باحوالہ پہلے عرض کر چکے ہیں، اور ان کے شاگردوں اور متوسلین کو بھی یہ خوبی اور کمال حاصل تھا کیونکہ الولد سرّ لابیہ ایک مشہور مثال ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لو کان الدین عند الثّریا

http://mujahid.xtgem.com

(الحدیث) میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جو بشارت اور خوشخبری دی ہے امام صاحبؒ اس کا اوّلین مصداق ہیں جیسا کہ باحوالہ یہ بھی گزر چکا ہے، اسی لئے بھی ان کی فقہ کو برتری حاصل رہی ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی فقہ اس لیے مقبول رہی ہے کہ اس کے اصول وضوابط شورای کے ذریعے طے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ کوفہ کے اندر کتاب وسنّت کی روشنی میں وضع قوانین اور حل حوادث ونوازل کے لیے ایک مجلس شورای قائم تھی جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سرکردگی میں مسائل پر غور وخوض کیا کرتی تھی اور کافی بحث وتمحیص اور مناظرہ کے بعد جب سب کی رائے متفق ہو جاتی تو پھر وہ مسائل قید تحریر میں لائے جاتے تھے اور منضبط کر کے ان کی تدوین کی جاتی تھی، اور یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ اجتماعی سعی، انفرادی کوشش سے بہر حال اعلیٰ وافضل ہی رہتی ہے، اور اس طریق سے جو مسائل طے کئے جائیں گے، ظاہر بات ہے کہ ان میں خطا اور غلطی نسبتاً بہت ہی کم ہوگی۔ اگرچہ یہ طریق بھی معصوم عن الخطاء کا درجہ اور مقام تو حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ ہے آخر یہ بھی اجتہاد ہی مگر اس میں غلطی کا امکان بہر حال کم رہتا ہے، اور شورای کا مستحسن اور مفید ہونا خود قرآن کریم سے مثلاً وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور نیز متعدد صحیح احادیث اور خلفاء راشدینؓ کے عمل اور دیگر دلائل شرعیہ سے بالکل روشن اور ہویدا ہے جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔

اراکینِ شوریٰ

امام صاحبؒ نے جو یہ مجلسِ شوریٰ اور محفل مذاکرہ قائم کی تھی، اس کے اراکین اپنے وقت میں چوٹی کے فقیہ، محدّث اور قیاس داں حضرات تھے جو آزادی رائے کے ساتھ مسائل میں رائے زنی کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ اسحاقؒ بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:۔

كان اصحاب ابی حنيفةؒ الذين يذاكرونه	اصحاب ابی حنیفہؒ جو ان کے ساتھ مسائل میں مذاکرہ
ابويوسفؒ وزفرؒ وداؤد الطائیؒ واسدؒ	کیا کرتے تھے یہ تھے امام ابویوسفؒ، زفرؒ، داؤد،
بن عمروؒ وعافية الاودیؒ، والقاسمؒ بن	طائیؒ، اسدؒ بن عمروؒ، عافیۃ الاودیؒ، قاسم بن

http://mujahid.xtgem.com

معہٗ وعلیٌ بن مسہرٌ و مندلٌ وحبانٌ ابنا علیٌ وکانوا یخوضون فی المسئلۃ فان لم یحضر عافیۃ قال ابوحنیفۃؒ لا ترفعوا المسئلۃ حتّٰی یحضر عافیۃ فاذا حضر عافیۃؒ فان وافقہم قال ابوحنیفۃؒ اثبتوھا فان لم یوافقہم قال ابوحنیفۃؒ لا تثبتوھا۔

(تاریخ بغداد ج۱۲ ص ۳۰۸ طبع مصر ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء)

معہٗ، علیؒ بن مسہرؒ، مندل بن علیؒ اور حبانؒ بن علیؒ، اور جب وہ کسی مسئلہ میں بحث وتمحیص شروع کرتے تو اگر عافیہؒ ان میں شریک نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے کہ اس مسئلہ میں بحث عافیہ کے آنے تک ختم نہ کرو جب عافیہؒ آجاتے اور ان کی رائے سے وہ متفق ہو جاتے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے اب اس مسئلہ کو لکھ لو اور اگر عافیہؒ اتفاق نہ کرتے تو امام صاحب فرماتے یہ مسئلہ مت لکھو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ فقہ کے مسائل میں اپنے شاگردوں کا شعور بیدار کرنے اور ان کی مخفی قوتوں کو اُجاگر کرنے کی سعی کرتے رہتے تھے، اور امام صاحبؒ صرف اپنی ذاتی رائے ہی کو درج نہ کرواتے اور نہ اپنی انفرادی رائے کا کسی کو پابند ٹھہراتے بلکہ ان مذکور حضرات کی خوب بحث وتمحیص سے جب آخری رائے قائم ہو جاتی تو اس کو اصول اور قوانین کی کتابوں میں درج کروا دیتے جن کو ہم اپنی اصطلاح میں املائی کتابوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام صدر الائمہ لکھتے ہیں کہ:۔

فوضع ابوحنیفۃ رحمہ اللّٰہ مذھبہٗ شوریٰ بینہم لم یستبد فیہ بنفسہ دونہم اجتہاداً منہ فی الدّین ومبالغۃً فی النصیحۃ للّٰہ و رسولہٖ والمؤمنین فکان یلقی مسئلہ مسئلۃ ویسمع ما عندھم ویقول ما عندہٗ و یناظرھم شہراً او اکثر من ذالک حتّٰی یستقر احد الاقوال فیہا ثم یثبتہا ابویوسفؒ فی الاصول حتّٰی اثبت الاصول کلہا اھ

امام ابوحنیفہؒ نے اپنا مذہب ان میں بطور شوریٰ رکھا تھا اور اپنے اصحاب کے بغیر محض اپنی رائے ہی میں وہ مستبد نہ رہتے تھے اور یہ سب کچھ انہوں نے دین میں احتیاط اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول برحق اور مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی کے جذبہ کے تحت کیا ہے چنانچہ وہ ان کے سامنے ایک ایک مسئلہ پیش کرتے، ان کی رائے سنتے اور اپنا نظریہ بیان فرماتے اور ایک ایک مہینہ بلکہ ضرورت پڑتی

http://mujahid.xtgem.com

(مناقب موفق ج ۲ ص ۱۳۳) تو اس سے بھی زیادہ عرصہ تک اس میں مناظرہ اور مباحثہ کرتے رہتے حتیٰ کہ جب کسی ایک قول پر سب کی رائے جم جاتی تو اس کے بعد امام ابو یوسفؒ اس کو اصول میں درج کر دیتے یہاں تک کہ سب اصول انہوں نے منضبط کر دیئے۔

اور اگر امام ابو یوسفؒ جلد بازی سے کام لیتے ہوئے اپنے استاد محترم کی رائے بدوں تنقیح اور تحقیق کے لکھ دیتے تو امام ابو حنیفہؒ ان کو تنبیہ فرماتے کہ:۔

لا تکتب کل ما تسمع منی فانی قد اری الرأی الیوم واترکه غداً واری الرأی غداً واترکه فی غده اھ (تقدمۂ نصب الرایہ ص ۳۱) ہر وہ چیز جو تم مجھ سے سنتے ہو مت لکھا کرو کیونکہ اگر میں آج کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو کل اُسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل کی رائے پرسوں ترک کر دیتا ہوں۔

اور اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ وہ اُس وقت تک اپنی رائے کو تدوین کرنا پسند نہیں کرتے تھے جب تک کہ خود بھی اچھی طرح اُس پر غور خوض نہ کر لیتے اور مجلسِ شوریٰ کے ذریعے بھی اس کی خوبی یا خرابی عیاں نہ ہو جاتی۔ نہایت افسوس ہے کہ بعض غیر مقلدین حضرات نے امام صاحبؒ کے اس حزم و احتیاط اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خالص ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ کو متلوّن مزاجی اور رائے کی بے ثباتی کا طعنہ اور نشتر لگا کر ان کا یہ عیب گردانتے کی ناکام کوشش کی ہے مگر یہ سب کچھ سوءِ ظن اور تعصّب و حسد کا نتیجہ ہے، اور ان کی بے بنیاد تاویلات سے اُن کے مسلک کے فروغ میں رتّی بھر رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ ہو گی، کیونکہ ؏

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

امام عبد اللہؒ بن المبارکؒ کا بیان ہے کہ اس مجلس کے سامنے ایک اہم مسئلہ درپیش ہوا۔

http://mujahid.xtgem.com

فخاضوا فیھا ثلاثۃ ایام بالغداۃ والعشی (مناقب موفق ج ۲ ص ۵۴) تو ارکان مجلس تین دن تک صبح وشام اس میں غور و خوض کرتے رہے۔

اور یہ مجلس شوریٰ جب تک کہ مسئلہ کا حل تلاش نہ کر لیتی اس کو معرضِ التوا میں نہ ڈالتی۔ چنانچہ اس کی تصریح موجود ہے کہ:۔

اذا وقعت لھم مسئلۃ یدیرونھا حتیٰ یضیئونھا۔ (مناقب کردری ج ۲ ص ۳) جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اس کو آپس میں خوب گردش دیتے یہاں تک کہ بالآخر اس کی تہ تک پہنچ کر اس کو روشن کر لیتے۔

اس طرزِ عمل سے حضرت امام صاحبؒ نے جو مسائل طے اور حل کئے ان کی تعداد میں متعدد روایات اور حوالجات پیشِ نظر ہیں مگر اختصاراً ہم حضرت ملا علی ن القاریؒ کا حوالہ لکھتے ہیں کہ:۔

انہ وضع ثلاثۃ الوف وثمانین الف مسئلۃ منھا ثمانیۃ وثلاثون الفاً فی العبادۃ والباقی فی المعاملات اھ (ذیل الجواہر جلد ۲ ص ۴۷۲) کہ امام صاحبؒ نے تراسی ۸۳ ہزار مسئلے طے کئے ان میں سے اڑتیس ہزار عبادت سے متعلق اور باقی معاملات سے متعلق تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کی وسعتِ نظر اور معاملہ فہمی کا اندازہ لگانے کے لیے امام محمدؒ بن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) اور خطیب بغدادیؒ کا ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

وکان ابوحنیفۃ اول من عدّ اللبن بالقصب (طبری ج ۹ ص ۲۴۱ طبع مصر وتاریخ بغداد ج ۱ ص ۷۱) امام ابوحنیفہؒ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے بانس کے ذریعہ اینٹوں کے گننے کا طریقہ ایجاد کیا۔

غور فرمایئے کہ پیمائش کے اس عمل سے خشت شماری کا طریقہ کس قدر سہل اور آسان ہو گیا ہے اور دینی مسائل کے علاوہ ان کی یہ رائے بھی کتنی کارآمد اور مفید ثابت ہوئی ہے کہ آج تک تقریباً ساری دنیا اس اصول کو معمول بہ قرار دے رہی ہے۔ غرضیکہ فقہ

http://mujahid.xtgem.com

حنفی میں صرف نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ ہی کے ابواب نہیں بلکہ معاشیات و سیاسیات ، معاملات و اخلاق وغیرہ وغیرہ سارے علوم و فنون اس میں سمٹے ہوئے ہیں اور اس کی اسی ہمہ گیری نے قلوب و اذہان پر استیلاء کیا ہے اور لوگ اس کی افادیت اور ضرورت کے تسلیم کرنے سے بالکل چارہ نہیں پاتے ؎

تیرا ہر نظّارہ ہے آئینہ دارِ زندگی
رقص کرتی ہیں ترے دامن میں موجیں علم کی

تدوینِ کتب کا سہرا امام صاحبؒ کے سر ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے علمائے اُمّت کی سہولت کے لیے سب سے پہلے تدوینِ کُتُب اور ابواب کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس میں ایک بہترین مثال قائم کی۔ چنانچہ صدر الائمہؒ لکھتے ہیں کہ :-

وابوحنیفہ رحمہ اللہ اوّل من دوّن علم هذه الشریعة لم یسبقه احد من قبله (مناقب موفق جلد ۲ ص ۱۳۶)

امام ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے علم شریعت کی تدوین کی، ان سے پہلے کسی نے (اس طرح کی) تدوین نہیں کی۔

اور امام سیوطیؒ، امام صاحبؒ کی خصوصیات نقل کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ:-

انه اوّل من دوّن علم الشریعة ورتّبها ابوابا ثم تبعه مالك بن انسؒ فی ترتیب المؤطا ولم یسبق اباحنیفةؒ احد لان الصحابة رضی الله عنهم والتابعین لم یضعوا فی علوم الشریعة ابوابا مبوّبة ولا کتبا مرتّبة وانما کانوا یعتمدون علی قوّة حفظهم فلما رأی ابوحنیفة العلم منتشرا وخاف علیه الضیاع دوّنه فجعله ابوابا اھ (تبییض الصحیفه ص ۳۶)

سب سے پہلے انہوں نے علم شریعت کی تدوین کی ہے اور ابواب میں اس کی ترتیب دی ہے پھر امام مالکؒ نے مؤطا میں ان کی پیروی کی ہے امام ابوحنیفہؒ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا کیونکہ حضرات صحابہؓ کرام اور تابعینؒ نے علومِ شریعت میں ابواب اور کتابوں کی ترتیب کا کوئی اہتمام نہیں کیا، وہ تو صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے، جب امام ابوحنیفہؒ نے علوم کو منتشر دیکھا اور اس کے ضائع ہونے کا خوف کیا تو ابواب میں اس کو مدوّن کر دیا۔

http://mujahid.xtgem.com

اور امام سیوطیؒ ہی علامہ ذہبیؒ کے حوالہ سے ۱۴۳ھ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ اس سن میں وَصَنَّفَ ابوحنیفۃ الفقہ والرأی (تاریخ الخلفاء ص۱۸۱ طبع مجتبائی دھلی) امام ابوحنیفہؒ نے فقہ و رائے تصنیف کی۔

اور امام ابنِ حجر مکیؒ امام صاحبؒ کے خصائص بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ؎

انّہٗ اوّل من دوّن علم الفقہ ورتّبہٗ ابوابًا وکتبًا علیٰ نحو ما ھو علیہ الیوم وتبعہٗ مالک فی موطئہ ومن قبلہ انما کانوا یعتمدون علیٰ حفظھم وھو اوّل من وضع کتاب الفرائض وکتاب الشروط۔ (الخیرات الحسان ص۲۸)

انہوں نے سب سے پہلے فقہ کی تدوین کی ہے اور اس کو ابواب اور کتب میں مرتب کیا ہے جیسا کہ آج موجود ہے، پھر ان کی پیروی امام مالکؒ نے اپنے مؤطا میں کی ہے اس سے قبل لوگ حافظہ پر بھروسہ کرتے تھے، اور سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط بھی امام ابوحنیفہؒ ہی نے وضع کی ہے۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ علم و دین کی باتیں اور مسائل پہلے دور میں بھی لکھے جاتے تھے اور اس کا حدیثی اور تاریخی طور پر کافی ثبوت موجود ہے اور ہم نے اپنی کتاب شوقِ حدیث میں اس پر بے شمار حوالے دیئے ہیں لیکن بایں ہمہ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور اتباع تابعینؒ کے زمانہ میں زیادہ تر دارو مدار حفظ پر تھا اور قرآن و حدیث کی طرح اکثر دینی مسائل بھی لوگوں کو بقیدِ حروف یاد ہوتے تھے، جب خیر القرون سے زمانہ دُور ہوتا گیا اور دینی جذبہ اور حفظ میں کمی واقع ہونے لگی تو سلفِ صالحین کو بقائے دین کی فکر ہوئی اور انہوں نے علمِ دین کو کتابی شکل میں لکھنے کی سعی کی اور اس طرح قرآن و حدیث کے علاوہ فقہی مسائل کا بھی معتدبہ حصّہ ضبطِ تحریر میں آگیا لیکن ان کی ترتیب اور ابواب و فصول کی صورت میں تدوین پھر بھی نہ تھی اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ مسائل کی تلاش میں خاصی دقّت ہوتی اور ایک ایک مسئلہ اور جزئی کی تلاش کے لیے خاصا قیمتی وقت صرف ہو جاتا اس اہم ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر حضرت امام ابوحنیفہؒ اور اسی طرح دیگر بزرگوں نے فقہ وغیرہ علوم کی ترتیب اور ابواب و فصول پر تدوین کا بیڑا اٹھایا اور ان کا یہ مفید کام آج تک قابل قدر نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اس طرح قیمتی وقت کی بچت ہوتی ہے اور ذہنی پریشانی سے بھی نجات ملتی ہے جس باب کا مسئلہ ہوتا ہے کتاب کی فہرست

http://mujahid.xtgem.com

مضامین دیکھی اور فوراً باب یا فصل نکال کر مسئلہ دیکھ لیا جاتا ہے۔ گویا اس لحاظ سے حضرت امام ابو حنیفہؒ اور اسی طرح دوسرے بزرگوں کا محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ وغیرہم پر یہ بھی ایک بہت بڑا احسان ہے ہاں جو احسان کو سمجھتا ہی نہ ہو تو اس کا کیا کہنا؟ اور جس کی چشم ہی بینا نہ ہو اس کو طُور کیا نظر آئے گا؟ سچ کہا گیا ہے کہ ؎

چشمِ بینا تو پہلے کر پیدا — پھر یہ کہنا کہ کوہِ طُور نہیں

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الاکبر ان کی نہیں لیکن یہ ان حضرات کا زا وہم ہے ہم نے البیان الازھر کے مقدمہ میں اس پر بقدر ضرورت بحث کی ہے مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابو الفرج محمدؒ بن اسحاقؒ بن ندیمؒ اپنی کتاب الفہرست[۱] بن الندیم ص ۲۹۸ میں (جس کو انہوں نے ۳۷۷ھ میں تصنیف کیا ہے) حضرت امام ابو حنیفہؒ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ تابعی تھے اور کئی حضرات صحابہ کرامؓ سے آپ کی ملاقات ہوئی پھر آگے لکھتے ہیں کہ الفقہ الاکبر کتاب الرسالۃ الیٰ البتی کتاب العالم والمتعلم اور کتاب الرد علی القدریۃ ان کی تصانیف ہیں (محصلہ الفہرست لابن الندیم ص ۲۹۹ طبع مصر) اور علامہ طاش کبری زادہؒ لکھتے ہیں کہ خود امام ابو حنیفہؒ نے اپنی کتاب الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم میں علم کلام کی اکثر بحثیں کی ہیں اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ انکی تصانیف نہیں بلکہ یہ ابو حنیفہ البخاریؒ کی ہیں تو یہ بات معتزلہ کے مخترعات میں سے ہے ان کا یہ باطل خیال ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ان کے مسلک پر تھے علامہ حافظ الدین البزازیؒ نے اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہؒ میں لکھا ہے کہ میں نے خود یہ دونوں کتابیں علامہ شمس الدین الکردری البراتقینی العمادیؒ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھی ہیں اور ان دونوں کے بارے میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف ہیں اور اس امر پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت کا اتفاق ہے جن میں سے امام فخر الاسلام بزدویؒ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے امام الشیخ عبد العزیز بخاریؒ بھی ہیں جنہوں شرح الاصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔

[۱] (مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ ج ۲ ص ۲۹ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

http://mujahid.xtgem.com

باب پنجم

حضرت امام ابو حنیفہؒ اور علم حدیث

امام الائمہ، سید الفقہاء، ذکی الامت، رأس الاتقیاء مجاہد کبیر حضرت نعمانؒ بن ثابت الکوفیؒ میں جہاں خالق کائنات نے اور بہت سی خوبیاں اور بھلائیاں ودیعت رکھی تھیں وہاں ان کو علم حدیث سے بھی وافر حصہ مرحمت فرمایا تھا۔ ہم نہایت اختصار کے ساتھ فن روایت اور علم حدیث میں ان کا رتبہ اور پایہ باحوالہ عرض کرتے ہیں تاکہ ہر ایک منصف مزاج کو صحیح حقیقت معلوم ہو سکے اور متعصب وغلط کار لوگوں کے جھوٹے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر خدا تعالیٰ کے نیک اور پارسا بندہ سے عداوت اور دشمنی اختیار کر کے محاربت خداوندی کا شکار ہو کر کہیں وہ اپنی آخرت ہی ضائع نہ کر دے۔

شیخ الاسلام ابنؒ عبد البر المالکیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وروی حماد بن زید عن ابی حنیفۃ احادیث کثیرۃ - (الانتقاء ص۱۳۰)	حمادؒ بن زیدؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں ۔

اگر حضرت امام حنیفہؒ کے پاس حدیثیں تھیں ہی نہیں یا صرف سولہ، سترہ کے قریب تھیں جیسا کہ بعض متعصب لوگوں نے کہا ہے تو احادیث کثیرہ کا کیا مطلب ہو گا؟ اور جب خود ان کے پاس ہی زیادہ حدیثیں نہ تھیں تو حمادؒ بن زیدؒ سے انہوں نے بھلا احادیث کثیرہ کیا روایت کی ہوں گی؟

http://mujahid.xtgem.com

اور حافظ ابنؒ عبد البرؒ ہی امام وکیعؒ بن الجراحؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ :۔

وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفةؒ حدیثا کثیرا۔ (جامع بیان العلم جلد ۲ ص ۱۴۹)

کہ وکیعؒ بن الجراحؒ کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سب حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں۔

انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گا کہ امام وکیعؒ بن الجراحؒ بلند قدر اور پختہ کار محدث تھے۔ اگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بیان کردہ حدیثیں ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہوتیں تو وہ ہرگز اُن کو یاد نہ کرتے ؟ اور بہت سی حدیثیں جبھی ہی وہ اُن سے روایت کر سکتے ہیں جب کہ خود امام ابوحنیفہؒ کے پاس بھی بہت سی حدیثیں ہوں۔

محدث ابنِ عدیؒ (المتوفی ۳۶۵ھ) امام اسدؒ بن عمروؒ (المتوفی ۱۹۰ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

ولیس فی اصحاب الرائ بعد ابی حنیفةؒ اکثر حدیثا منه۔ (لسان المیزان ج ۱ ص ۳۸۴)

اصحاب الرأی (یعنی فقہاء) میں امام ابوحنیفہؒ کے بعد اسدؒ بن عمروؒ سے زیادہ حدیثیں اور کسی کے پاس نہ تھیں۔

اور علامہ ابن سعدؒ اسدؒ بن عمروؒ ہی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :۔

وکان عنده حدیث کثیر وهو ثقة انشاء اللہ۔ (تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۱۶)

ان کے پاس بہت حدیثیں تھیں اور انشاء اللہ وہ ثقہ تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام اسدؒ بن عمروؒ جو خود صاحبِ حدیث کثیر تھے، امام ابوحنیفہؒ کے پاس ان سے بھی کہیں زیادہ حدیثیں تھیں۔

امام صدر الائمہ مکی الحنفیؒ، امام مکیؒ بن ابراہیمؒ (المتوفی ۲۱۵ھ) جو الحافظ، الامام اور شیخ خراسان تھے، علامہ ابن سعدؒ ان کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ تذکرہ جلد ۱ ص ۳۳۲) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :۔

ولزم اباحنیفةؒ رحمه اللہ وسمع منه الحدیث والفقه واکثر عنه الروایة۔

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہ کر ان سے حدیث اور فقہ کا سماع کیا اور اُن سے

http://mujahid.xtgem.com

بکثرت روایتیں کیں۔

یہ حضرت امام بخاریؒ کے استاد تھے اور صحیح بخاری میں بائیس ۲۲ ثلاثیات میں سے گیارہ صرف مکیؒ بن ابراہیمؒ کی سند سے ہیں اور یہ بڑے پایہ کے حنفی تھے گویا ان کی عالی سند کے ساتھ امام بخاریؒ کو یہ رتبہ اور شرف حاصل ہوا کہ صحیح بخاری میں گیارہ ثلاثیات ان کی سند سے درج کیں۔

اور امام عیسیٰؒ بن ماہان ابوجعفرؒ (المتوفی بسـ ـھ بعض نے ان میں کلام بھی کیا ہے، مگر امام احمدؒ ان کو صالح الحدیث، اور ابن معینؒ، ابن مدینیؒ، ابن عمار موصلیؒ، ابن سعدؒ، حاکمؒ اور ابن عبد البرؒ ثقہ کہتے ہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۵۷) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:-

امام اھل الری فی الحدیث والفقہ اکثر عن ابی حنیفۃؒ روایۃ الحدیث والفقہ و کان یقول ما رأیت افقہ من ابی حنیفۃؒ (ایضاً ج ۱ ص ۲۴۳)

وہ ریؔ کے باشندوں کے حدیث اور فقہ میں امام تھے، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کی بہت روایتیں لی ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ محدث بشرؒ بن موسیٰؒ (المتوفی ۲۸۸ھ جو المحدث الامام الثبت تھے تذکرہ ج ۲ ص ۱۶۸) سے اور وہ اپنے استاد محترم حضرت امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ (المتوفی ۲۱۳ھ جو الامام، المحدث اور شیخ الاسلام تھے، تذکرہ ج ۱ ص ۲۳۴) انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے نو سو ۹۰۰ حدیثیں سنی تھیں، مناقب کردری جلد ۲ ص ۲۱۶) سے روایت کرتے ہیں کہ:-

وکان اذا حدث عن ابی حنیفۃؒ قال حدثنا شاھنشاہ۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۵)

جب وہ ہم سے امام ابوحنیفہؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان فرماتے تو کہتے ہم سے شاہنشاہ نے حدیث بیان کی ہے۔

اندازہ فرمایئے کہ ایک محدثِ کامل اور شیخ الاسلام، حضرت امام ابوحنیفہؒ کو روایت اور حدیث کا بادشاہ ہی نہیں کہتے بلکہ شاہنشاہ کہتے ہیں، جو شخص اپنے دور اور زمانے میں حدیث کا شاہنشاہ ہو گیا اس کے محدث اور حافظِ حدیث ہونے میں کوئی کسر اور

http://mujahid.xtgem.com

کسی قسم کا کوئی شک باقی رہ سکتا ہے؟ (فنِ حدیث اور سند میں شہنشاہ ہونا جزوی بات ہے اور مطلقاً شہنشاہ ہونا مخلوق کیلئے حرام ہے) حقیقت یہ ہے کہ ع
"آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں"!

امام صدر الائمہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وعبد الله بن يزيد هو ابو عبد الرحمٰن المقري من حفاظ اصحاب الحديث وكبرائهم اكثر عن ابي حنيفةؒ الرواية في الحديث۔ (مناقب موفق جلد ۲ ص۲۲)	امام ابو عبد الرحمٰن المقری عبد اللہؒ بن یزیدؒ نے جو خود بھی اصحاب حدیث کے حفاظ اور بڑے ائمہ میں تھے امام ابو حنیفہؒ سے حدیث کی بہت سی روایتیں لی ہیں۔

مشہور محدث اسرائیلؒ (المتوفی ۱۶۲ھ جو الامام اور الحافظ تھے، تذکرہ ج ۱ ص۱۹۹) ارشاد فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کیا ہی خوب مرد تھے کہ:۔

ما كان احفظه لكل حديث فيه فقه واشد فحصه عنه واعلمه بما فيه من الفقه۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص۳۳۹ و تبییض الصحیفہ ص۲۷)	انہوں نے ہر ایسی حدیث کو کیا ہی اچھی طرح یاد کیا جس سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہو سکتا ہے اور وہ حدیث کے بارے میں بڑی بحث کرنے والے اور حدیث میں فقہی مسائل کو بہت زیادہ جاننے والے تھے۔

امام صدر الائمہ مکیؒ، امام عیسیٰؒ بن یونسؒ (المتوفی ۱۸۷ھ جو ثقہ اور ثبت تھے، تہذیب التہذیب ج ۸ ص۲۳۹) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

اكثر عن ابي حنيفةؒ الرواية في الحديث والفقه۔ (مناقب موفق ج ۱ ص۱۹۷)	انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کی بکثرت روایتیں کی ہیں۔

امام عبد اللہؒ بن داؤد الخریبیؒ (المتوفی ۲۱۳ھ جو الحافظ الامام اور القدوہ تھے، تذکرہ جلد ۱ ص۳۰۰ علامہ ابن سعدؒ ان کو ثقہ، عابد اور ناسک اور امام ابن معینؒ ان کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۱ ص۳۰۹) فرماتے ہیں کہ:۔

يجب على اهل الاسلام ان يدعوا الله لابي حنيفةؒ في صلوتهم قال وذكر حفظه عليهم	مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں، اللہ تعالیٰ سے امام ابو حنیفہؒ کے لیے دعا کریں اور ذکر فرمایا کہ

http://mujahid.xtgem.com

السنن والفقه۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۲ والبدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۰۷) یہ اس لیے کہ انہوں نے سنت، حدیث اور فقہ کو مسلمانوں کے لیے محفوظ کیا ہے۔

امام صدر الائمہ مکیؒ اپنی سند کے ساتھ امام زفرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:-

قال کان کبراء المحدثین مثل زکریا بن ابی زائدۃؒ وعبدالملک بن ابی سلیمانؒ واللیث بن ابی سلیمؒ ومطرف بن طریفؒ وحصین ھو ابن عبدالرحمٰنؒ وغیرھم یختلفون الی ابی حنیفۃؒ ویسئلونہ عما ینوبھم من المسائل وما اشتبہ علیھم من الحدیث۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۱۴۹) بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریاؒ بن ابی زائدہؒ، عبدالملکؒ بن ابی سلیمانؒ، لیثؒ بن ابی سلیمؒ، مطرفؒ بن طریفؒ اور حصینؒ بن عبدالرحمٰنؒ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور ایسے (دقیق) مسائل ان سے دریافت کرتے تھے جو ان کو درپیش ہوتے تھے اور جس حدیث کے بارے میں ان کو اشتباہ ہوتا ہے اس کے متعلق بھی وہ ان سے سوال کرتے تھے۔

اگر امام ابوحنیفہؒ کو فنِ حدیث میں مہارتِ تامہ حاصل نہ ہوتی یا وہ حدیث سے بے بہرہ ہوتے تو ان کبراءِ محدثین کو ان کے پاس آنے جانے کی اور حدیث میں ان سے مشکوک و شبہات نکالنے کی کیا مصیبت پڑی تھی؟

مشہور محدث امام مسعرؒ بن کدامؒ (المتوفی سنہ ۱۵۵ھ جو الامام الحافظ اور احد الاعلام تھے، تذکرہ ج ۱ ص ۱۸۸) فرماتے ہیں کہ:-

طلبت مع ابی حنیفۃ الحدیث فغلبنا و اخذنا فی الزھد فبرع علینا وطلبنا معہ الفقہ فجاء منہ ما ترون۔ (مناقب ابی حنیفۃ ص ۲۷ از علامہ ذہبیؒ طبع مصر) میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی لیکن وہ ہم پر غالب رہے اور زہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں بھی ہم پر فائق رہے اور ہم نے ان کے ساتھ فقہ طلب کی تو اس میں ان کا کمال تم سے مخفی نہیں ہے۔

غور کیجیے کہ چوٹی کا محدث اور صحاح ستہ کا مرکزی راوی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی علمِ حدیث میں فوقیت اور برتری کو کس شانِ سخاوت سے تسلیم کرتا ہے۔

محدثِ جلیل امام یزیدؒ بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ:-

کان ابوحنیفۃ تقیا نقیا زاھدا عالماً امام ابوحنیفہؒ متقی، پاکباز، عالم، صداقت شعار

http://mujahid.xtgem.com

صدوق اللسان احفظ اھل زمانہ (مناقب صیمری بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث ص۱۲ از مولانا نعمانی) — آپ اپنے اہلِ زمانہ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

انہ واللہ لاعلم ھذہ الامۃ بما جاء عن اللہ ورسولہ (مقدمہ کتاب التعلیم از علامہ مسعودؒ بن شیبہ سندی بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث از مولانا عبدالرشید نعمانی ص۱۶۷) — خدا تعالیٰ کی قسم امام ابو حنیفہؒ اس امت میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسولِ برحق سے جو کچھ بھی وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

اگر امام ابو حنیفہؒ کو قرآن کریم اور حدیث شریف کے علم میں پوری مہارت اور کمال حاصل نہ ہوتا تو ناقدِ فنِ رجال اور سرتاجِ محدثین کبھی قسم اُٹھا کر یہ بیان نہ دیتے۔

حضرت ملا علی ن القاریؒ امام محمدؒ بن سماعہؒ سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:۔

ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث۔ (مناقب علی ن القاریؒ بذیل الجواھر جلد ۲ ص۴۷۴) — امام ابو حنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر حدیثیں بیان کی ہیں اور چالیس ہزار حدیثوں سے (کتاب) الآثار کا انتخاب کیا ہے۔

اور امام صدر الائمہ مکیؒ ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

وانتخب ابو حنیفۃؒ الآثار من اربعین الف حدیث۔ (مناقب موفق ج۱ ص۹۵) — امام ابو حنیفہؒ نے (کتاب) الآثار کو چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کیا ہے۔

صد حیرت کی بات ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں اپنی تصانیف میں بیان فرماتے ہیں اور چالیس ہزار حدیثوں سے کتاب الآثار کا انتخاب کرتے ہیں مگر بایں ہمہ متعصب لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ فنِ حدیث میں یتیم تھے، ان کو حدیث سے کوئی مس نہ تھا، ان سے صرف سترہ حدیثیں مروی ہیں، یہ کس قدر ظلم عظیم اور ناانصافی کی بات ہے،

http://mujahid.xtgem.com

اور یار لوگ صرف ایسے ہی حوالوں پہ اکتفا کر لیتے ہیں اور دوسری طرف کے ٹھوس حوالے بالکل ہضم کر جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ محدثین کرامؒ کی یہ اصطلاح ہے کہ سند کے بدلنے اور اسی طرح سند کے کسی راوی کے بدلنے سے حدیث کی گنتی اور تعداد بدل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے دور میں احادیث کی تعداد کم تھی کیونکہ سند مختصر تھی اور ائمہ حدیث کے زمانہ میں احادیث کی تعداد لاکھوں سے بھی متجاوز ہو گئی، کیونکہ جوں جوں سند بڑھتی گئی، اور راوی بدلتے گئے تو احادیث کی تعداد بھی بڑھتی گئی نہ یہ کہ متونِ حدیث۔ بڑھ گئے جیسا کہ محدثین کرامؒ کی اصطلاح کو نہ سمجھتے ہوئے منکرینِ حدیث اور اسی طرح دیگر بعض باطل فرقوں نے ٹھوکر کھائی ہے، اور بلاوجہ محدثینِ کرامؒ کو محلِ طعن بنایا ہے۔ اس مسئلہ کی پوری بحث توشیقِ حدیث میں ہم نے کر دی ہے صرف مثال کے طور پر ایک حوالہ عرض کیا جاتا ہے، تاکہ بات بخوبی سمجھی جا سکے۔ مشہور محدث ابراہیمؒ بن سعید الجوہریؒ (المتوفی ۲۴۴ھ) جو الحافظ اور العلامہ تھے خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ، ثبت اور مکثر تھے، (تذکرہ جلد ۲ صـ ۸۹) ایک خاص موقع پر فرماتے ہیں کہ:۔

کل حدیث لا یکون عندی من مائة وجه فانا فیه یتیم۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۸۹)	جب ایک ایک حدیث میرے پاس سو سو سندوں کے ساتھ نہ ہو تو میں اس حدیث کے متعلق اپنے آپ کو یتیم خیال کرتا ہوں۔

اب ایسی حدیث متن اور الفاظ کے لحاظ سے تو صرف ایک ہو گی مگر سو سندوں اور طریقوں سے جب وہ الگ الگ روایت کی جائے گی تو محدثین کرامؒ کے نزدیک سو حدیث متصور ہو گی، اور اگر یہی ایک حدیث ہزار سندوں اور طریقوں سے مروی ہو گی تو وہ ان کے نزدیک ہزار حدیث ہو گی۔ یہی مطلب ہے ان عبارات کا جن میں یہ آتا ہے کہ فلاں محدث کو اتنے لاکھ حدیث یاد تھی اور فلاں کو اتنے لاکھ یاد تھی، ورنہ متونِ احادیث کی تعداد باتفاق محدثین عظامؒ جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت امام سفیانؒ بن سعید ثوریؒ، امام شعبہؒ، امام یحییٰؒ بن سعید القطانؒ امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ قابلِ ذکر ہیں، یہ ہے:۔

ان جملة الاحادیث المسندة عن النبی	بلاشبہ تمام وہ مسند احادیثِ صحیحہ جو بلا تکرار آنحضرت

http://mujahid.xtgem.com

صلّی اللّٰه علیہ وسلّم یعنی الصحیحۃ بلا تکرار اربعۃ آلاف واربعمائۃ حدیث۔ (توضیح الافکار ص۳۱ طبع مصر از علامہ امیر یمانیؒ)

صلی اللّٰہ علیہ وسلّم سے روایت کی گئی ہیں ان کی تعداد چار ہزار اور چار سو ہے۔

دیگر محدثینؒ کی طرح جہاں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف کم حدیثوں کی نسبت آتی ہے تو اس سے نظر بظاہر یہی متون احادیث مراد ہیں اور جہاں چالیس یا ستر ہزار کا ذکر آتا ہے تو وہاں سے اسانید اور طرق متعددہ سے مروی روایات مراد ہیں، چنانچہ امام صدر الائمہ مکیؒ، امام حسنؒ بن زیادؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

کان ابوحنیفۃ یروی اربعۃ آلاف حدیث الفین لحماد والفین لسائر المشیخۃ اھ (مناقب موفق ج ۱ ص۹۶)

امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ دو ہزار تو صرف حمادؒ کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

یعنی اگر تکرار اور تعدد طرق واسانید سے صرف نظر کر لی جائے تو تقریباً چار ہزار حدیثیں ان سے مروی ہیں اور اگر اسانید و طرق کو پیش نظر رکھا جائے تو ستر ہزار سے بھی ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے جن کا تذکرہ امام صاحبؒ نے اپنی تصانیف میں کیا ہے، یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام صاحبؒ کی تصانیف سے کیا مراد ہے؟ بعض علماء جن میں خصوصیت کے ساتھ مولانا شبلی نعمانیؒ (المتوفی ۱۳۳۲ھ) پیش پیش ہیں، یہ دعوے کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ کی اپنی کوئی تصنیف ہی نہیں حتیٰ کہ فقہ اکبر بھی انکی اپنی نہیں ہم نے اسی کتاب کے ص۸۰ میں بحوالہ البیان الازہر کے مقدمہ میں دلائل کے ساتھ اسکی تردید کر دی ہے وہاں ہی ملاحظہ کریں البتہ غیر مقلدین حضرات کی تسلی کے لیے ایک حوالہ عرض کئے دیتے ہیں۔ مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹیؒ ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"امام ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ میں فقہ اکبر کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کی کتاب قرار دیتے ہیں، پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بنا پر اسے معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں" (بلفظہ، حاشیہ تاریخ اہل حدیث ص۶۶)

امام صاحبؒ کی تصانیف سے وہ املائی تصانیف مراد ہیں جن کو ان کے لائق اور قابل قدر تلامذہ مثلاً امام ابو یوسفؒ وغیرہ امام صاحبؒ کی تعلیم اور تدریس کے وقت قید تحریر میں،

http://mujahid.xtgem.com

لے آتے تھے جیسا کہ اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ احکام الاحکام الشیخ الاسلام ابوالفتح محمدؒ بن علیؒ الشہیر بابن دقیق العید الشافعیؒ (المتوفی سنہ ۷۰۲ھ) کی اپنی تالیف و تصنیف نہیں ہے بلکہ وہ املا کرواتے تھے اور ان کے لائق و فائق شاگرد الشیخ القاضی اسمٰعیلؒ بن تاج الدینؒ ــــ الاثیر الحلبی الشافعیؒ (المتوفی سنہ ھ) لکھتے جاتے تھے اور باوجود ابن دقیق العیدؒ کی اپنی تصنیف نہ ہونے کے وہ انہی کی تصنیف سمجھی جاتی ہے، دیگر متعدد شراحِ حدیث کی عبارات کے علاوہ حافظ ابنِ حجرؒ متعدد مقامات پر فتح الباری میں ارقام فرماتے ہیں قال ابن دقیق العیدؒ فی احکام الاحکام الخ اسی طرح امام صاحبؒ کی تصانیف سے وہ املائی تصانیف مراد ہیں جن کو ان کے سامنے اور ان کے حکم سے ان کے تلامذہ قیدِ تحریر میں لے آتے تھے جیسا کہ ہم نے خطیب بغدادیؒ اور صدرالائمہ کے حوالہ سے اس کا مفصل ذکر پہلے کر دیا ہے کہ جب ایک مسئلہ پر اچھی طرح غور و خوض ہو جاتا تو آپ فرماتے اثبتوھا الخ کہ اب اس مسئلہ کو لکھ لو اور بجائے سینہ کے سفینہ میں محفوظ کر لو۔ اور امام صاحبؒ کی ان املائی کتابوں میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں موتیوں کی طرح بکھری پڑی ہیں۔

مولانا محمد حنیف صاحب ندوی، امام صاحبؒ کے چار ارشد تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "امام محمدؒ سے دو طرح کی کتابیں منقول ہیں، ایک جو ظاہر الروایہ سے منسوب ہیں جیسے مبسوط الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب السیر الصغیر اور الزیادات، دوسرے نوادر جیسے کتاب الامالی یا کیسانیات وغیرہ اور ان سب میں اپنے مسلک کی تائید میں احادیث و آثار ہی کو پیش کیا گیا ہے۔ انتہی (مسئلہ اجتہاد ص ۹۱)

اور مولانا محمد حنیف صاحب ندوی ہی لکھتے ہیں کہ "اس میں بھی اختلافِ رائے ہے کہ فقہ کی کوئی کتاب آپ نے تصنیف کی یا نہیں؟ اور آیا ابن ندیمؒ نے جن کتابوں کا ان کی طرف انتساب کیا ہے جیسے الفقہ الاکبر، کتاب العالم و المتعلم وغیرہ ان کا انتساب تاریخی طور پر درست ہے یا نہیں؟ مگر یہ حقیقت بہرحال مسلّمہ ہے کہ ان کے ارشد تلامذہ نے اپنی کتابوں میں فقہ حنفی کے نام سے جن فروع و اصول کا تذکرہ کیا ہے، ان کی تعیین و تنقیح میں بڑی حد تک حضرت امام ہی کی مجتہدانہ کوششوں کو دخل ہے الخ (الاعتصام ص ۲ عالم ۱۲ ۹ فروری سنہ ۱۹۶۲ء)

http://mujahid.xtgem.com

اور چالیس ہزار روایات سے انہوں نے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے چنانچہ امام عبدالقادر القرشی الحنفیؒ (المتوفی ۷۷۵ھ) امام یوسفؒ بن قاضی ابو یوسفؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد محترم کے توسط سے :۔

روی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃؒ وھو مجلد ضخم اھ (الجواھر ج ۲ ص۲۲۵) — امام ابو حنیفہؒ سے ان کی کتاب آلآثار روایت کی ہے جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

کچھ عرصہ ہوا ہے کہ مصر سے کتاب آلآثار لابی یوسفؒ طبع ہو کر علماء کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے ، غالباً یہ وہی نسخہ ہے جو امام ابو یوسفؒ نے امام صاحبؒ سے نقل کیا تھا اور اب وہ انہی کی طرف منسوب ہو کر رہ گیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

والموجود من حدیث ابی حنیفۃؒ مفرداً انما ھو کتاب الآثار التی رواھا محمد بن الحسن عنہ اھ (تعجیل المنفعۃ ص۲) — امام ابو حنیفہؒ کی حدیث میں مفرد کتاب کتاب آلآثار ہے جو امام محمدؒ بن الحسنؒ نے اُن سے روایت کی ہے۔

اور اسی کے قریب انہوں نے لسان المیزان ج ۵ ص۱۳۱ میں بھی لکھا ہے۔ بظاہر یہ کتاب الآثار وہی ہے جو امام محمدؒ کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ انہی کی روایت سے یہ نسخہ رائج ہوا ہے جیسا کہ بخاری، ابوداؤد اور مؤطا امام مالکؒ وغیرہ حدیث کی کتابوں کے متعدد روات کی وجہ سے مختلف نسخے نقل ہوتے چلے آئے ہیں اور ان نسخوں میں تقدم و تأخر اور دیگر کئی امور میں باہمی اختلاف اور تفاوت بھی پایا جاتا ہے لیکن اس جزوی اختلاف کی وجہ سے ان کی پوزیشن اور ان پر اعتماد ختم نہیں ہو جاتا جیسا کہ منکرین حدیث نے غلط کاری سے یہ سمجھ رکھا ہے، اور بزرگانِ دین کی محنت اور ان پر اعتبار کو یکسر ختم کرنے کا اُدھار کھائے بیٹھے ہیں ؎

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کئے فلک نے تھے جو خاک چھان کے

امام صاحبؒ ائمہ حدیث اور حفاظِ حدیث میں تھے

اگرچہ گزشتہ مندرجہ ٹھوس حوالے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی حدیث دانی اور محدث کامل ہونے کے لیے بالکل کافی ہیں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ بحث کا کوئی گوشہ بھی تشنہ نہ رہے اس لیے

http://mujahid.xtgem.com

ہم اب یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امام صاحبؒ محض حدیث دان اور محدّث ہی نہ تھے بلکہ فنِ حدیث اور روایت کے بڑے مجتہدین حفاظ حدیث اور ائمہ حدیث میں آپ کا شمار ہوتا ہے غور سے مندرجہ ذیل حوالے ملاحظہ کیجیے :۔

امام ابُو داؤدؒ (سلیمانؒ بن الاشعث السجستانیؒ المتوفی ۲۷۵ھ جو الامام الثبت اور سیّد الحفاظ تھے، تذکرہ ج ۲ ص ۱۵۲) ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

رحم الله مالکاً کان اماماً رحم الله الشافعی کان اماماً رحم الله اباحنیفة کان اماماً (کتاب الانتقاء ص ۳۲ وجامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۳)	اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے امام مالکؒ پر کیونکہ وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ رحمت کرے امام شافعیؒ پر اس لیے کہ وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ابُو حنیفہؒ پر کیونکہ وہ امام تھے۔

اور علامہ ذہبیؒ امام ابُو داؤدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ :۔

ان اباحنیفةؒ کان اماماً (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۱)	ابُو حنیفہؒ امام تھے۔

امام ابُو داؤد جیسے پختہ کار محدّث جب امامت کا ذکر فرمائیں گے تو اس سے یہی متبادر ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث کی امامت مُراد لیتے ہیں اور خصوصیت سے جب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی لڑی میں منسلک کرکے وہ امام ابُو حنیفہؒ کا ذکر کرتے ہیں، تو اس امامت سے وہی امامت مراد ہو گی جو حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے لیے لی جا سکتی ہے چونکہ وہ حدیث اور فقہ دونوں کے امام تھے، اس لیے حضرت امام ابُو حنیفہؒ کے لیے بھی حدیث اور فقہ دونوں کی امامت مراد ہو گی۔

علّامہ عبدالکریم شہرستانیؒ (المتوفی ۵۴۹ھ) فرقہ مرجئہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان میں ایک وہ فرقہ ہے جو اہل سُنّت والجماعت کے نظریات اور معتقدات کے خلاف ہے، اور ایک وہ گروہ ہے جو مرجئہ السنّة کہلاتا ہے اور ان کے سُنّی ہونے میں کوئی کلام نہیں کیونکہ یہ حضرات اعمال کو ایمان کی جزئیت سے متاخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کی جزء نہیں نہ یہ کہ اعمال کو ایمان سے بالکل الگ کر دیتے ہیں کہ ان پر ثواب وعقاب ہی مترتب نہ ہو۔ اس طویل بحث کے بعد انہوں نے تتمہ میں ایسے ہی رجال مرجئہ کے کچھ نام گنوائے

http://mujahid.xtgem.com

ہیں اور وہ یہ ہیں :۔ الحسنؒ بن محمدؒ بن علیؓ بن ابی طالب، سعیدؒ بن جبیرؒ، طلقؒ بن حبیبؒ، عمروؒ بن مرۃ، محاربؒ بن زیادؒ، مقاتلؒ بن سلیمانؒ، ذرؒ، عمروؒ بن ذرؒ، حمادؒ بن ابی سلیمانؒ، ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ بن الحسنؒ اور قدیدؒ بن جعفرؒ اور پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ :۔

وھؤلاء کلھم ائمۃ الحدیث الخ (الملل والنحل — یہ سب کے سب ائمہ حدیث ہیں۔

ج ۱ ص ۱۴۰ مکتبۃ الانجلو مصریۃ و ج ۱ ص ۲۳۴ طبع اوّل مکتبۃ الحسین التجاریہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بن الحسنؒ وغیرہ جن کا ذکر ہوا سب کے سب ائمۂ حدیث تھے، اگر یہ حضرات فن حدیث کے عالم اور پھر اس پر عامل نہ ہوتے تو ائمہ حدیث کیسے بن گئے۔

فرقہ مرجیہ

حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ نے غُنیۃ الطالبین میں مرجئہ کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور پھر ان مرجئہ میں اصحاب نعمانؒ بن ثابتؒ ابو حنیفہؒ کو بھی شمار کیا ہے جس سے بعض نادان اور متعصب غیر مقلدین حضرات امام صاحبؒ اور ان کے جملہ اصحاب کو مرجئہ سمجھ کر ان کو کوستے اور ان پر ناحق ظلم اور بے انصافی کے تیر برساتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت شیخ صاحبؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کے فرقہ میں داخل نہیں کیا بلکہ ان کے اصحاب کو مرجئہ کہا ہے اور ان کے مقلدین سب نہیں بلکہ بعض باوجود فقہ میں حنفی مسلک رکھنے کے معتزلہ بھی تھے جیسے علامہ زمخشریؒ (المتوفی ۵۲۸ھ) صاحب تفسیر کشاف وغیرہ اور اسی طرح بعض دیگر فقہ میں حنفی مذہب رکھنے کے باوجود اصولاً و فروعاً مرجئہ کے اس باطل گروہ اور فرقہ سے متعلق تھے جو اہل سنّت کے مسلک حق کے بالکل خلاف تھا لیکن ان کے مرجئہ ہونے کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کیا زد پڑ سکتی ہے؟ اور ان مرجئہ کے قول باطل کی وجہ سے اُن اصحاب ابی حنیفہؒ پر جو اس معنیٰ میں ہرگز مرجئہ نہ تھے، کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے؟

امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب کے مرجئہ ہونے کی بحث حافظ ابن عبد البرؒ کی کتاب جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۴۸) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تفہیمات الٰہیہ (ج ۱ ص ۲۸) اور

http://mujahid.xtgem.com

نواب صاحبؒ کی دلیل الطالب (ص۱۶۵) وغیرہ کتابوں میں ملاحظہ کریں کہ ان کا اختلاف بعض محدثین کرامؒ کے ساتھ صرف لفظی ہے، وہ یہ کہ بعض محدثین عظامؒ، ایمان، تصدیق بالقلب اقرار باللسان اور عمل بالجوارح کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور مرجئہ اہل سنّت، ایمان صرف تصدیق قلبی کو کہتے ہیں کیونکہ یہ معنیٰ لغوی معنی کے بالکل قریب ہے (حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں اما الایمان فی اللغة فیطلق علی التصدیق المحض الخ تفسیر ج ۱ ص۴۰ یعنی بہرکیف لغت میں ایمان محض تصدیق پہ اطلاق ہوتا ہے، اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں والایمان لغةً التصدیق۔ فتح الباری ج ۱ ص۳۹) اور قرآن کریم میں ایمان کو اعمال صالحہ کی قبولیت کی شرط قرار دیا گیا ہے اور شرط مشروط سے خارج ہوتی ہے نیز اعمال صالحہ کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے، اور معطوف و معطوف علیہ مغائر ہوتے ہیں، علاوہ ازیں بعض بداعمالیوں کے ساتھ بھی قرآن وحدیث سے نفس ایمان کا ثبوت ملتا ہے، اگر اعمال ایمان کا جزو ہیں تو ان کے فقدان سے ایمان کا تحقق کیسے؟ (دیکھئے تفسیر ص۱۸ بیضاوی، شرح مواقف ص۱۹ طبع نولکشور اور شرح ص۹۲ عقائد وغیرہ) یہ حضرات اس کے ہرگز قائل نہیں کہ ثواب وعقاب کا اعمال پہ ترتب نہیں؟ یا اعمال کے بغیر بھی کوئی شخص کامل مومن ہو سکتا ہے؟ یہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال ایمان کے اجزاء حقیقیہ نہیں بلکہ اجزاء متممہ ومکملہ ہیں۔

مولانا میر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر اس شبہ کا حل بھی نہایت ضروری ہے۔ کہ بعض مصنفین نے سیّدنا امام ابوحنیفہؒ کو بھی رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے حالانکہ آپ اہل سنّت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقویٰ اور تورع پر گزری جس سے کسی کو بھی انکار نہیں، بے شک بعض مصنفین نے، خدا ان پر رحم کرے، امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں امام ابویوسف امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیادہ رحمہم اللہ کو رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کے طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے الخ (تاریخ اہلحدیث ص۵۶)

اور طویل بحث کرنے کے بعد آگے علامہ شہرستانیؒ کی الملل والنحل ج۱ ص۱۸۹) کے حوالہ

http://mujahid.xtgem.com

سے لکھتے ہیں کہ مجھے اپنی زندگی (کے عطا کرنے والے) کی قسم ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کو مرجئۃ السنّۃ کہا جاتا ہے الخ (تاریخ اہل حدیث ص۵۷)

الغرض امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اکثر اصحاب جن معنیٰ میں مرجئہ ہیں وہ اہل سنّت کے مسلک کے ہرگز ہرگز خلاف نہیں، ہاں صرف لفظی نزاع کے پیشِ نظر ان کو مرجئہ کہا گیا ہے اور اس سے ان کی ذات پر کوئی حرف نہیں آتا، اور نہ اُس کی وجہ سے ان کی دیانت و امانت اور مسلک مجروح ہوتا ہے۔

زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نواب صاحبؒ کی پوری عبارت نقل کر دیں، ممکن ہے اکثر حضرات کو کتاب دلیل الطالب آسانی سے میسّر نہ ہو سکے، نواب صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

سُوال: در غنیۃ الطالبین مرجیہ را در اصحاب ابی حنیفہ نعمانؒ ذکر کردہ و کذا غنیۃ فی غیرہ وجہ آن چیست؟ جواب:۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ در تفہیمات نوشتہ اند کہ ارجاء دو گونہ است یکی ارجاء است کہ قائل را از سنّت بیروں میکند دیگر آنست کہ از سنّت بیرون نمیکند اوّل آنست کہ معتقد آں باشد کہ ہر کہ اقرار بلسان و تصدیق بجناں کرد، ہیچ معصیت او را مضر نیست اصلاً دیگر آنکہ اعتقاد کند کہ عمل از ایمان نیست ولیکن ثواب و عقاب براں مترتب است و سبب فرق میاں ہر دو آنست کہ صحابہؓ و تابعینؒ اجماع کردہ اند بر تخطیہ مرجیہ و گفتہ اند کہ بر عمل ثواب و عذاب مترتب می شود پس مخالف ایشاں ضال و مبتدع است و در مسئلۂ ثانیہ اجماع سلف ظاہر نشدہ بلکہ دلائل متعارض اند بعض آیات و حدیث و اثر دلالت میکنند بر آنکہ ایمان غیر عمل است و ایں نزاع راجع میشود بسوئے لفظ بجہت اتفاق ہمہ بر آنکہ عاصی از ایمان خارج نمی شود اگرچہ مستحق عذاب است و صرفِ دلائل و الہ بر آنکہ ایمان عبارت از مجموع ایں چیزہا است از ظواہرش بادنیٰ عنایت ممکن است انتہیٰ و ازیں جا معلوم شد کہ مراد حضرت شیخؒ از مرجیہ بودن اصحاب ابی حنیفہؒ شق ثانی است ولا غبار علیہ اگرچہ ارجح از روئے نظر در دلائل ہماں مذہب اہل حدیث ست کہ ایمان عبارت است از مجموع اقرار

http://mujahid.xtgem.com

والتصدیق والعمل وبہ قال القاضی ثناء اللہ فی ما لا بد منہ فاندفع الاشکال وصفی مطلع الھلال
وباللہ التوفیق۔ (انتہی بلفظہ) دلیل الطالب ص۱۶۵ طبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۵ھ

نواب صاحبؒ کی اس عبارت سے یہ بات تو بالکل واضح اور صاف ہوگئی کہ جس معنیٰ میں حضرت شیخ صاحبؒ نے اصحاب ابی حنیفہؒ کو مرجئہ کہا ہے، وہ کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں ہے ولا غبار علیہ لیکن چونکہ حضرت شاہ صاحبؒ کی پوری عبارت جو انہوں نے تفہیمات میں بیان فرمائی ہے، نقل نہیں کی گئی، اس لیے ادھوری عبارت سے جو نواب صاحبؒ نے نقل کی ہے غُنْیَۃُ الطَّالِبِیْن کی عبارت کی پوری عقدہ کشائی نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت شیخ صاحبؒ تو اصحاب ابی حنیفہؒ کو مرجئہ کے اس فرقہ میں داخل کرتے ہیں جو باطل فرقوں میں شمار ہوتا ہے جو اعمال کو ایمان کے ساتھ ترتب ثواب وعقاب کے درجہ میں بھی نہیں مانتا تو یہ پیش کردہ شق ثانی ان پر کیسے چسپاں ہو سکتی ہے جس میں اعمال پر ثواب وعقاب کے ترتب کے اصول کو تسلیم کیا گیا ہے؟ اس لیے ہمارے نزدیک یہی جواب متعین ہے کہ حضرت شیخ صاحبؒ نے ان اصحاب حنیفہؒ کو ہرگز مرجئہ کے باطل فرقہ میں شمار نہیں کیا جو مرجئہ السنۃ تھے۔ ہاں وہ اصحاب اس سے مراد ہیں جو معتزلہ وغیرہ کی طرح فقہ میں حنفی مسلک رکھنے کے باوجود خلافِ اہلِ سُنّت فرقۂ مرجئہ میں تھے اور وہی فرقہ باطلہ ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس کی تصریح کی ہے (تفہیمات ج ۱ ص ۲۸)

علامہ ذہبیؒ نے حضرت مسعرؒ بن کدامؒ (جن کا سن وفات اور حدیث میں درجہ پہلے لکھا جا چکا ہے) ان پر بھی ارجاء کا اعتراض تھا اور حیرت ہے کہ حضرت سفیانؒ بن سعید ثوریؒ جیسے محدث، فقیہ اور صوفی اسی ارجاء کے الزام میں ان کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے حالانکہ ایک ہی شہر کوفہ میں دونوں رہتے تھے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۵ اور درحقیقت وہ اسی معنیٰ میں مرجئہ تھے جو علامہ شہرستانی کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے مگر غلط فہمی کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟) کے ترجمہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور بعض دیگر حضرات کا نام لے کر یہ لکھا ہے کہ ان کو مرجئہ کہنے کا قول قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷) یعنی اس معنیٰ میں ارجاء کی نسبت ان کی طرف باطل ہے جو مرجئہ السنۃ کے خلاف ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ احناف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :-

والحنفیة هم من اهل السنة — احنافؒ اہل سنّت والجماعت سے ہیں۔

(منہاج السنة ج ۱ ص۳۵ طبع مصر)

اور مولانا میر صاحب سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں کہ " اور مرجیۃ السّنتہ سے ایسے لوگ مراد ہیں جو ہوں تو اہلِ سُنّت لیکن بحسب لُغت اِن مسائل کی وجہ سے جو اہلِ سنّت کے نزدیک قابلِ اعتراض نہیں، ان پر ارجاء کا لفظ بولا گیا ہو" الخ تاریخ اهلحدیث ص۵۸)

ان پوری تفصیلات اور تشریحات کے باوجود بھی اگر کوئی شخص حنفیوں کو مرجیہ کے باطل فرقہ میں داخل اور شمار کرتا ہے تو مالکِ یوم الدّین ہی قیامت کے دن اس کا فیصلہ کرے گا۔ اور اس وقت حقیقت بے نقاب ہو کر رہے گی۔ چنانچہ مؤلّف نتائج التقلید ص۹۶ میں دل کی بھڑاس یوں نکالتا ہے کہ حضرت شیخ اپنی تصنیفِ لطیف غنیۃ الطالبین میں اہلِ بدعت وگمراہ فرقوں کی تفصیل وفہرست بیان کرتے ہوئے حنفی مذہب کو اہل السنت سے خارج مرجیہ ایسے بدعتی وگمراہ فرقے کی شاخ شمار کرتے " اھ یہ ہے تحقیق انیق؟ سبحان اللہ!

علّامہ شمس الدین ابو عبد اللہ الذہبیؒ (شافعی المذہب وحنبلی المعتقد) نے تذکرۃ الحفاظ کے نام سے چار جلدوں میں ایک بہترین اور زرّین کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے مستقل عنوانات کے تحت صرف وہی حضرات داخل اور شمار کیے ہیں جو حافظِ حدیث تھے ان حضرات میں وہ (ج۱ ص۱۵۸ میں) حضرت امام ابو حنیفہؒ کو بھی حفّاظِ حدیث میں شمار اور بیان کرتے ہوئے یوں سُرخی قائم کرتے ہیں ۔" ابو حنیفہؒ الامام الاعظم فقیہ العراق الخ" طبقاتِ رجال اور ناقدِ فنِ روایات کے اس بڑے پہاڑ کی یہ شہادت کوئی کم وزنی شہادت نہیں ہے۔

امام حاکمؒ نے اصولِ حدیث پر ایک مختصر اور بہترین کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے فنِ حدیث میں روایت و درایت کی اہم بنیادی شرطوں پر اصُولی بحث کی ہے جس کا نام معرفتِ علوم الحدیث ہے جو قاہرہ میں طبع ہوئی ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں انہوں نے انچاسویں نوع میں لکھا ہے کہ :-

هذا النوع من هذه العلوم معرفة الائمة الثقات — یعنی یہ نوع علوم سے تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے ان ائمہ

http://mujahid.xtgem.com

المشهورین من التابعین واتباعهم ممن یجمع حدیثهم للحفظ والمذاکرۃ والتبرک بهم وبذکرهم من الشرق الی الغرب الخ

(ص ۲۴)

ثقات اور مشہورین کی معرفت کے بیان میں ہے جن کی حدیثیں از شرق تا غرب حفظ و مذاکرہ کے لیے جمع کی جاتی ہیں۔ اور ان کی ذات اور ذکر سے مشرق سے مغرب تک تبرک حاصل کیا ہے۔

اور پھر آگے ص ۲۴۵ میں علم حدیث کے ان ائمہ ثقات اور مشہورین میں حضرت امام ابوحنیفہؒ نعمانؒ بن ثابتؒ کا ذکر بھی کیا ہے۔

حافظ محمدؒ بن یوسف الصالحی الشافعیؒ (المتوفی ۹۴۲ھ) اپنی کتاب عقود الجمان میں لکھتے ہیں کہ:۔

کان ابوحنیفۃؒ من کبار حفاظ الحدیث و اعیانهم ولولا کثرۃ اعتنائه بالحدیث ماتهیأ له استنباط مسائل الفقه الخ

(بحوالہ تانیب الخطیب ص ۱۵۶ للعلامۃ الکوثریؒ طبع مصر)

امام ابوحنیفہؒ بڑے حفاظِ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ان کو کہاں سے حاصل ہوتا؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ تعالی کے روایتی اور درایتی کمال و تفقہ پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

واکثر ائمۃ الحدیث والفقه کمالکؒ والشافعیؒ واحمدؒ واسحٰق بن راهویهؒ وابی عبیدؒ وکذلک الاوزاعیؒ والثوریؒ واللیثؒ هؤلاء وکذلک لابی یوسفؒ صاحب ابی حنیفهؒ و لابی حنیفهؒ ایضًا ماله من ذالك ولکن لبعضهم فی الامامۃ فی الصنفین مالیس للاخر وفی بعضهم من صنعت المعرفۃ باحد الصنفین مالیس فی الاخر فرضی اللہ تعالی عن جمیع اهل العلم والایمان (تلخیص الاستغاثه

اکثر آئمہ حدیث و فقہ جیسے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ بن راہویہؒ، ابوعبیدؒ اور اسی طرح اوزاعیؒ اور ثوریؒ اور لیثؒ بن سعدیؒ حضرات اور اسی طرح ابویوسفؒ، صاحب ابی حنیفہؒ اور خود امام ابوحنیفہؒ کا بھی اس میں وہی مرتبہ ہے جو ان کے شایانِ شان ہے لیکن ان میں سے بعض کو دونوں قسم کی امامت میں وہ مقام حاصل ہے کہ جو دوسرے کو حاصل نہیں ہے اور بعض کو کسی ایک صنف کی معرفت میں وہ مقام حاصل ہے کہ جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے

http://mujahid.xtgem.com

المعروف بالرد علی البکری۔ (طبع مصر ص۱۳ و ص۱۴)

اللہ تعالیٰ تمام اہل علم و ایمان سے راضی ہو۔

غور فرمائیے کہ کس طرح حافظ ابن تیمیہؒ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کو ائمۃ الحدیث والفقہ میں شمار کیا ہے۔

امام خطیب ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی الشافعیؒ (المتوفی بعد ۷۴۰ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

فانہ کان عالماً عاملاً ورعاً زاھداً عابداً اماماً فی علوم الشریعۃ۔ (اکمال ص۶۲۵ زمانۂ تصنیف ۷۴۰ھ)

امام ابوحنیفہؒ، عالم، عامل، نیک، زاہد، عابد اور علوم شریعت کے امام تھے۔

امام ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

احذر ان تتوھم من ذالک ان اباحنیفۃ لم یکن لہ خبرۃ تامۃ بغیر الفقہ حاشاللہ کان فی العلوم الشرعیۃ من التفسیر والحدیث والآلۃ من العلوم الادبیۃ والمقاییس الحکمیۃ بحراً لایجاریٰ واماما لایماریٰ وقول بعض اعدائہ فیہ خلاف ذٰلک منشؤہ الحسد و حجتہ الترفع علی الاقران ورمیھم بالزور والبھتان اھ (الخیرات الحسان ص۲۵ طبع مصر)

اس بات سے پرہیز کرنا کہ تم یہ وہم کرنے لگو کہ امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کے بغیر اور کسی علم کی خبر تام نہ تھی، حاشا للہ امام ابوحنیفہؒ علوم شرعیہ تفسیر، حدیث اور علوم ادبیہ اور قیاسی فنون میں بحر بیکراں اور ایسے امام تھے جن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور ان کے بعض دشمنوں کا ان کے بارے میں اس کے خلاف کچھ کہنا اس کا سبب محض حسد اور معاصرانہ چشمک ہے اور جھوٹ اور بہتان کی الزام تراشی ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:۔

ذکرہ الذھبیؒ وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلتہ اعتنائہ بالحدیث فھو اما لتساھلہ اوحسدہ اھ (الخیرات الحسان ص۶۰)

علامہ ذہبیؒ وغیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں لکھا ہے اور جس نے ان کے بارے میں یہ خیال کیا کہ وہ حدیث میں کم شان رکھتے تھے تو اس کا یہ خیال یا تو تساہل پر مبنی ہے یا حسد پر۔

http://mujahid.xtgem.com

مؤرخ شہیر محقق کبیر نادرۃ العصر علامہ ابن خلدونؒ اپنی بے نظیر اور لاجواب کتاب میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں کہ :-

ویدل علیٰ انہ من کبار المجتھدین فی علم الحدیث اعتماد مذھبہ بینھم والتعویل علیہ واعتبارہ ردّا وقبولاً اھ	امام ابو حنیفہؒ کے علم حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مذہب پر ردّاً وقبولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے ۔

(مقدمہ ص۴۴۵ طبع مصر)

قارئین کرام ! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ صرف محدث ہی نہیں بلکہ بعض اکابر ملت کے بیان کے مطابق من ائمۃ الحدیث اور بعض کے ذکر کے موافق من آئمۃ الثقات المشہورین اور بعض کے تذکرہ کے تحت من حفاظ الحدیث اور بعض کے ارشاد کے ملائم امام لا یماری اور بعض کے قول کے مناسب من کبار المجتہدین فی علم الحدیث اور بعض کے نزدیک من ائمۃ الحدیث والفقہ ہیں ۔ ان تصریحات کو بھی دیکھ لیجئے اور غیر مقلدین حضرات کے ظلم صریح اور تعصب مذہبی کو بھی ملاحظہ کر لیجئے ۔ چنانچہ مؤلف نتائج التقلید شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر لکھتا ہے (اور اس کے جملہ مصدقین حضرات اس کے افتراء وبہتان اور شہادتِ زُور پر صاد کہہ رہے ہیں) کہ :-

"کیونکہ یہ مسلّمہ امر اور آخری اور قطعی حقیقت ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب کے نام کے ساتھ محدث یا امامِ فنِ حدیث کا لفظ برائے نام بھی کتب تاریخ اسلام و اسماء الرجال وطبقات میں موجود نہیں الخ" (ص۱۸۹)

یہ ہے غیر مقلدین حضرات کی دیانت اور خانہ ساز میٹنگ جس میں وہ مل جل کر مسلّمہ اور آخری اور قطعی حقیقت کو طے کر رہے ہیں اور کتبِ تاریخ اسلام اور اسماء الرجال وطبقات کی ان بالا صریح اور واضح عبارات سے جہالت ، یا خیانت کی وجہ سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر رہے ہیں اور آپس میں کچھ ایسی سازش کر کے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے خلاف متحدہ محاذ قائم کئے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی اس علمی بھگت کی قلعی نہیں کھولتا اور نہ زبان اور قلم سے حق بات کہنے اور لکھنے پر اپنے کو آمادہ پاتا اور ذکر کرتا ہے ۔ دنیا میں علمی

http://mujahid.xtgem.com

طور پر تعصّب کی اس سے بدترین مثال شاید ہی کوئی اور ہو مگر بایں ہمہ ان کے اہل حدیث ہونے میں کیا مجال ہے کہ کوئی فرق آئے ؟ یا ان کو اس پر شرم ہی آتی ہو؟ اور یہ سب کرشمے ہیں خدا تعالےٰ کے نیک بندوں سے عداوت کرنے اور ہوائے نفسانی پر چلنے کا، جب خوفِ خدا اور رضائے الٰہی ہی مفقود ہو جائے تو پھر ضمیر کس کام کا؟ ؎

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
جب جُھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

حضرت امام ابوحنیفہ کی ثقاہت

حاجت تو نہیں کہ ہم ان مندرجہ بالا ٹھوس حوالجات کے ہوتے ہوئے جن میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کو من ائمۃ الحدیث، من حفاظ الحدیث اور من ائمۃ الثقات المشہورین وغیرہ سنہری الفاظ کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ ان کی ثقاہت الگ عرض کریں، مگر چونکہ بعض غیر مقلدین حضرات کے نزدیک از روئے تعصّب یہ بھی ایک نزاعی اور اختلافی امر ہے اس لیے ہم اس پر بھی کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ المحدثین حضرت امام علیؒ بن المدینیؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

وھو ثقة لا بأس به (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۹ و تعلیق المغنی ج ۱ ص ۱۲۳) — وہ ثقہ اور لا بأس بہ تھے

امام ابوزکریا یحییٰؒ بن معینؒ سے دریافت کیا گیا کہ:۔

ابوحنیفة کان یصدق فی الحدیث؟ قال نعم صدوق (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۹) — کیا امام ابوحنیفہؒ حدیث میں سچے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں سچّے تھے۔

امام احمدؒ بن محمد البغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰؒ بن معینؒ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا:۔

فقال عدل ثقة ماظنك بمن عدله ابن المبارك ووکیع۔ (مناقب کردری ج ۱ ص ۹۱) — تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں وہ عادل اور ثقہ تھے جن کی تعدیل امام عبداللہؒ بن المبارکؒ اور وکیعؒ بن الجراحؒ

http://mujahid.xtgem.com

کریں تم ان کے بارے میں کیا خیال کرتے ہو؟

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ:۔

یقول یحییٰ بن معین وھو یُسأل عن ابی حنیفۃ اثقۃ ھو فی الحدیث فقال نعم ثقۃ ثقۃ کان واللہ اورع من ان یکذب وھواجل قدراً من ذالک الخ

امام یحییٰؒ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ حدیث میں ثقہ تھے؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں ثقہ تھے ثقہ تھے خدا کی قسم ان کی شان اس سے بہت بلند وبالا تھی کہ وہ جھوٹ کہتے۔

(مناقب موفق ج ۱ ص ۱۹۲ واللفظ لہ ومناقب کردری ج ۱ ص ۲۲۰)

امام خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰؒ بن معینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

کان ابوحنیفۃ ثقۃ لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ۔

(تاریخ خطیب ج ۱۳ ص ۴۱۹ طبع مصر۔ ومقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۸۱)

امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے وہ صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو ان کو ازبر یاد ہوتی تھی اور جو حدیث ان کو یاد نہ ہوتی تھی تو وہ اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نقل کرتے ہیں کہ:۔

وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابوحنیفۃ ثقۃ فی الحدیث (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۵۰ ومقدمۂ تحفۃ الاحوذی ص ۸۱)

امام صالحؒ بن محمد اسدیؒ حضرت امام یحییٰؒ بن معینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے۔

امام ابن حجر مکیؒ حضرت یحییٰؒ بن معینؒ سے یوں نقل کرتے ہیں کہ:۔

کان ثقۃ صدوقا فی الفقہ والحدیث ماموناً علی دین اللہ۔ (الخیرات الحسان ص ۳۱)

امام ابوحنیفہؒ فقہ اور حدیث میں ثقہ اور صدوق اور اللہ تعالیٰ کے دین میں قابل اعتماد اور مامون تھے۔

شیخ الاسلام ابن عبدالبر المالکیؒ بطریق امام عبداللہؒ بن احمد الدورقیؒ (المتوفی ۲۷۶ھ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں بغدادی ج ۹ ص ۳۷۲) روایت کرتے ہیں کہ

سُئل یحییٰ بن معین وانا اسمع عن ابی

امام یحییٰؒ بن معینؒ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے

http://mujahid.xtgem.com

حنيفة فقال ثقة ما سمعت احدًا ضعفه، هذا شعبة بن الحجاج يكتب اليه ان يحدث ويأمره وشعبة شعبة (الانتقاء ص۱۲۷ طبع مصر والجواهر ج۱ ص۲۹)

میں سوال کیا گیا اور میں سن رہا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ تھے میں نے کسی سے نہیں سنا کہ کسی ایک نے بھی ان کی تضعیف کی ہو اور یہ شعبہؒ بن الحجاج ہیں جو ان کی طرف لکھ رہے ہیں کہ وہ حدیث بیان کریں اور ان کو حکم دے رہے ہیں اور شعبہؒ تو آخر شعبہؒ ہیں۔

اور امام ابن حجر مکیؒ الشافعیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وسئل يحيى بن معينؒ عنه فقال ثقة ما سمعت احدًا ضعفه الخ (الخيرات الحسان ص۳۲)

کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی سے ان کی تضعیف نہیں سنی۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری لکھتے ہیں کہ امام ابن معینؒ امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ تمام امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کرتے ہیں۔ (محصلہ تحقیق الکلام ص۱۴۰)

ناظرین! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ امام علیؒ بن المدینیؒ، عبداللہؒ بن المبارکؒ، وکیعؒ بن الجراحؒ یحییٰؒ بن معینؒ، شعبہؒ بن الحجاجؒ اور سفیانؒ بن سعید ثوریؒ وغیرہ ائمہ حدیث اور ارباب جرح وتعدیل حضرت امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کرتے ہیں، اور حدیث میں ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام یحییٰؒ بن معینؒ کے یہ الفاظ کہ ثقة فی الحديث آپ نے دیکھ ہی لیے ہیں بلکہ امام یحییٰؒ بن معینؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک شخص سے بھی امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف نہیں سنی۔ حیرت اور تاسف کی بات ہے کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ کے زمانہ تک تو ان کی تضعیف کرنے والا کوئی ایک شخص بھی نہ ہو مگر غیر مقلدین کی رائے میں وہ پھر بھی ضعیف ہی قرار پائیں بلکہ مؤلف خیر الکلام لکھتے ہیں کہ:۔

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ ثقہ ہیں یعنی نہایت متقی، پرہیزگار، دیانتدار اور فقہ میں امام ہیں مگر محدثین کے ہاں جس قدر حافظہ کی ضرورت ہے بعض محدثین کے نزدیک ان کا مقام اس سے نیچے ہے۔" (ص۲۴۷)

مقام شکر ہے کہ مؤلف مذکور نے ثقہ کا معنی موٹا تازہ نہیں کر دیا ورنہ ان کا کوئی کیا بگاڑ لیتا اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

"اس حدیث کے جملہ راوی سوائے امام ابوحنیفہؒ کے ثقہ ہیں" (بلفظہ ص۴۸)
مؤلف خیر الکلام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب محدثین کسی کو ثقہ کہتے ہیں تو وہ اس سے ثقاہت فی الحدیث ہی مراد لیا کرتے ہیں نہ کہ پرہیز گار وغیرہ اور ثقہ فی الحدیث کی صریح قید موجود ہے اور بغیر کسی متعنت اور متعصب کے اور کسی نے امام صاحبؒ کو سیئ الحفظ نہیں کہا متعصب کی جرح کی مبسوط بحث اپنے مقام پر آئے گی اِنْشَاءَ اللّٰہ تعالیٰ۔

مؤلف نتائج التقلید کا اندھا تعصب ملاحظہ کیجئے کہ علامہ بدر الدین عینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) نے امام یحییٰؒ بن معینؒ کا یہ قول ماسمعت احدًا ضعفہ نقل کیا تھا تو اس پر تیخ پا اور خواہش نفسانی کے گھوڑے پر سوار ہو کر یوں لکھتا ہے کہ علامہ عینیؒ نے یحییٰؒ بن معینؒ پر یہ بالکل غلط اور سراسر بہتان باندھا ہے، ان کا یہ قول صحیح سند سے کتب اسماء الرجال میں نہیں پایا جاتا اکیا امام صاحبؒ کی تضعیف میں جو روایتیں بغدادیؒ وغیرہ کے حوالہ سے مؤلف نتائج التقلید نے نقل کی ہیں اُن کی اسانید صحیح ہیں؟ کاش وہ اسانید اور رواۃ پر بحث کرتا تو ہم بھی ان پر کچھ کلام کرتے اور امام صاحبؒ کی توثیق کو راویوں کی توثیق سے عرض کرتے۔ صفدر) زیادہ سے زیادہ تاریخ بغداد مصنفہ امام خطیبؒ اور تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰؒ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق یہ الفاظ ملتے ہیں لا بأس بہ، لم یکن یتھم (تذکرۃ الحفاظ) لا بأس بہ، وکان لا یکذب (تاریخ بغداد خطیب) ہاں صرف ثقہ کا لفظ بھی تاریخ بغداد میں موجود ہے لیکن وہ حدیث میں ثقاہت کے متعلق نہیں بلکہ جھوٹ کے مقابلہ میں ہے" الخ (بلفظہ ص۸۰)

پھر آگے لکھا ہے کہ :۔

"ائمہ محدثینؒ کی کثیر جماعت سے امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف ثابت ہے جو کتب اسماء الرجال میں مصرح اور نمایاں ہے۔ امام صاحبؒ کی ثقاہت تو صرف جھوٹ کے مقابلہ میں قبول ہو سکتی ہے لیکن فن حدیث میں ان کی ثقاہت ثابت نہیں ہو سکی پس عینیؒ نے ماسمعت احدًا ضعّفہ کے الفاظ جو یحییٰؒ بن معینؒ کی طرف منسوب کیے ہیں یہ علامہ عینیؒ کا یحییٰ بن معینؒ پر سراسر غلط افتراء اور جھوٹا بہتان ہے جو تعصّب کی ایجاد ہے (اعاذنا اللہ اعاذنا اللہ)" نتائج التقلید ص۱۸

http://mujahid.xtgem.com

آپ غور سے دیکھئے اور فرمایئے کہ غلط افتراء پرداز، جھوٹا بہتان تراش اور متعصب کون ہے؟ آیا علامہ عینیؒ ہیں یا مؤلف نتائج التقلید اور اس کے جملہ مصدقین حضرات! اور کیا امام یحییٰؒ بن معینؒ کا یہ قول علامہ عینیؒ نے اپنی طرف سے تراشا ہے یا شیخ الاسلام ابن عبدالبرؒ وغیرہ کی کتابوں میں بھی نمایاں اور مصرح طور پر یہ موجود ہے؟

اور آپ باحوالہ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ثقۃ فی الحدیث کے نمایاں اور مصرح الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ نہ تو مطلقاً ثقہ وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں اور نہ جھوٹ کے مقابلہ میں ثقاہت اس سے مراد ہے۔ یہ صرف غیر مقلدین حضرات کے سوء مزاج کا کرشمہ ہے کہ وہ ان کی مسلمہ ثقاہت اور عدالت کو جھوٹ کے مقابلے میں ثقاہت پر حمل کر کے اپنے دلِ ماؤف کے لیے تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں مگر آخر تا کے۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

حدیث میں احتیاط

روایت اور حدیث کے بارے میں جس قدر احتیاط کی ضرورت ہے وہ کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درجۂ اوّل میں متواتر حدیث من کذب علیّ متعمّداً الحدیث کے الفاظ سے آئی ہے، اس لیے محدثینِ کرام اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے رہے ہیں تاکہ کوئی غلط قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے روایت حدیث کے بارے میں بڑے حزم و احتیاط سے کام لیا ہے۔ چنانچہ امام خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰؒ بن معینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

انہ سئل عن الرجل یجد الحدیث بخطہ لا یحفظہ، فقال ابوزکریا کان ابوحنیفۃ یقول لا یحدث الا بما یعرف ویحفظ۔

(کفایہ ص ۲۳۱ طبع حیدرآباد دکن)

ان سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے خط سے لکھی ہوئی حدیث پائے لیکن وہ اُسے یاد نہیں تو وہ کیا کرے، امام ابوزکریا یحییٰؒ بن معینؒ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ تو فرماتے تھے کہ وہ اس کو بیان کرنے

http://mujahid.xtgem.com

کا مجاز نہیں ہے وہ صرف وہی حدیث بیان کر

سکتا ہے جو اسے یاد ہو۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان ثوریؒ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ

کان ابوحنیفةؒ شدید الاخذ للعلم ذابا عن حرم الله ان تستحل یأخذ بما صح من الاحادیث التی کانت یحملها الثقات وبالاخر من فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم وبما ادرك علیه علماء الکوفة ثم شنع علیه قوم یغفر الله لنا ولهم۔

(الانتقاء لابن عبد البرؒ ص۱۴۲ طبع مصر)

امام ابوحنیفہؒ علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط اور حدود الٰہی کی بے حرمتی پر بحید مدافعت کرنے والے تھے اور وہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو وہ لیا کرتے تھے اور اس فعل کو جس پر انہوں نے علماء کوفہ کو عامل پایا ہوتا تھا مگر پھر بھی ایک قوم نے (بلاوجہ) ان پر طعن کیا ہے اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت کرے۔

اس سے جہاں امام سفیان ثوریؒ کی زبان سے امام صاحبؒ کا محتاط فی الحدیث ہونا ثابت ہوتا ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ پر طعن و تشنیع کو وہ گناہ سمجھتے تھے جبھی تو یغفر الله لنا ولهم سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

امام حاکمؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام ابو یوسف سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ :-

عن ابی حنیفةؒ انه قال لا یحل الرجل ان یروی الحدیث الا اذا سمعه من فم المحدث فیحفظه ثم یحدث به۔

(مدخل فی اصول الحدیث ص۱۵)

امام ابو حنیفہؒ نے یہ فرمایا کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کوئی حدیث بیان کرے تاوقتیکہ محدث سے بالمشافہ وہ حدیث نہ سنے اور پھر وہ اسے اس وقت تک یاد رہے جس وقت کہ وہ اس کو بیان کرے۔

امام ابو یوسفؒ کا یہ مضمون الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ حافظ قرشیؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۲۵۷)

مشہور محدث امام علیؒ بن الجعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ) جو الحافظ الثبت المسند اور شیخ بغداد

http://mujahid.xtgem.com

تھے (تذکرہ ج۱ ص۱۶۳) فرماتے ہیں کہ :۔

ابوحنیفۃ اذا جاء بالحدیث جاء بہ مثل الدر (جامع المسانید ج۲ ص۳۰۴)	امام ابوحنیفہؒ جب حدیث پیش کرتے ہیں تو وہ موتی کی طرح چمکدار ہوتی ہے۔

امام وکیعؒ بن الجراح (المتوفی ۱۹۷ھ جو الامام، الحافظ الثبت اور محدث العراق تھے۔ تذکرہ ج۱ ص۲۸۲) فرماتے ہیں کہ :۔

لقد وجد الورع عن ابی حنیفۃ فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ (مناقب امام صدر الائمہ ج۱ ص۱۹۷)	بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو اور کسی سے ایسی احتیاط نہیں پائی گئی۔

علامہ القرشیؒ نے امام صاحبؒ سے روایتِ حدیث کی ایک کڑی شرط یہ بھی نقل کی ہے کہ :۔

شرط جواز روایۃ الحدیث عند ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ان الراوی لم ینس الحدیث من حین حفظہ الی وقت الروایۃ۔ (الجواہر ج۱ ص۳۹)	امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روایتِ حدیث کے جائز ہونے کی یہ شرط ہے کہ راوی نے جب سے حدیث یاد کی ہو اس وقت تک درمیان میں اُسے روایت بھولی نہ ہو۔

اور یہی مضمون امام ابن حجر مکیؒ نے تھوڑے بہت تغیرِ الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو الخیرات الحسان ص۶۰ طبع مصر)

امام عبدالوہاب شعرانیؒ (المتوفی ۹۷۳ھ جن کے بارے میں مولانا میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں کہ آپ شافعی تھے لیکن بہت متادب تھے۔ حاشیہ تاریخ اہل حدیث ص۱۱۵) امام ابوحنیفہؒ کی ایک اور شرط بھی لکھتے ہیں کہ :۔

وقد کان الامام ابوحنیفۃ یشترط فی الحدیث المنقول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل العمل بہ ان یرویہ عن ذالک الصحابی جمع اتقیاء عن مثلہم وھکذا اھ (میزان الکبریٰ ج۱ ص۶۳۔ طبع مصر)	جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اس میں امام ابوحنیفہؒ یہ شرط لگاتے ہیں کہ عمل سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ راویِ حدیث سے صحابیؓ تک پرہیزگاروں کی ایک خاص جماعت اُسے نقل کرتی ہو پھر وہ قابلِ عمل ہوگی۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) تشدید روایت کے بارے میں حضرت امام

http://mujahid.xtgem.com

ابوحنیفہؒ کا مذہب اور رائے نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وھٰذا مذھب شدید وقد استقر العمل علی خلافہ فلعل الرواۃ فی الصحیحین ممن یوصف بالحفظ لا یبلغون النصف (تدریب الراوی ص۱۶۰)	اور یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بخاری اور مسلم کے اُن رواۃ کی تعداد جو شرطِ مذکور پر پورے اُترتے ہوں نصف تک بھی نہ پہنچتی ہو۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی شرط امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرطوں سے بھی زیادہ کڑی ہے۔ اگرچہ جمہور محدثینؒ اس شرط میں امام موصوفؒ کا ساتھ نہیں دیتے مگر چونکہ علمِ حدیث میں بھی وہ کبار مجتہدین میں تھے اس لیے دیانتہً اپنے اجتہاد کے پیشِ نظر انہوں نے یہ شرط لگائی ہے اور اس شرط لگانے میں ان پہ کوئی طعن نہیں ہوسکتا جس طرح کہ حضرت امام بخاریؒ نے امکان لقاء کو در خورِ اعتناء نہیں سمجھا بلکہ حقیقتِ لقاء کی شرط لگائی ہے، اگرچہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہوئی ہو تاکہ تدلیس و عنعنہ کا شبہ باقی نہ رہے مگر جمہور محدثین نے جن میں خصوصیت کے ساتھ امام مسلمؒ پیش پیش ہیں، ان کی خوب تردید کی ہے (دیکھئے مقدمہ صحیح مسلم وغیرہ) اور جمہور نے ان کا ساتھ بالکل نہیں دیا۔ اور جیسا کہ امام بخاریؒ اور امام ابن العربیؒ حسن حدیث پر عمل کرنے کو جائز نہیں سمجھتے لیکن جمہور انکے خلاف ہیں۔ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

والحق ما قالہ الجمہور (نیل الاوطار ج۱ ص۲۲ طبع مصر)	حق جمہور کے ساتھ ہے۔

اہلِ علم جانتے ہی ہیں کہ عمل کے لیے صرف حدیث صحیح پر دار و مدار رکھنے سے حسن قسم کی تمام حدیثوں کا انکار لازم آتا ہے، اور کتنی ہی حدیثیں ہیں جو حسن ہیں۔ امام عجلیؒ مشہور محدث حمادؒ بن سلمہؒ (المتوفی سنہ ۱۶۷ھ جو الامام الحافظ اور شیخ الاسلام تھے، تذکرہ ج۱ ص۱۸۹) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

ثقۃ رجل صالح حسن الحدیث وقال ان عندہ الف حدیث حسن لیس عند غیرہ (بحوالہ تہذیب التہذیب جلد۳ ص۱۵)	وہ ثقہ مرد صالح اور حسن الحدیث ہیں اور فرمایا کہ ان کے پاس ایک ہزار حدیث حسن ہے جو اور کسی کے پاس نہیں ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

اندازہ فرمایئے کہ جب ایک محدث کے پاس ایک ہزار حسن حدیث ہے تو اوروں کے پاس کتنی حسن حدیثیں ہوں گی۔ تو کیا اب یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا جائے اور اس پر کتابیں اور رسالے لکھنے شروع کر دینے چاہیئں کہ حضرت امام بخاریؒ کم از کم ایک ہزار حدیث کے منکر ہیں؟ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخالف ہیں؟ وغیرہ وغیرہ حاشا۔ وکلا کہ کسی اہل علم کے دل میں یہ وہم بھی گزرتا ہو۔ وہ یہی سمجھے گا اور سمجھتا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ فنِ حدیث کے مجتہد ہیں، انہوں نے اپنی صوابدید کے مطابق جو شرطیں قبولیتِ روایت اور جوازِ عمل کے لیے لگائی ہیں، ان میں نہ صرف وہ معذور بلکہ ماجور بھی ہیں۔ اسی طرح اگر امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اجتہاد کے پیشِ نظر قبولیتِ روایت کے لیے کچھ شرطیں عائد کی ہیں اور جن احادیث میں ان کے خیال کے مطابق وہ شرطیں نہیں پائی جاتیں تو انہوں نے اُن کو نہیں لیا، بتایئے کہ ان کے اس ترک کی وجہ سے بھلا وہ کیونکر تارکِ حدیث یا مخالفِ حدیث قرار دیے جائیں گے کون عقلمند اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ جمہور ان کی عائد کردہ شرطوں میں ان کے ساتھ مناقشہ کر سکتے ہیں اور ان کی بات کو دلائل کے ساتھ رد کر سکتے ہیں جیسا کہ امام بخاریؒ کی حقیقتِ لقاء اور عدم جواز العمل بالحدیث الحسن کی رائے کو جمہور نے رد کیا ہے مگر ان کو دشمنِ اسلام اور مخالفِ حدیث وغیرہ کے القاب سے بھی کسی بھلے مانس نے موسوم نہیں کیا لیکن جب باری آتی ہے امام ابوحنیفہؒ کی اور اُن کے اصحاب کی تو پھر حسن ظنی کے تمام دروازے بند کر لیے جاتے ہیں۔ حیرانگی ہے کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ؎

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی
زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے

مولانا مبارکپوریؒ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

"حدیث کی (قیود و شرائط) کے بارے میں جتنی تشدید، پابندی اور احتیاط امام ابوحنیفہؒ نے کی ہے اور کسی نے اس کا ثبوت نہیں دیا۔" (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵)

اس سے بڑھ کر امام ابوحنیفہؒ کا علمِ حدیث و روایت میں حزم و احتیاط کا اور کیا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟ مگر نہ ماننے والوں کے لیے دفتر کے دفتر بے سود ہیں اور تسلیم کرنے والوں

http://mujahid.xtgem.com

کے لیے ایک صحیح بات بھی کافی ہے ؎

تشنہ کامانِ حقیقت کی تسلی کے لیے
گر نہیں بحرِ رواں اِک قطرۂ شبنم ہے بس

احترامِ حدیث و حُبِّ مُحدّثین

حضرت امام ابُوحنیفہؒ کا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیث اور محدّثینِ کرام کے ساتھ محبّت کرنا ایک کھُلی حقیقت ہے، اور بغیر کسی معاند کے اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ امام نضرؒ بن محمد مروزیؒ (المتوفٰی ۱۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ :-

لم ار رجلاً الزم للاثر من ابی حنیفۃؒ (الجواھر المضیہ ج۲ ص۲۰۱)

میں نے امام ابُوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی اور شخص حدیث پر جم جانے والا اور ڈٹ جانے والا نہیں دیکھا

امام الحسنؒ بن صالحؒ بن حیؒ (المتوفٰی ۱۶۷ھ جو الامام، القدوۃ الفقیہ اور العابد تھے امام ابُوحاتم فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ حافظ اور متقن تھے۔ ج ۱ تذکرہ ص۲۰۱) فرماتے ہیں کہ :-

کان النعمان بن ثابت فھما عالماً متثبتاً فی علمہ اذا صح عندہ الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعدہ الی غیرہ۔ (الانتقاء ص۱۲۸ وتانیب الخطیب ص۱۵۴)

ابُوحنیفہ نعمانؒ بن ثابتؒ فہیم، عالم اور علم میں پختہ تھے۔ جب ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح ثابت ہوتی تو اس سے غیر کی طرف وہ تجاوز نہ کرتے تھے۔

حضرت امام طحاوی الحنفیؒ (المتوفٰی ۳۲۱ھ) سے منقول ہے کہ امام ابُوحنیفہؒ کسی مسئلہ میں ایک شخص سے بحث کر رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں :-

فسکت ابُوحنیفۃؒ فقال بعض اصحابہ الا تجیبہ یا اباحنیفۃؒ فقال بما اجیبہ و ھو یحدثنی بھذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شرح عقیدۃ الطحاویۃ ص۲۸۱ طبع مکۃ مکرمۃ)

امام ابُوحنیفہؒ خاموش ہو گئے، ان کے بعض اصحاب نے کہا اے ابُوحنیفہؒ آپ اس کو کیوں جواب نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو مجھ سے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیث بیان کر رہا ہے میں اس کو کیا جواب دوں؟

اس واقعہ کو مولانا میر صاحب سیالکوٹیؒ بھی نقل کرتے ہیں اور آگے ارشاد فرماتے

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

ہیں کہ :-

" امام طحاویؒ کے اس حوالہ سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی تعظیم کرتے تھے، اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے تھے " الخ (تاریخ اہل حدیث ص۷۰)

علامہ خطیبؒ اور صدر الائمہؒ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ بغداد کی طرف سامان تجارت بھیجا کرتے تھے اور اس سے ساز و سامان خرید کر کوفہ لاتے تھے اور اس سے جو کچھ بھی سالانہ نفع ہوتا تھا۔

فیشتری بہا حوائج الاشیاخ من المحدثین واقواتھم وکسوتھم وجمیع حوائجھم۔

سو اس سے وہ اشیاخ محدثین کی ضروریات کی چیزیں ان کی خوراک لباس اور تمام ضرورت کی چیزیں خرید کر ان کو دے دیتے تھے۔

اور اس کے علاوہ نقد رقوم بھی ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم ان رقوم کو اپنی حاجات میں صرف کرو اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا بیان کرو کیونکہ میں نے اپنی طرف سے تمہیں کچھ نہیں دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جس کو میں تمہیں دے کر سبکدوش ہوا ہوں "

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۰ و مناقب موفق ج ۱ ص ۲۶۲)

اور امام صدر الائمہ مکیؒ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ :-

وما کان یدع احدًا من المحدثین الا برّہ برًا واسعًا (مناقب موفق ج ۱ ص ۲۶۴ طبع حیدرآباد دکن)

امام ابوحنیفہؒ محدثین میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ چھوڑتے تھے جس کے ساتھ وسیع پیمانے میں عطیہ اور حسن سلوک سے نہ پیش آتے۔

ان اقتباسات سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حدیث اور محدثینؒ سے والہانہ عشق و محبت اور فریفتگی بالکل عیاں اور آشکارا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ :-

طریق عشق میں ہم یوں سنبھل کے چلے
کہ جیسے ہاتھ میں لبریز جام ہوتا ہے

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

قلّتِ حدیث کا الزام

آپ نے گزشتہ اقتباسات سے یہ تو اندازہ کر ہی لیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا علم حدیث اور فن روایت میں کیا رتبہ اور مقام ہے؟ اور محدثین کرامؒ نے ان کے بارے میں اس فن کے سلسلہ میں کیا کیا تعریفی اور توصیفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں؟ مگر انتہائی حیرت اور بے حد حسرت کی بات ہے کہ بایں ہمہ حضرت موصوفؒ پر قدیماً و حدیثاً جو الزامات تراشے اور تھوپے گئے ہیں ان میں ایک ان کے قلیل الحدیث ہونے کا بھی ہے حتیٰ کہ ان کو یتیم فی الحدیث کے لقب بلکہ تیر سے بھی زخمی کیا گیا ہے اور یہاں تک اُن کی ناکہ بندی کے متعصبانہ منصوبے تیار کئے گئے کہ یہ بھی کہا گیا کہ ان کو تو صرف سترہ حدیثیں معلوم تھیں اور اس کے اثبات کے لیے ان لوگوں نے مؤرخِ اسلام علامہ ابن خلدونؒ کے ایک نامکمل حوالہ کے دامن میں پناہ ڈھونڈی ہے جس کو وہ خود بھی یُقال کے ساتھ نقل کر کے اس کی تضعیف و تمریض بیان کر رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کا مکمل حوالہ عرض کر دیں تاکہ سلیم القلب اور منصف مزاج حضرات اصل حقیقت کو دیکھ لیں۔

علامہ موصوف ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

واعلم ایضاً ان الائمۃ المجتھدین تفاوتوا فی الاکثار من ھٰذہ الصناعۃ والاقلال فابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا اونحوھا ومالک رحمہ اللہ تعالٰی انما صح عندہ مافی کتاب المؤطا وغایتھا ثلاث مائۃ حدیث اونحوھا واحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی فی مسندہ خمسون الف حدیث ولکل ما اداہ الیہ اجتھادہ فی ذٰلک وقد تقوّل بعض المبغضین المتعصبین الی ان منھم من کان قلیل

اور تو یہ بھی جان لے کہ ائمہ مجتہدینؒ حدیث کے فن میں متفاوت رہے ہیں، کسی نے زیادہ حدیثیں بیان کی ہیں اور کسی نے کم، سو امام ابو حنیفہؒ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی روایتیں صرف سترہ یا ان کے لگ بھگ ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ سے جو روایتیں ان کے ہاں صحیح ہیں وہ وہی ہیں جو مؤطا میں درج ہیں جن کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے اور امام احمدؒ بن حنبل رحمہ اللہ کے مسند میں پچاس ہزار حدیثیں ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق اس میں سعی کی ہے اور بعض بُغض

http://mujahid.xtgem.com

البضاعة فی الحدیث فلهذا قلّت روایته ولا سبیل الی ھذا المعتقد فی کبار الائمة اھ

(مقدمہ ابن خلدون ص۴۴۴ طبع مصر)

اور کجروی اختیار کرنے والوں نے اس جھوٹ پر کمر باندھ لی ہے کہ ان ائمہ مجتہدینؒ میں سے جن سے کم حدیثیں مروی ہیں وہ محض اس لیے کہ ان کا سرمایہ ہی اس فن میں اتنا ہے، لہٰذا ان کی روایتیں بھی کم ہیں حالانکہ ان بڑے بڑے اماموں کی نسبت ایسا خیال کرنا راہِ راست سے دُور ہے۔

غور فرمایئے کہ علامہ ابنِ خلدونؒ کیا کہہ گئے ہیں؟ اور کس طرح ان مبغضین اور متعصبین کے تقوّل اور جھوٹ کا پول کھول دیا ہے، اور کس طرح ان کے زعمِ باطل اور ائمہ مجتہدینؒ کے بارے میں غلط روی کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دی ہیں کہ ان اکابر ائمہ کے بارے میں قلیل البضاعة فی الحدیث کا نظریہ ہی سرے سے باطل ہے اور ایسا بے بنیاد نظریہ جو اُن کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے وہ تقوّل اور جھوٹ ہے۔

الحافظ محمدؒ بن یوسف الصالحی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وانما قلّت الروایة عنه وان کان متسع الحفظ لاشتغاله بالاستنباط وکذالك لم یروعن مالكؒ والشافعیؒ الا القلیل بالنسبة الی ما سمعاه

امام ابوحنیفہؒ سے باوجود وسیع الحفظ اور حافظ حدیث ہونے کے روایتیں اس لیے کم مروی ہیں کہ وہ استنباط مسائل میں مشغول رہتے تھے جیسا کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے ان کی سُنی ہوئی حدیثوں کی بہ نسبت ان کی روایتیں کم ہیں۔

پھر اس بات کو مثال دے کر یوں واضح اور آشکارا کرتے ہیں کہ:۔

کما قلّت روایة امثال ابی بکرؓ وعمرؓ من کبار الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم بالنسبة الی کثرة اطلاعهم وقد کثرت روایة من دونهم بالنسبة الیهم اھ

(عقود الجمان باب ۲۳ بحوالہ تانیب الخطیب ص۱۵۶ طبع مصر)

جس طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایتیں ان کے علم اور اطلاع کی نسبت کم ہیں حالانکہ ان سے کم مرتبہ کے صحابہؓ کی روایتیں ان سے بدرجہا زیادہ ہیں۔

http://mujahid.xtgem.com

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ۹ھ میں سفر حج کے علاوہ اور کوئی قابل قدر موقع اور سفر ایسا نظر نہیں آتا جس میں حضرت ابوبکرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں الگ اور جدا رہے ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ کر حدیثیں اور کس کو معلوم تھیں؟ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی وکان ابوبکرؓ اعلمنا (متفق علیہ مشکوٰۃ ج۲ ص۵۴۶) کہنے پر مجبور رہیں مگر با ایں ہمہ ان سے جو روایتیں مروی ہیں، ان کی تعداد بہت کم ہے اور اس کے برعکس حضرت ابوہریرہؓ (بالاتفاق ۷ھ میں مسلمان ہوئے ہیں مگر وہ ۵۳۷۴ روایتیں کرتے ہیں اور اسی طرح حضرت عمرؓ سے بھی بہ نسبت حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ حضرت ابوسعید الخدریؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت کم حدیثیں مروی ہیں تو کیا اب یہ کہہ دینا چاہیئے کہ یہ حضرات صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے زیادہ بڑے محدث اور حدیث دان تھے؟ کوئی بھی مسلمان اس کا تصور نہیں کرسکتا۔ اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بھی اگر روایتیں کم مروی ہیں تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ وہ فن حدیث میں کم مایہ تھے بلکہ وہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے استنباطِ مسائل میں مصروف رہے، اس لیے روایتیں ان کی کم ہیں جس طرح کہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ سے بھی باوجود محدثِ کامل ہونے کے روایتیں کم ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ان کے پاس بضاعتِ حدیث ہی اس قدر ہے۔ حاشا وکلا کہ کوئی مسلمان اس کا وہم بھی کرسکتا ہو اور ہم نے پہلے یہ بھی عرض کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی املائی کتابوں میں ستر ہزار سے اوپر حدیثیں موجود ہیں اور کتاب الآثار انہوں نے چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کی ہے۔ پھر ان پر قلتِ حدیث کا الزام کس طرح عائد کیا جاسکتا ہے؟

مقام افسوس ہے کہ حقیقت الفقہ حصہ سوم ص۱۸۸ میں لکھا ہے کہ "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بے شک ایک مسلّم اور محتاط، ذکی الفہم عابد زاہد متقی، پرہیزگار تھے لیکن علم حدیث میں کہ جس پر بیشتر مدار دین کا ہے، ائمہ ثلاثہؒ یا دیگر خواص علماءِ امّت سے کمتر پایہ رکھتے ہیں اور آپ زیادہ تر اقوال شیوخ خود سے مسائل استنباط کرتے تھے اسی وجہ سے امام اہل الرائے کے مشہور ہوئے نہ اہلحدیث کے" (انتہیٰ بلفظہٖ) سبحان اللہ! ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

http://mujahid.xtgem.com

غلطی کا سبب

اصل بات یہ ہے کہ جن اکابر محدثینؒ نے روایت کے بارے میں کڑی شرطیں لگائی ہیں اُن کی حدیثیں بہ نسبت اُن حضرات کے جنہوں نے سہل انگاری سے کام لیا ہے کم ہی رہی ہیں یہ ایک کھلی ہوئی اور واضح حقیقت ہے کہ حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے جو شرطیں احادیث کو صحیحین میں درج کرنے کے لیے لگائی ہیں وہ خود انہوں نے دوسری کتابوں کے لیے اور اسی طرح دیگر محدثینؒ نے وہ شرطیں عائد نہیں کیں بنا بریں صحیحین کے علاوہ روایتِ حدیث کا یہ دائرہ وسیع ہے اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ آپ اگر کتاب مستدرک حاکمؒ ہی کو دیکھ لیں جو امام حاکمؒ نے بزعم خویش حضرات شیخینؒ کی شرطوں پر لکھی ہے تو اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں انہوں نے بعض نری موضوع اور جعلی روایتوں کو بھی علی شرط الشیخین صحیح کہہ دیا ہے۔ خدا تعالےٰ جزائے خیر دے علامہ ذہبیؒ کو جنہوں نے ان کا تعاقب کر کے علماء کو صحیح راستہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ امام بیہقیؒ، علامہ خطیب بغدادیؒ، حافظ دارقطنیؒ اور اسی طرح اور محدثین کی کتابیں دیکھیں تو الم نشرح ہو کر یہ حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی کہ نرم شرطوں کے بعد روایت کا دائرہ کتنا وسیع ہو گیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ اور عجالۂ نافعہ وغیرہ میں اسکی محقق بحث ملاحظہ کر لیجئے۔ اور اگر آپ متاخرین میں خطیب قسطلانیؒ اور امام سیوطیؒ وغیرہ کی کتابیں دیکھیں اور حدیث کے ساتھ کچھ مس بھی ہو تو حیرت کے مارے انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ کیسی کیسی باطل اور من گھڑت حدیثوں کی انہوں نے تصحیح اور تحسین کر ڈالی ہے۔ اور امام سیوطیؒ تو بعض بعض احادیث کے بارے میں ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ اس حدیث کو فلاں اور فلاں محدث اور ان کے علاوہ دیگر محدثین کرامؒ کی ایک کثیر جماعت نے موضوع کہا ہے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ یہ موضوع نہیں صرف ضعیف ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کو کہتے ہیں تنکوں کا پلُ اور بیشتر انہی کی کتابوں سے مبتدعین مداری کی پٹاری کی طرح مفید مطلب جو عقیدہ اور عمل چاہتے ہیں، نکال لیتے ہیں اور حوالہ پر حوالہ دیئے چلے جاتے ہیں اور عوام الناس موٹی موٹی کتابوں اور بیان کنندگان کے جبوں اور گنبد نما عماموں کو دیکھ کر مغالطہ کھا جاتے ہیں اور اہلِ حق سے برسرِ پیکار نظر آتے ہیں۔ بعض دفعہ تو ایذا رسانی کے درپے بھی ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات

http://mujahid.xtgem.com

ایسا کر بھی چکے ہیں کیونکہ ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں جیسا کہ بعض کم ظرف لوگوں نے سمجھا ہے کہ ان کتابوں میں سرے سے کوئی روایت ہی صحیح نہیں ہے، یہ دعویٰ بھی یقیناً اور قطعاً باطل ہے، ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی موجود ہیں جو اصول کے خلاف نہیں۔ ان کی اسانید صحیح ہیں اور محدثین کرامؒ نے ان کو صحیح کہا ہے اور امت کا ان پر اعتماد اور عمل ہے۔ ہاں ان کتب کی سب احادیث کی صحت کا دعویٰ باطل ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ امکانِ لقاء پر اکتفا نہیں فرماتے اور اسی طرح حدیث حسن کو معمول بہ قرار نہیں دیتے اس لحاظ سے ان کا دائرہ تنگ ہے گا اور ان امور میں ان سے اختلاف رائے رکھنے والے حضرات کا نطاق وسیع ہوگا اور اسی قدر ان کی روایتیں بھی زیادہ ہوں گی، چونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی روایتِ حدیث کے لیے نہایت ہی سخت کڑی شرطیں لگائی ہیں، اس لیے قدرتی طور پر ان کی روایتیں بہ نسبت اُن حضرات کے کم ہوں گی جو یہ شرطیں عائد نہیں کرتے اور اس اعتبار سے امام ابوحنیفہؒ کو قلیل الروایہ کہا جائے گا کہ ان کی روایتیں کڑی شرطیں نہ لگانے والوں کی نسبت سے کم ہیں نہ یہ کہ وہ فی نفسہٖ فن روایت میں کم مایہ اور قلیل البضاعۃ ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو علامہ ابن خلدونؒ ہی سے سن لیجیے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

والامام ابوحنیفۃؒ انما قلت روایتہ لما شدد فی شروط الروایۃ والتحمل وضعف روایۃ الحدیث الیقینی اذا عارضہا الفعل النفسی وقلّت من اجلہا روایتہ فقل حدیثہ لا لانہ ترک روایۃ الحدیث متعمداً فحاشاہ من ذالک ویدل

اور امام ابوحنیفہؒ کی روایتیں اس لیے کم ہیں کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل میں بڑی کڑی شرطیں لگائی ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت جب کہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے ان کی روایت اور حدیث میں کمی واقع ہوئی ہے نہ اس لیے کہ انہوں نے جان بوجھ

http://mujahid.xtgem.com

علیٰ انہ من کبار المجتہدین فی علم الحدیث اھ (مقدمہ ص۴۲۵)

کہ روایتِ حدیث کو ترک کر دیا ہے، ان کی ذات اس سے بہت بلند ہے اور ان کے کبار مجتہدین فی علم الحدیث ہونیکی یہ دلیل ہے (کہ ردّاً و قبولاً ان کے مذہب پر اعتبار کیا گیا ہے)۔

اس سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قلیل الحدیث ہونے کی وجہ صاف طور پر معلوم ہوگئی ہے کہ باوجود ان کے کبار مجتہدین فی علم الحدیث ہونے کے ان کی روایتیں اس بنا پر کم ہیں کہ ان کی روایتِ حدیث کے بارے میں شرطیں بڑی کڑی ہیں نہ اس لیے کہ وہ حدیث کا علم نہیں رکھتے یا عمداً اس کو ترک کرتے ہیں فحاشاہ عن ذالک۔

نہایت تعجب ہے کہ بعض ایسے حضرات جو قلتِ حدیث کی اس اصطلاح کو نہ سمجھتے ہوتے امام ابوحنیفہؒ کو سرے سے محدثین کرامؒ کے دائرہ ہی سے نکال باہر کرنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ جب ایسے ہی الفاظ دیگر اکابر علماء اُمت کی نسبت آتے ہیں تو وہاں وہ آستینیں چڑھا کر تاویلات کے تھیلے میں جواب تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب کے بارے میں تاریخ کے اوراق میں صریح اقوال کو بھی جو موتیوں کی چمک رہے ہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

محدث جلیل امام ابو قدامہؒ (المتوفی ۲۴۱ھ جو الحافظ الاوحد تھے، تذکرہ ج۲ ص۷۵، امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ثقہ اور مامون تھے، ایضاً ص۷۶) سے حضرت امام شافعیؒ امام احمدؒ بن حنبلؒ امام اسحٰقؒ بن راہویہؒ اور امام ابوعبیدؒ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ ان کی آپس میں علمی طور پر کیا نسبت ہے؟

فقال اما افہمہم فالشافعی الا انہ قلیل الحدیث (تاریخ بغداد ج۲ ص۶۱)

تو انہوں نے فرمایا کہ ان تمام حضرات میں زیادہ فہم کے مالک تو امام شافعی ہیں مگر ہیں وہ قلیل الحدیث۔

اِس حوالہ کے پیشِ نظر کیا ہم سچ مچ یہ کہنا شروع کر دیں کہ حضرت امام شافعیؒ حدیث کے علم میں بے مایہ تھے؟ اور ان کو حدیث کے فن میں مہارت ہی نہ تھی؟ حاشا وکلّا ہم یہی کہیں گے کہ اگرچہ اُن سے حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ وغیرہ کی طرح بکثرت حدیثیں تو مروی

http://mujahid.xtgem.com

نہیں اور نہ مسند احمد کی طرح انہوں نے پچاس ہزار حدیثوں کا کوئی مجموعہ مرتب کر کے چھوڑا ہے بلکہ حدیث کے علم میں مستقل طور پر انہوں نے کوئی کتاب ہی نہیں لکھی۔ مسند شافعی ان کی اپنی تالیف نہیں ہے بلکہ وہ ابو العباس محمدؒ بن یعقوب الاصمؒ (المتوفی سنہ ۳۴۶ھ جو الامام الثقہ اور محدث المشرق تھے، تذکرہ ج ۳ ص ۴۳) نے کتاب الام اور مبسوط وغیرہ کتب امام شافعیؒ سے احادیث کا انتخاب کر کے ابو جعفر محمدؒ بن مطر نیشاپوریؒ سے لکھوائی (ملاحظہ ہو بستان المحدثین ص ۲۷ و ص ۲۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی) مگر بایں ہمہ وہ چوٹی کے محدث اور استاد المحدثین ہیں اور اسی طرح امام الجرح والتعدیل امام ابو حاتم الرازیؒ (المتوفی سنہ ۲۵۴ھ جو الحافظ الامام اور العلامہ تھے، تذکرہ ج ۲ ص ۱۲۵) کے اس ارشاد سے بھی ہم متاثر ہو کر ہرگز ہم ان کی شان کو گھٹانے پر آمادہ نہیں کہ:-

كان الشافعي فقيها ولم تكن له معرفة بالحديث (طبقات الحنابلہ ص ۲۰۴ لابن ابی یعلیٰ)

امام شافعیؒ فقیہ تو تھے لیکن ان کو حدیث کی معرفت نہ تھی۔

اگر حضرت امام شافعیؒ کو حدیث کی معرفت نہ تھی تو اور کس کو تھی؟ اور امام احمدؒ بن عبداللہ العجلیؒ کا یہ قول بھی ہمارے نزدیک قابلِ تاویل ہے جو انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کے بارے میں فرمایا کہ:-

هو ثقة صاحب رأي وكلام ليس عنده حديث (الدیباج المذہب ص ۲۲۹ لابن فرحونؒ طبع مصر)

وہ ثقہ، صاحب رائے اور متکلم تو تھے لیکن ان کے پاس حدیث نہ تھی۔

کیا ہم اس حوالہ کے پیشِ نظر امام شافعیؒ کو صاحب رائے کہہ کر محدثین کے مدِمقابل کھڑا کر دیں اور اصحاب رائے کی مذمت میں جو احادیث اور اقوال علماء آتے ہیں وہ سب ایک ایک کر کے ان پر چسپاں کر دیں؟ حاشا وکلا کہ یہ وہم بھی ہمارے دل میں گزرتا ہو۔ ہم ان تمام امور کے صحیح محامل بیان کر کے سب علماء حق سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور بدگمانی اور سوءظن کو قریب بھی نہیں آنے دیتے اور ان حوالجات سے بڑھ کر شیخ الاسلام ابو عمرؒ بن عبد البرؒ کا ایک حوالہ اور بھی ملاحظہ کر لیجئے:-

---

لہ اور کشف الظنون جلد ۲ ص ۱۶۸۳ اور تعجیل المنفعہ ص ۵ للحافظ ابن حجرؒ

http://mujahid.xtgem.com

وقیل لہ، والشافعیؒ کان یکذب؟ قال ما احب حدیثہ، ولا ذکرہ۔
(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۹)

کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ سے سوال کیا گیا، کیا امام شافعیؒ جھوٹ بولتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نہ تو اُن کی حدیث کو پسند کرتا ہوں اور نہ ان کے ذکر کو۔

لیجیے بات کیا نکل آئی کہ حضرت امام شافعیؒ کی حدیث تو رہی درکنار، ان کے نام و ذکر کو بھی امام یحییٰؒ بن معینؒ پسند نہیں کرتے۔ یہ کسی معمولی آدمی کی نہیں امام الجرح والتعدیل اور سیّد الحفاظ کی بات ہے لیکن ہم ایسی باتوں کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے، جو کلام الاقران بعضھم فی بعض یا بغض وحسد اور تعصب مذہبی اور بُعدِ زمانہ اور غلط کار لوگوں کے بے جا پروپیگنڈا وغیرہ سے متأثر ہو کر صادر ہوئی ہوں یا کسی بے دین نے وضع کر کے ان کے ذمہ تھوپ دی ہوں۔ ہم نے یہ حوالجات محض اس لیے پیش کئے ہیں تاکہ غیر مقلّدین حضرات ان سے عبرت حاصل کریں اور حضرت امام ابُوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے بارے میں اگر کسی کا کوئی قول اور جرح ایسی نظر آئے تو انصاف و دیانت کو ملحوظ رکھ کر اس کا کوئی اچھا محمل تلاش کریں اور تعصبِ مذہبی بُغض و کینہ اور حسد کی بدبودار گٹھڑی ہی سر پہ نہ اُٹھائے پھریں اور نہ خدّامِ اسلام کو بدنام کرنے کی سعی کریں کیونکہ ؎

کوئی حملہ بھی طوفاں کا ڈبو سکتا نہیں اس کو
مہیا جو نئے ساحل یہ ہر موجِ رواں کر لے

حضرت امام ابُوحنیفہؒ پر اسلام کو نقصان پہنچانے کا الزام

امام موصوفؒ پر جہاں اور بہت سے بے بنیاد الزام تراشے اور عائد کئے گئے ہیں وہاں ایک یہ سنگین الزام بھی تھوپا گیا ہے کہ اُن سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ اور اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند کے ساتھ دونوں نے نعیمؒ بن حمادؒ کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کو جب امام ابُوحنیفہؒ کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمانے لگے کہ الحمد اللہ کہ وہ مرگیا، وہ تو اسلام کی کڑیوں کا ایک ایک حلقہ توڑتا تھا۔ اسلام میں اس سے بڑا بدبخت کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ (تاریخ صغیر امام بخاری ص ۱۷۴ طبع الہ آباد

http://mujahid.xtgem.com

(وتاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۹۸ طبع مصر)

الجواب:۔ نعیم بن حماد پر کتب اسماء الرجال میں اچھی خاصی جرح موجود ہے کہ:۔

کان (نعیم بن حماد) یضع الحدیث فی تقویة السنّة وحکایات مزوّرة فی ثلب نعمان کلها کذب۔

نعیم بن حمادؒ تقویت سنت کے لیے جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا اور امام ابوحنیفہؒ کی توہین میں جھوٹی حکایات بنا بنا کر پیش کرتا تھا جو سب کی سب جھوٹی ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۶۳)

حضرت مولانا میر صاحب سیالکوٹیؒ نے میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب ترغیب وترہیب اور (سبط ابن العجمی ابراہیمؒ بن الخلیلؒ المتوفی سنہ ۸۴۱ھ کی کتاب) نہایة السؤل فی رواة الستة الاصول وغیرہ کے متعدد حوالجات سے نعیمؒ پر کڑی جرح نقل کی ہے اور طویل بحث کے بعد فرمایا ہے کہ:۔

"خلاصة الکلام یہ ہے کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ شمس الدین ذہبیؒ جیسے ناقد الرجال امام اعظم کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں، حافظ ابن کثیرؒ البدایہ میں آپ کی نہایت تعریف کرتے ہیں اور آپ کے حق میں لکھتے ہیں:۔ احد الائمة الاسلام والسادة الاعلام واحد الارکان العلماء واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبوعة الخ"

(تاریخ اہل حدیث ص ۶۷)

اور حضرت امام بخاریؒ کی تاریخ صغیر کا درجہ اور مقام بتاتے ہوئے مولانا مرحوم لکھتے ہیں کہ:۔

"اور یہ بھی یاد رہے کہ بخاریؒ نے اپنی صحیح کی طرح اپنی دیگر کتب میں صحت کا التزام نہیں کیا الخ" (تاریخ اہلحدیث ص ۱۱)

ان ٹھوس اور معنی خیز حوالجات کی موجودگی میں بھی اگر کوئی شخص حضرت امام ابوحنیفہؒ کو (معاذ اللہ) دشمن اسلام اور اسلام کی گھنڈی توڑنے والا ثابت کرنے پر مُصر ہے تو ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں اور نہ ایسے تعصب اور عناد کا دنیا میں کبھی کوئی علاج

http://mujahid.xtgem.com

ہوا ہی ہے۔ اس کا علاج تو عالمِ آخرت ہی میں ہو سکے گا جس وقت لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ۔ یہ بات بھی عبرت سے خالی نہ ہوگی کہ نعیمؒ بن حمادؒ اہلِ سنّت والجماعت کے مسلکِ حق کے خلاف قرآن کو مخلوق کہتے تھے اور حکومتِ وقت کی بے راہ روی سے وہ بھی گرفتار کر لیے گئے تھے۔ اسی قید اور حبس کے زمانہ کے بارے میں علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

فجر باقیادہ فالقی فی حفرۃ ولم یکفن ولم یصل علیہ فعل ذالک بہ صاحب ابن ابی داؤد۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۱۴)	ان کو ہتھکڑیوں کے ساتھ صاحب ابن ابی داؤد کے حکم سے کھینچ کر ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا، نہ تو ان کو کفن نصیب ہوا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

اور ہمارے خیال میں یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہی کا نتیجہ تھا کہ نماز جنازہ تک سے محروم رہے، اللہ تعالیٰ اُن کی لغزشوں سے درگزر فرما کر اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین!

مشہور غیر مقلد عالم حافظ محمد عبدالمنان صاحبؒ (المتوفی ۱۳۳۴ھ) وزیر آبادی کے حالات میں مولانا میر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ آئمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اُس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔" (بلفظہٖ تاریخ اہلِ حدیث ص ۴۳۷)

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی جو مشہور غیر مقلد عالم اور جامع مسجد چینیانوالی لاہور کے خطیب تھے، وہ بعض دیگر ائمہ دین اور اولیاء اللہ کی توہین کے علاوہ خصوصاً یہ کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ان تمام فتنوں کا دروازہ ہے جس کی اندھی تقلید نے عوام کو گمراہ کر دیا ہے مگر اس پر ایسی رجعت پڑی کہ وہ سرے سے علمِ حدیث ہی کا منکر ہو گیا اور اُمّتِ مسلمہ کے لیے ایک جدید مگر مہلک اور تباہ کن مذہب ایجاد کر گیا۔ غالباً ایسے موقع کے لیے کہنے والے نے کہا ہے کہ ؎

"ولی کے مُنہ سے جو نکلی تھی بات ہو کے رہی"

حضرت مولانا میر سیالکوٹیؒ (المتوفی ۱۳۷۵ھ) کا چشم دید واقعہ

کسی زمانہ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میرؒ پر بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خلاف

http://mujahid.xtgem.com

کچھ کہنے اور لکھنے کا جنون سوار ہونے لگا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مولانا مرحوم کے علم و تقویٰ اور بزرگانِ دین سے حسنِ عقیدت کی برکت سے انہیں اس برائی سے محفوظ رکھا چنانچہ مولانا مرحوم خود لکھتے ہیں کہ :۔

" اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کے لیے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پہ یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظلمٰت بعضہا فوق بعض کا نظارہ ہوگیا۔ معاً خدا تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحبؒ سے بدظنی کا نتیجہ ہے، اس سے استغفار کرو میں نے کلمات استغفار دُہرانے شروع کیے، وہ اندھیرے فوراً کافور ہوگئے، اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اُس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ سے حسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی، اور میں اُن شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحبؒ سے حسنِ عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالےٰ منکرینِ معارجِ قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا یَرٰى میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سُود ہے "

(بلفظہٖ تاریخ اہل حدیث ص۲۷)

حضرت امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب سے پرہیز کرنے کا حکم

بعض حضرات نے اپنی کتابوں میں کچھ ایسے خواب بھی ذکر کیے ہیں جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحابؒ کے طریقہ اور فقہ سے کنارہ کشی کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ مؤلف تاریخ التقلید نے بھی حضرت مولانا تھانویؒ (المتوفی ۱۳۶۳ھ) کے چھاپہ والے خواب کا اور اس کی تعبیر کا جواب دینے کے سلسلہ میں بزعم خود الزامی جواب کے نام سے یہ تین خواب

http://mujahid.xtgem.com

بغدادیؒ کے حوالہ سے نقل کئے ہیں۔

① محمد بن حمادؒ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور یہ سوال کیا کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے کلام کو دیکھنا اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے ؟ کیا میں اس پر نظر و عمل کر سکتا ہوں ؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا لا، لا، لا (نہیں، نہیں، نہیں)۔

② سعیدؒ بن عبدالعزیزؒ کے پاس کسی شخص نے یہ خواب بیان کیا کہ مسجد کے مشرقی دروازہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر بہت سے حضرات صحابہ کرامؓ وہاں موجود تھے اور قوم میں میلے کچیلے کپڑوں والا ایک شخص بھی تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم پہچانتے ہو کہ یہ کون ہے ؟ یہ ابو حنیفہؒ ہے جو اپنی عقل سے لوگوں کو فسق و فجور پر جری کرتا ہے۔

③ عامر طائیؒ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دمشق کی سیڑھیوں پر لوگوں کو مجتمع پایا۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ایک دوسرے شیخ کو گریبان سے پکڑے ہوئے ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ اس شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بدل دیا ہے۔ میں نے پہلو میں بیٹھے ہوئے رفیق سے پوچھا، یہ کون ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت ابو بکر ہیں جو ابو حنیفہؒ کو گریبان سے پکڑے ہوئے ہیں۔ (محصلہ مترجما تاریخ التعلیم ص۲۹)

الجواب: پہلا خواب تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۴۰۳ طبع مصر) میں ہے جس کی سند میں محمد بن حماد ہے۔ علامہ زاہد الکوثریؒ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ :

محمد بن حماد وضاع معروف من اصحاب	محمد بن حماد مشہور وضاع (جعلی حدیثیں بنانے والا) اور
مقاتل بن سلیمان المروزی شیخ المجسمة اھ	مقاتل بن سلیمان المروزی شیخ المجسمہ کے اصحاب
(تانیب الخطیب ص۱۲۱ طبع مصر)	سے تھا۔

دوسرا خواب تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۲ میں ہے۔ علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ سعیدؒ بن عبدالعزیزؒ یہ خواب ایک مجہول شخص سے نقل کر رہے ہیں۔ نہ معلوم وہ کون اور کیسا تھا ؟ اس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے ؟ (محصلہ تانیب الخطیب ص۱۴۶)

اور تیسرا خواب تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۳ میں ہے۔ علامہ کوثریؒ ہی فرماتے ہیں کہ اس کی

http://mujahid.xtgem.com

سند میں ابوالفتح محمد بن المظفر الخیاط ہے جس کو بغیر خطیبؒ کے اور کوئی نہیں جانتا اور نہ خطیبؒ کے بغیر کسی اور نے اس سے روایت کی ہے اور اس کا شیخ صاحب قوت القلوب سالمیہ فرقہ کا آدمی تھا جس کے بارے میں خود خطیب بغدادیؒ ہی یہ فرماتے ہیں کہ صفاتِ خداوندی کے بارے میں اس سے بہت سی منکر اشیاء بھی آئی ہیں، پھر تعجب ہے کہ خطیب بغدادیؒ اس سے روایت بھی لیتے ہیں (تانیب ص ۱۴۷)

انصاف سے فرمایئے کہ ایسی ضعیف کمزور اور ناقابلِ اعتبار اسانید سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی توہین کیسے ثابت کی جاسکتی ہے اور ان پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

مؤلف نتائج التقلید کا عوام کو مرعوب کرنے کے لیے یہ لکھنا کہ تاریخ بغداد وہ بابرکت کتاب ہے کہ جس کے سُننے کے لیے خود حضور تشریف لائے، جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ (قلت ج ۳ ص ۳۲۱ - مقدمہ) میں لکھا ہے اور ہندوستان میں بھی حامل المتن ترجمہ امام محمدی کے نام سے مشہور ہے، انتہیٰ بلفظہٖ (حاشیہ ۹) بغیر ان کی جہالت کے اظہار کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جہالت تو اس لیے کہ تاریخ خطیب بغداد کی چودہ مبسوط جلدیں ہیں اور ان سب کا ترجمہ نہیں ہوا۔ بلکہ بعض غیر مقلدین کے خاص ایثار و قربانی سے اس کے صرف اسی حصّہ کا امام محمدی کے نام سے ترجمہ ہوا ہے جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مثالب اور کچھ برائے نام مناقب پر مشتمل ہے اور اس ترجمہ کا مقصد بھی مخفی نہیں ہے۔ ع اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

حیرت ہے کہ مؤلف مذکور کس طرح تاریخ بغداد کے ترجمہ کا مطلق حوالہ دے رہا ہے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

خواب کا شرعی حکم

اگرچہ جواب کے لیے گزشتہ بالا تنقید بالکل کافی ہے لیکن ہم اس میں ایک اصولی بات عرض کرنا چاہتے ہیں تاکہ کسی کم فہم کو شبہ باقی نہ رہے۔

حضرت امام محی الدین النووی الشافعیؒ حدیث من رآنی فی المنام فقد رآنی کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ خواب میں آپ کا دیکھنا تو صحیح ہے اور اس میں پریشان خیالات اور تلبیس شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوسکتا لیکن اس سے کسی حکم شرعی کا

http://mujahid.xtgem.com

اثبات جائز نہیں کیونکہ نیند کی حالت سُننے والے کے لیے ضبط و تحقیق کی حالت نہیں ہوتی۔ اور محدثینؒ کا اتفاق ہے کہ قبولِ روایت اور شہادت کی شرط یہ ہے کہ راوی بیدار ہو نہ یہ کہ وہ مغفل، سیئی الحفظ، کثیر الخطاء، اور مختل الضبط ہو اور سونے والے کی یہ حالت نہیں ہوتی، اس لیے اس کی روایت قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا ضبط مختل ہوتا ہے۔" (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸)

مولانا مبارکپوری صاحبؒ علامہ عینیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ :-

"کیا وہ حدیث جو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی جائے حجت اور قابلِ استدلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یہ ملا کہ وہ حجت نہیں کیونکہ حدیث کے قابلِ استدلال ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ راوی سماع کے وقت ضابط ہو اور حالتِ نیند ضبط کی حالت نہیں ہوتی۔"

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۵۳)

اور اپنا فیصلہ یوں لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث جس کی (خارجی طور پر) صحت معلوم نہ ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں تصحیح کرنے سے صحیح نہیں ہو سکتی اور اسی طرح کشف و الہام سے بھی وہ صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ حکم خواب میں آپ کے قول سے ثابت نہیں ہو سکتا، ہاں اس کا ثبوت آپ کے حیاتِ دنیوی میں ارشاد سے ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ بریں تصحیح حدیث کا دار و مدار اسناد پر ہے۔" (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۵۳)

۱ اور نواب صدیق حسن خان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ :-

"واگرچہ رؤیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ست و شیطان بداں متمثل نمیشود و لکن نائم از اہلِ تحمل روایت نیست بنا بر عدم حفظ خود" اھ

(ھدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ص ۴۲۳)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ :-

"گوئیم اجماع اہلِ شرح است بر آنکہ ہیچ حکم از احکامِ شریعت بواقعات و منامات اُمتیاں ثابت نمی شود" اھ (قرۃ العینین ص ۳۲۶ طبع مجتبائی دھلی)

ان تمام اقتباسات سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ارشاد سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ نہ اس لیے کہ معاذ اللہ وہاں تلبیس شیطان

http://mujahid.xtgem.com

کا کچھ اثر اور دخل ہوتا ہے اور نہ اِس لیے کہ معاذ اللہ آپ کا ارشاد اور قول حجت نہیں بلکہ محض اس لیے کہ بحالتِ نیند انسان تحمل اور ضبط کے وصفِ کمال سے محروم ہوتا ہے اور روایت اور سندِ حدیث کے لیے یہ ایک بنیادی شرط ہے کہ راوی ضابط ہو۔ لہذا اس پر کوئی شرعی حکم مبنی نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ اس پر کوئی بنیاد رکھی جاسکتی ہے، اور اس کے متعلق بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ع

یہ اپنی حدِ نظر ہے کسی کی دید کہاں

حضرت امام ابُوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کی تائید میں خواب

اس سابق اصولی بحث کے پیشِ نظر نہ تو ضرورت ہے نہ حاجت کہ ہم امام ابُوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کی منقبت اور فضیلت خوابوں سے ثابت کریں اس لیے کہ جمہورِ اُمّت کے ہر ایک طبقہ نے ان کی فضیلت کے لیے جو کچھ فرمایا ہے وہ کیا کم ہے؟ اور ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ خواب سے کوئی حکم ثابت ہوتا ہی نہیں اور نہ اس پر کسی شرعی حکم کا دار و مدار ہی ہے لیکن بایں ہمہ ہم باحوالہ چند خواب عرض کرتے ہیں تاکہ غیر مقلدین حضرات یہ بھی معلوم کرلیں کہ جہاں دیکھنے والوں نے اپنی طبعی ساخت اور اُفتادِ کے مطابق وہ خواب دیکھے ہیں، اسی طرح اُن کے برعکس اپنی استعداد کے موافق دیکھنے والوں نے اُن کی فضیلت اور منقبت کے خواب بھی دیکھے ہیں اور خود حضرت امام ابُوحنیفہؒ نے بھی ایسے خواب دیکھے ہیں جن سے اُن کی جلالتِ شان کا اندازہ ہوسکتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:۔

○ علامہ خطیبؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ہشامؒ بن مہرانؒ نے فرمایا کہ امام ابُوحنیفہؒ نے خواب دیکھا جس میں انہوں نے یہ دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قبرِ مبارک کو کرید رہے ہیں، انہوں نے ایک قاصد حضرت محمدؒ بن سیرینؒ کے پاس اس کی تعبیر پوچھنے کے لیے بھیجا، انہوں نے فرمایا کہ صاحبِ خواب کون ہے؟ قاصد نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ انہوں نے دریافت کیا مگر وہ خاموش رہا۔ تیسری مرتبہ سوال کیا اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ:۔

صاحب ھذہ الرؤیا یثیر علما لم یسبقہ　　　یہ خواب دیکھنے والا ایسے علم کی نشر و اشاعت کریگا

http://mujahid.xtgem.com

الیه احد قبله، قال هشام فنظر ابو حنیفةؒ وتکلم۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۵)

جس کو اس سے پہلے کسی نے نشر نہیں کیا ہوگا ہشام فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے نظر و فکر کے بعد اس میں لب کشائی کی۔

اور امام ابن حجر مکیؒ نے بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۶۴)

اور یہ خواب علامہ ابو سعد عبدالکریم السمعانیؒ (المتوفی سنہ ۵۶۲ھ جو الحافظ البارع اور العلامہ تھے تذکرہ ج ۴ ص ۱۰۰) نے بھی ذکر کیا ہے۔ دیکھئے کتاب الانساب ورق ۱۹۶)

امام کردریؒ، مولیٰ طاش کبریٰ زادہ الحنفیؒ (المتوفی ۹۶۲ھ) اور امام ابن حجر مکیؒ اسی خواب میں یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ:۔

کانه ینبش قبره علیه السلام ویجمع عظامه الی صدره الخ (مناقب کردری ج ۱ ص ۳۲ مفتاح السعادة ج ۲ ص ۸۲ والخیرات الحسان ص ۲۶)

یعنی گویا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کرید کر ان کے وجود مسعود کو اپنے سینہ سے لگا رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہ حنفی جس کی بنیاد حضرت امام ابو حنیفہؒ نے رکھی ہے، اس کا اصل ماخذ و منتہیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جس کو امام صاحب موصوفؒ نے خداداد بصیرت اور ناخن تدبیر سے قرآن وحدیث سے کرید کرید کر نکالا ہے اور اپنے اجتہاد و استنباط سے اس کو چار چاند لگائے ہیں جو چار دانگ عالم میں چمک اور پھیل کر لوگوں کے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنا ہے۔ امام ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وما اشتغل بالدعوة ای بدعوة الناس الی مذهبه الا بالاشارة النبویة فی المنام الیه لیدعوهم الی مذهبه الخ (الخیرات الحسان ص ۷۰ طبع مصر)

امام ابو حنیفہؒ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں اشارۂ نبویہ کے بعد مشغول ہوئے جو ان کو خواب میں ہوا تھا کہ وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں۔

(۲) امام صدر الائمہ مکیؒ اپنی سند کے ساتھ مسددؒ بن عبدالرحمٰن البصریؒ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں رکن اور مقام (یعنی حجر اسود اور مقام ابراہیم) کے درمیان سو گیا۔ خواب میں میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا تو اس جگہ سوتا ہے؟ یہ تو وہ مقام ہے جس میں جو دعا بھی اللہ تعالیٰ سے

http://mujahid.xtgem.com

کی جائے، اس کی قبولیت میں کوئی حجاب واقع نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں اپنی نیند سے بیدار ہوا اور جلدی سے مسلمانوں اور مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے پوری توجہ اور دلجمعی کے ساتھ دعا کرنے لگا اسی اثنا میں مجھ پر پھر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سوگیا۔ میں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ بالکل میرے قریب ہیں :-

فقلت یارسول اللہ ما تقول فی ھذا الرجل الذی بالکوفۃ النعمان؟ أآخذ من علمہ فقال لی صلی اللہ علیہ وسلم خذ من علمہ واعمل بہ فنعم الرجل۔	میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوفہ میں رہتا ہے اور اس کا نام نعمانؒ ہے؟ کیا میں اس سے علم حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس سے علم لے اور اس پر عمل کر وہ تو اچھا آدمی ہے۔

میں اپنی نیند سے بیدار ہی ہوا تھا کہ صبح کی نماز کے لیے صدا بلند کرنے والے نے آواز بلند کی اور میں بخدا النعمانؒ بن ثابتؒ کو سب لوگوں سے برا سمجھتا تھا لیکن اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں کہ یہ کوتاہی مجھ سے سرزد ہوئی۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۲۰۵)

اور یہ واقعہ امام ابن حجر مکیؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۶۵)

(۳) ازہرؒ بن کیسانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا اور آپ کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے۔ میں نے ان دونوں بزرگوں سے دریافت کیا کہ کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں سوال کرو مگر آواز بلند نہ کرنا۔ چنانچہ میں نے آپ سے امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں سوال کیا کیونکہ مجھے ان سے کوئی حسنِ ظنی نہ تھی۔

فقال ھذا علم الفتح من علم الخضر۔ (الخیرات الحسان ص ۶۴)	تو آپ نے فرمایا کہ یہ علم تو خضر علیہ السّلام کے علم سے (جو علم لدنی تھا) پھوٹ کر نکلا ہے۔

(۴) ابوالمعالی الفضلؒ بن خالدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا۔

فقلت ما تقول فی علم ابی حنیفۃ فقال ذلک علم یحتاج الناس الیہ (الخیرات الحسان ص ۶۵)	میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا

http://mujahid.xtgem.com

کہ یہ ایسا علم ہے جس کے لوگ محتاج ہیں۔

⑤ علامہ خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ العلاءؒ بن صاعدؒ بن مخلدؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ ایک جگہ تشریف فرما ہیں اتنے میں ابوالعباس احمدؒ بن محمدؒ بن عیسیٰ البرتی القاضیؒ (المتوفی ۲۸۰ھ) تشریف لے آئے۔

فقام الیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم وصافحہ وقبّل بین عینیہ وقال مرحبا بالّذی یعمل بسنتی واثری۔ (تاریخ بغداد ج ۵ ص۶۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ان کے لیے اٹھے اور ان سے مصافحہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا مرحبا اس شخص کو جو میری سنّت اور حدیث پر عمل کرتا ہے۔

اور یہ قاضی صاحبؒ فقہ میں ابوسلیمان الجوزجانیؒ کے شاگرد تھے اور انہوں نے امام محمدؒ بن الحسنؒ سے فقہ حاصل کی تھی اور

کتب الحدیث وصنف المسند وکان ثقة ثبتاً حجة یذکر بالصلاح والعبادة۔ (بغدادی ج ۵ ص۶۱)

انہوں نے حدیث لکھی اور ایک مسند تصنیف کیا اور وہ ثقہ ثبت اور حجّت تھے نیکی اور عبادت کے ساتھ ذکر کیے جاتے تھے یعنی صالح وعابد تھے۔

وحدث بحدیث کثیر (ج۵ ص۶۲) وقال الدارقطنی ثقة ص۶۳)

اور بہت سی حدیثیں انہوں نے روایت کی ہیں۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔

اور صاف لفظوں میں علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وکان رجلا من خیار المسلمین دینا عفیفا علی مذهب اهل العراق (ج ۵ ص۶۲)

وہ بہترین مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں، دین دار اور پاک دامن تھے اور اہل عراق کے مذہب پر تھے۔

اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز یہ بحث آئے گی کہ اہلِ عراق سے علماء حنفیہ مراد ہوتے ہیں اگر محض اُدھار پر کسی کا نفس مطمئن نہ ہو تو ہم تھوڑا سا نقد بھی پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

اھل العراق ھم اصحاب ابی حنیفةؒ النعمان بن ثابت اھ (الملل والنحل ص ۴۶ ج ۲)

اہلِ عراق سے امام ابُوحنیفہؒ نعمانؒ بن ثابتؒ کے اصحاب مُراد ہے۔

اِس خواب کے پیشِ نظر کتنے بڑے شرف کا مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حنفی عالم سے اُٹھ کر مصافحہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور مرحبا فرماتے ہوئے اس کو اپنی سنّت اور حدیث پر عمل کرنے والا فرمایا اور اپنی رِضا کا پروانہ مرحمت فرمایا ؎

میں بھی تو ہوں شریکِ نظامِ بہارِ گُل
ہر شاخِ گلستاں پہ نہ کیوں مجھ کو گھر ملے

(۶) امام خطیبِ بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ محمویہؒ سے روایت کرتے ہیں جو ابدال میں شمار ہوتے تھے کہ میں نے محمدؒ بن الحسنؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا کہ آپ سے کیا گزری؟ فرمانے لگے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تجھے علم کا ظرف اس لیے تو نہیں بنایا کہ میں تجھے سزا دوں۔ میں نے کہا، تو ابُو یوسفؒ سے کیا گزری؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ مجھ سے بھی اُوپر ہیں تو میں نے کہا کہ :-

فما فعل ابُوحنیفةؒ ؟ قال فوق ابی یوسفؒ بطبقات۔ (بغدادی ج ۲ ص ۱۸۲)

ابُوحنیفہؒ سے کیا گزری؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو ابُو یوسفؒ سے بھی کئی درجات بلند ہیں۔

مولیٰ طاش کبریٰ زادہؒ اور ابنِ عبد البرؒ یہ روایت یوں نقل کرتے ہیں کہ :-

قلت فما فعل بابی حنیفة رحمه الله قال اعلیٰ علیین (مفتاح السعادة ج ۲ ص ۸۲، واللفظ لهٗ، والانتقاء ص ۱۴۵ ولفظه ھو فی اعلیٰ علیین)

ابُوحنیفہؒ کا کیا حال ہے: انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

اِس قسم کے اور بھی کئی خواب ہیں مگر ہمارا مقصد استیعاب نہیں، صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ امام صاحبؒ اور آپ کے اصحابؒ کے علم اور فقہ اور طرز و طریق سے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل راضی ہیں، اور خود رب تعالیٰ بھی ان سے راضی ہے جس نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کو علم کا ظرف بنا کر بلند رُتبہ عطا فرمایا ہے اور خصوصیّت سے حضرت امام ابُوحنیفہؒ کو اعلیٰ علیّین میں پہنچا دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا مقام ہے۔ سچ ہے کہ ؎

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایسے ہی قسم کے عمدہ بہترین اور اعلیٰ خوابوں کو کاٹنے اور توڑنے کے لیے امام صاحبؒ اور ان کے اصحاب کے حاسدین نے اس کے برعکس کچھ خواب تراشے اور بیان کئے ہیں چنانچہ امام ابن حجر مکیؒ، امام صاحبؒ اور آپ کے اصحابؒ کے فضائل کے کچھ خواب بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

زعم بعض حاسدیہ انہ رؤی لہ منامات بضد ذالک اھ (الخیرات الحسان ص۶۵)

امام صاحبؒ کے حاسدوں کے زعم میں ان (عمدہ) خوابوں کی ضد میں کچھ دوسری قسم کے خواب بھی دیکھے گئے ہیں۔

امام ابن حجر مکیؒ کا یہ جملہ بڑا صاف، صریح اور معنی خیز ہے۔ ہمیں اس کی اور زیادہ تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان روشن اور تابناک خوابوں کے مقابلہ میں ان حاسدین کے ایسے خوابوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ شمعِ فروزاں تاریکی کو کافور کر دیتی ہے۔ ؎

تاریکیوں میں دہر کی پہلے پہل الم
آئے تھے آپ شمعِ فروزاں لیے ہوئے

امام صاحبؒ کا اہل الرائے ہونا

یہ عنوان تمام سابق عنوانات سے زیادہ مستحق توجہ اور قابلِ غور ہے۔ اگر صحیح معنیٰ میں یہ سمجھ آگیا تو بہت حد تک غلط فہمی دور ہو سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص تعصب اور حسد کے نشہ سے چور چور ہو کر غلط روی اور کم فہمی کو دولتِ عزیز سمجھ کر چھوڑنا ہی نہ چاہے تو اس کا بھلا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ کتبِ تاریخِ اسلام، طبقاتِ رجال اور مناقب وغیرہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا لقب امام اہل الرائے مذکور ہے جس سے بعض نافہم لوگوں کو اچھی خاصی ٹھوکر لگی ہے، اور بعض متعصب حضرات نے عمداً اس پر دبیز پردہ ڈال کر عوام کو اندھیرے میں رکھنے کی مذموم سعی کی ہے، اور بجائے اس کے کہ اس بات کو تاریخ کے واضح حوالوں سے حل کر کے اس میں

http://mujahid.xtgem.com

سلجھاؤ پیدا کرنے کی بجائے مزید الجھاؤ پیدا کر کے اس کو ایک چیستان اور معمہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے ہم اس بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ امام ابوحنیفہؒ امام اہل الرأی تھے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا اہل الرأی ہونا لغوی اور شرعی لحاظ سے مذموم اور موجب تنقیص ہے؟ یا محمود اور باعثِ فضیلت ہے؟ اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کس معنیٰ میں اہل الرائی تھے اور کس موقع اور محل پر وہ رائے سے کام لیا کرتے تھے؟ ان امور پر ہم اصولی بحث عرض کرتے ہیں۔ غور فرمایئے:۔

رائے کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب سے پہلے رائے کا لغوی معنیٰ عرض کریں تاکہ اس کی تہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری باقی نہ رہے۔

علامہ ابوالفتح ناصر الدین المطرزی الحنفیؒ (المتوفی ۶۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

الرأی ما ارتاٰہ الانسان واعتقدہ ومنہ ربیعۃ الرأی بالاضافۃ فقیہ اہل المدینۃ اھ (المغرب ج ۱ ص ۱۹۷ طبع دکن حیدر آباد)

رائے اس نظریہ اور اعتقاد کو کہتے ہیں جس کو انسان اختیار کرتا ہے، اور اسی سے اضافت کے ساتھ ربیعۃ الرائی ہے جو اہلِ مدینہ کے فقیہ تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کا کوئی نہ کوئی نظریہ یا اعتقاد نہ ہوتا ہو۔

مشہور لغوی علامہ ابوالفضل القرشی (المتوفی ...ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"رائی دیدن بدل۔ وبینائی دل" (صراح ص ۵۵۱) رائے دل کی بصیرت اور بینائی کو کہتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ دل کی روشنی اور بصیرت خداوند عزیز کا خالص عطیہ اور موہبت ہے۔ وہ کوئی بری مذموم شئے نہیں، بخلافِ اس کے دل کا اندھا پن انتہائی طور پر مذموم ہے آخر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بلاوجہ تو نہیں کہ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔ سچ کہا گیا ہے کہ:۔

مجھے ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

http://mujahid.xtgem.com

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ) نقل کرتے ہیں کہ:۔

والرأی ھو نظر القلب یقال رأی رأیا بدل دیدورأی رؤیا بغیر تنوین بخواب دید ورأی رؤیۃ بچشم دید اھ (مقدمہ فتح الملہم ص۲)

رأی کے معنی دل کی نظر اور بصیرت کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رأی رأیا اس نے دل کے ساتھ دیکھا اور رأی رؤیا بغیر تنوین کے، اس نے خواب میں دیکھا اور رأی رؤیۃ اس نے آنکھوں سے دیکھا۔

علامہ ابن اثیر الجزری الشافعیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

والمحدثون یسمون اصحاب القیاس اصحاب الرأی یعنون انھم یاخذون برأیھم فیما یشکل من الحدیث اوما لم یأت فیہ حدیث ولا اثر (نہایہ ج۲ ص۱۹۷ طبع مصر و مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۰۶)

محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب الرأی کہتے ہیں اس سے وہ مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جس میں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الرأی وہ حضرات ہیں جو مشکل احادیث اور غیر منصوص مسائل کو اپنے ناخنِ تدبیر اور دل کی بصیرت سے حل کرنے کے خوگر ہوتے ہیں اور محدثین کرامؒ اسی معنیٰ میں ان کو اہل الرأی کہتے ہیں۔

اور کم و بیش یہی الفاظ ہیں محدث جلیل الشیخ محمد طاہر الحنفیؒ کے (ملاحظہ ہو مجمع البحار ج۱ ص۴۵۰)

علامہ شرف الدین الطیبی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۳ھ) نے ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے اہل الرأی کی کچھ تنقیص معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ملا علی ن القاریؒ ان کے ساتھ مناقشہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

یشم من کلام الطیبی رائحۃ الکنایۃ الاعتراضیۃ علی العلماء الحنفیۃ ظنا منہ انھم یقدمون الرأی علی الحدیث ولذا یسمون اصحاب الرأی ولم یدر انھم انما سموا بذالک لدقۃ رأیھم وحذاقۃ عقلھم الخ

رائے کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور اسی لیے ان کو اصحاب الرأی کہا جاتا ہے مگر علامہ طیبیؒ یہ نہیں سمجھے کہ ان کو اصحاب الرأی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی رائے دقیق اور عقل تیز ہوتی ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

(مرقات ج ۲ ص ۸۶ و مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ علماء حنفیہؒ کو اصحاب الرائی اس لیے نہیں کہا جاتا کہ وہ معاذ اللہ اپنی رائے کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں بلکہ وہ اس لیے اصحاب الرائی کہلاتے ہیں کہ ان کی رائے بڑی دقیق، عقل بڑی تیز اور بصیرت بڑی گہری ہوتی ہے، اور حدیث کے مشکل معانی کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ امام ربیعہؒ بن ابی عبدالرحمٰن الرائیؒ (المتوفی ۱۳۶ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

وکان اماماً حافظاً فقیھاً مجتھداً بصیراً بالرائی ولذالک یقال لہ ربیعۃ الرائی (تذکرہ ج ۱ ص ۱۴۸)

وہ امام، حافظ، فقیہ، مجتہد اور رائے و قیاس کے بڑے ماہر تھے اسی لیے ان کو ربیعۃ الرائی کہا جاتا ہے۔

امام احمدؒ، محدث عجلیؒ اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۵)

اور علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ وہ فقیہ و عالم اور حافظ فقہ و حدیث تھے (ایضاً ص ۴۲۱)

امام یحییٰؒ بن سعید القطانؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

ما رأیت احداً اسدّ عقلاً من ربیعۃ (ایضاً ج ۸ ص ۴۲۳)

میں نے ربیعہؒ سے زیادہ پختہ عقل والا کوئی نہیں دیکھا۔

عبدالعزیزؒ بن ابی سلمہ کا بیان ہے کہ میں جب عراق میں داخل ہوا تو اہل عراق میرے پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ تم ربیعہؒ کی کوئی بات سناؤ جو اپنی رائے سے کام لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم ربیعہؒ کو صاحب رائے کہتے ہو؟ حالانکہ

واللہ ما رأیت احداً احوط لسنّۃ منہ (بغدادی ج ۸ ص ۴۲۴)

بخدا میں نے ان سے بڑھ کر سنّت میں محتاط اور کسی کو نہیں دیکھا۔

اور علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وکان ثقۃ کثیر الحدیث وکانوا یتقونہ لموضع الرائی۔ (بغدادی ج ۸ ص ۴۲۴)

ربیعہؒ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے لیکن لوگ ان سے صاحب رائے ہونے کی وجہ سے پرہیز کرتے تھے۔

داد دیجئے اس گریز و اجتناب کی کہ ربیعہؒ جیسے حافظ حدیث، متبع سنّت اور ثقہ و ثبت

http://mujahid.xtgem.com

سے پرہیز کرنے والوں نے محض اس لیے اجتناب اختیار کیا کہ ان کے نام کے ساتھ صاحب الرائے کا لقب چسپاں تھا۔ پھر بھلا اس وہم کا کیا علاج ہو سکتا ہے جو ظنوں بلکہ افسانوں کے دبیز پردوں میں صدیوں سے چھپا چلا آتا ہو۔ مگر بایں ہمہ ؎

اہلِ دانش کی نگاہوں سے یہ پوشیدہ نہیں
اِک حقیقت بھی ہوا کرتی ہے افسانوں کے ساتھ

علامہ شہرستانیؒ لکھتے ہیں کہ "امت کے ائمہ مجتہدین دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ تیسرا گروہ یہاں کوئی ہے ہی نہیں۔ ایک اصحاب حدیث اور دوسرے اصحاب الرائے۔ اصحاب حدیث اہلِ حجاز ہیں جو امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ثوریؒ، امام احمدؒ بن حنبلؒ اور امام داؤدؒ بن علی الاصبہانیؒ کے پیرو کار ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ :-

واصحاب الرأی وھم اھل العراق ھم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن الثابت اھ

اصحاب الرائے اہلِ عراق ہیں جو ابُوحنیفہ نعمانؒ بن ثابتؒ کے اصحاب ہیں۔

(کتاب الملل والنحل ج ۲ ص ۱۴۶)

اور پھر ان کے اصحاب الرائے ہونے کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ :-

وانما سموا اصحاب الرأی لان عنایتھم تحصیل وجه من القیاس والمعنی المستنبط من الاحکام وبناء الحوادث علیھا وربما یقدمون القیاس الجلی علی احاد الاخبار وقد قال ابوحنیفۃ علمنا ھذا رأی وھو احسن ما قدرنا علیه فمن قدر علی غیر ذالك فله ما رأی ولنا ما رأیناه اھ

(الملل والنحل ج ۲ ص ۱۴۶ علی ہامش کتاب الفصل)

اور ان کا نام اصحاب الرائے اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ قیاس کی علت کی جستجو میں خاص اہتمام کرتے ہیں اور اس معنیٰ کے حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں جو احکام سے مستنبط ہوتا ہے اور حوادث کو اُن پر مبنی قرار دیتے ہیں اور کبھی وہ قیاس جلی کو خبر واحد پر مقدم بھی کر دیتے ہیں۔ امام ابُوحنیفہؒ نے خود فرمایا کہ ہمارا یہ علم رائے ہے جس پر ہم پوری سعی کے ساتھ قادر ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کوئی اور رائے رکھتا ہے تو اس کو حق پہنچتا ہے جیسا کہ ہمیں رائے کا حق ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

اگرچہ مذکورہ بالا اکابر امّت حدیث و فقہ کے جامع امام تھے یعنی جس طرح حضرت امام ابُوحنیفہؒ حدیث سے بے بہرہ نہ تھے، اسی طرح دیگر اکابر فقہ و اجتہاد کی صفت سے محروم نہ تھے، مگر جب ان دونوں صفتوں کا تقابل اور توازن کیا جائے تو یہ کہنا قطعی طور پر صحیح ہے کہ دوسرے ائمہ میں روایت اور حدیث کی حفاظت اور خدمت کا وصف غالب رہا اور وہ بایں وجہ اصحاب الحدیث کے لقب سے موسوم ہوئے اور امام ابُوحنیفہؒ پر باوجود حافظِ حدیث ہونے کے اجتہاد و تفقہ اور استنباط کا وصف غالب تھا۔ بدیں وجہ وہ اہل الرائے کہلائے نہ یہ کہ وہ حدیث سے بے پرواہو کر صاحبِ رائے بنے۔ علامہ ابنِ خلدونؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وانقسم الفقه فيهم الى طريقين طريقة اهل الرأى والقياس وهم اهل العراق وطريقة اهل الحديث وهم اهل الحجاز وكان الحديث قليلاً فى اهل العراق لما قدمناه فاستكثروا من القياس ومهروا فيه فلذالك قيل اهل الرأى ومقدم جماعتهم الذى استقر المذهب فيه وفى اصحابه ابُوحنيفة اھ (مقدمه ص۴۴۶ ابن خلدونؒ طبع مصر و مقدمة تحفة الاحوذى ص۲۰۶)

علم فقہ ان میں دو قسموں میں بٹ گیا ایک طریقہ اہلِ رائے اور قیاس کا ہے اور وہ اہل العراق ہیں اور دوسرا طریق اہل الحدیث کا ہے اور وہ اہل الحجاز ہیں اور اہلِ عراق میں حدیث کم تھی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں (کہ حدیث کے بارے میں ان کی شرطیں کڑی تھیں) اس لیے انہوں نے بکثرت قیاس سے کام لیا اور اس میں اُن کو مہارت حاصل ہوگئی اور اسی مہارت فی القیاس کی وجہ سے ان کو اہل الرائے کہا جاتا ہے اور اس جماعت کا پیشرو جس کی اپنی وجہ سے اور اس کے اصحابؒ کی وساطت سے یہ مذہب حنفی قرار پایا ہے امام ابُوحنیفہؒ ہیں۔

یاد رہے کہ یہ وہی علامہ ابنِ خلدونؒ ہیں جنہوں نے حضرت امام ابُوحنیفہؒ کو من کبار المجتہدین فی علم الحدیث کے الفاظ سے ذکر کیا ہے اور جن لوگوں نے امام موصوف کو قلّت حدیث کی کُند تلوار سے زخمی کرنے کی نامبارک سعی کی تھی ان کو علّامہ ابنِ خلدونؒ نے المبغضین اور المتعسفین کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور صاف بتایا ہے کہ چونکہ امام صاحبؒ کی شرطیں روایت کے بارے میں سخت اور کڑی ہیں، اِس لیے اُن سے روایتیں بہ نسبت ان محدّثین کرامؒ کے جن کی شرطوں کا دائرہ بڑا وسیع ہے کم ہیں نہ اس لیے کہ فن روایت و حدیث

http://mujahid.xtgem.com

ہیں وہ بے بضاعت اور کم مایہ تھے اور جب ان کے قیاس واجتہاد اور فقہ ورائے کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے سر پر مہارت فی القیاس کا سنہری سہرا باندھتے ہیں اور صریح الفاظ میں لکھتے ہیں کہ:۔

ومقامه فی الفقه لا يلحق شهد له بذالك اهل جلدته وخصوصاً مالك والشافعیؒ الخ (مقدمہ ص۴۴۷)

فقہ میں ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس میں کوئی دوسرا ان کا نظیر نہیں ہو سکتا اور ان ہی کے طبقہ کے حضرات اور خصوصیت سے امام مالکؒ اور شافعیؒ نے اس کی شہادت دی ہے۔

ان دو گروہوں کے علاوہ ایک تیسرے گروہ کا ذکر بھی کتب اختلاف و تاریخ میں آتا ہے جن کو اہل الظاہر کہا جاتا ہے مگر ان کو اپنی تنگ نظری اور خشک مزاجی کی وجہ سے کبھی کوئی فروغ حاصل نہیں ہوا جن کا اہم نظریہ ترک تقلید اور فقہ سے اختلاف تھا اور دعویٰ یہ تھا کہ صرف قرآن و حدیث ہی کو پیش نظر رکھا جائے اور بس۔ مگر اہل علم جانتے ہیں کہ اسلام عالمگیر مذہب اور تاقیامت باقی رہنے والا دین ہے، اور نت نئے مسائل و حوادث اور نوازل و واقعات کا پورا حل بغیر فقہ و اجتہاد اور استنباط کے کیسے اور کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اہل الظاہر کسی وقت کچھ ابھرنے کے باوجود بھی تقریباً دنیا میں ناپید ہی رہے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن خلدونؒ ہی لکھتے ہیں کہ:۔

ثم درس مذهب اهل الظاهر اليوم بدروس ائمته (مقدمہ ص۴۴۶)

پھر اس زمانہ میں اہل الظاہر کا مذہب باقی نہیں رہا کیونکہ ان کے ائمہ ہی ختم ہو گئے ہیں۔

اور تصریح کرتے ہیں کہ:۔

ولم يبق الا مذهب اهل الرأى من العراق واهل الحديث من الحجاز (مقدمہ ص۴۴۷)

اور باقی نہیں رہا مگر مذہب اہل الرائے کا جو عراقی ہیں اور اہل حدیث کا جو حجازی ہیں۔

مؤرخ اسلام کی اس علمی اور ٹھوس تحقیق سے یہ بات بھی آشکارا ہو گئی کہ اہل العراق اور اہل الحجاز دونوں گروہ اور طائفے فقہ کے تسلیم کرنے والے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک کا طریق کار دوسرے کے اندازِ فکر سے قدرے مختلف ہے مثلاً اگر ایک گروہ حدیث کے ظاہری الفاظ اور عبارۃ النص ہی سے استنباط کرتا ہے تو دوسرا گروہ

http://mujahid.xtgem.com

دلالۃ النص اشارۃ النص اور اقتضاء النص کے دقیق اور غامض پہلو کو بھی استدلال میں نظر انداز نہیں کرتا اس لیے اس کے علم فقہ کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس کے علمی مہمانوں کو ہزارہا نئے نئے مسائل میں اس کے ہاں کسی طرح تشنگی پیش نہیں آتی۔ اسی وجہ سے نصف دُنیا سے زیادہ لوگ اس کے فیض سے مستفید ہو رہے ہیں اور اس کے دالدادہ ہیں۔

علامہ ابنِ خلدونؒ ہی لکھتے ہیں کہ امام ابُوحنیفہؒ کے مقلد اس وقت عراق، ہندوستان چین، ماوراء النہر و بلاد العجم کلھا (عجم کے سب شہروں) میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (مقدمہ ص۴۴۸)

اس سے فقہ حنفی کے فروغ، اس مذہب میں فقہاء کی کثرت اور لوگوں کے عام رجحان کی ایک اور وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے، بقیہ وجوہ اپنے مقام کی بحث ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ باوجود استاد المحدثین اور مقتداء اہل سنّت ہونے کے جب فقہ کے اس بلند مقام پر نہیں پہنچ سکے تو ان کے مقلدین کی تعداد بھی بڑی ہی قلیل بلکہ نادر رہی ہے۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ قیاس و رائے اور تفقہ و اجتہاد کے بغیر پوری اُمت کے سب پیش آنے والے مسائل مکمل طور پر حل نہیں ہو سکتے اور حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ کا رتبہ اجتہاد و قیاس میں اتنا اونچا نہ تھا اس لئے ان کے مقلدین بھی زیادہ پیدا نہ ہو سکے۔ چنانچہ علامہ ابنِ خلدونؒ ہی رقمطراز ہیں کہ:۔

فاما احمد بن حنبلؒ فمقلدہ قلیل لبعد مذھبہ عن الاجتھاد واصالتہ فی معاضدۃ الروایۃ وللاخبار بعضھا ببعض واکثرھم بالشام والعراق من بغداد ونواجھا وھم اکثر الناس حفظا للسنۃ اھ (مقدمہ ص۴۴۸)

ان کا مذہب اجتہاد سے بعید رہا ہے اور ان کا اصل الاصول ہی یہ ہے کہ روایت اور اخبار ہی میں سے بعض کی بعض سے تائید اور تقویت حاصل کی جائے اور ان کے اکثر پیرو شام، عراق اور اس کے آس پاس رہتے رہے ہیں اور وہ سب لوگوں سے سنّت کے زیادہ محافظ رہے ہیں۔

اور نواب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"ومذہب امام احمدؒ خود در قدیم وحدیث زمان قلیل بودہ زیرا کہ اجتہاد او قلیل بلکہ اقل بلکہ نیست ومذہب او ہمیں عمل بر حدیث بودہ اھ (ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ص۲۸۱)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

"اگر اکثر اہلِ اسلام را بنظرِ امتحان نگاہ کنی حنفیاں و مالکیان و شافعیان اند"۔

(قرۃ العینین ص۱۷۱)

یہ واضح عبارتیں مزید کسی اور وضاحت کے لیے تشنہ نہیں ہیں۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

و بواسطہ ہمیں مناسبت کہ بحضرت روح اللہ دارد تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہؒ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظمؒ خواہد بود نہ آنکہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کہ شان او علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام ازاں بلند تر است کہ تقلید علماء امت فرماید بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مینماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض و جداول بنظر می در آیند و بظاہر ہمہ کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہؒ اند علیہم الرضوان۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۵۵ ص۱۴ طبع امرتسر)

اور اسی مناسبت کی وجہ سے ہے جو امام ابو حنیفہؒ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے رکھتے ہیں جو کچھ کہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے اپنی کتاب فصولِ ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نازل ہونے کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں گے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اجتہاد امام اعظمؒ (اور ان کے اُصول میں ان کے پیروکاروں) کے اجتہاد کے موافق ہوگا نہ کہ وہ ان کی تقلید کریں گے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ علمائے امت میں سے کسی کی تقلید کریں (کیوں کہ وہ خود مجتہد مطلق ہوں گے)۔ تکلّف اور تعصّب کی ملاوٹ کے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کشفی نگاہ میں حنفی مذہب کی نورانیت بڑے دریا کی مانند دکھائی دیتی ہے اور دوسرے مذاہب حوضوں اور نالیوں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ اہلِ اسلام کی بڑی اکثریت امام اعظمؒ کی پیروی کرتی ہے ان سب سے اللہ تعالےٰ راضی ہو۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا یہ ارشاد کوئی کم وزنی شہادت نہیں ہے۔ اور نہ یہ تعصب کی پیداوار ہے بلکہ نفس الامر اور حقیقت کے عین مطابق ہے کیونکہ فقہ حنفی ضروریات کو پورا کرنے والی فطری بصیرت ہے (جس میں اختلاف اور تفاوت ناقابل انکار امر ہے)

http://mujahid.xtgem.com

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالوی (المتوفی ۱۳۸۷ھ) لکھتے ہیں کہ علامہ شیخ علی المتقی صاحب کنز العمال (المتوفی ۹۷۵ھ) اور شیخ محمد طاہر پٹنوی مؤلف مجمع البحار (المتوفی ۹۸۶ھ) حضرت شیخ الامام احمد الفاروقی سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) وغیرہم رحمہم اللہ یہ حضرات فروع میں عملاً حنفیت سے متاثر تھے، لیکن ان حضرات میں نہ جمود تھا نہ تعصب۔ (مقدمہ معیار الحق ص طبع چٹان پریس لاہور)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رائے کے مفہوم و مصداق پر طویل بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

ليس المراد بالرأي نفس الفهم والعقل فان ذالك لا ينفك من احد من العلماء ولا الرأي الذي لا يعتمد على السنة اصلاً فانه لا ينتحله مسلم البته ولا القدرة على الاستنباط والقياس فان احمدؒ واسحاقؒ بل الشافعيؒ ايضاً ليسوا من اهل الرأي بالاتفاق وهم يستبطون ويقيسون بل المراد من اهل الرأي قوم توجهوا بعد المسائل المجمع عليها بين المسلمين او بين جمهورهم الى التخريج على اصل رجل من المتقدمين فكان اكثر امرهم حمل النظير على النظير والرد الى اصل من الاصول دون تتبع الاحاديث والآثار والظاهري من لا يقول بالقياس ولا بآثار الصحابةؓ والتابعين كداودؒ وابن حزمؒ وبينهما المحققون من اهل السنة كاحمدؒ واسحاقؒ الخ

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۶۱ طبع مصر)

"رائے سے نفس فہم اور عقل مراد نہیں کیونکہ اس سے اہلِ علم میں کوئی بھی عاری نہیں ہوتا اور اس رائے سے ایسی رائے بھی مراد نہیں جس کی بنیاد سنت پر بالکل مبنی نہ ہو کیونکہ ہرگز کوئی مسلمان اس کو اپنے لیے گوارا نہیں کرتا" اور اس سے استنباط اور قیاس پر قدرت بھی مراد نہیں کیونکہ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ بلکہ خود امام شافعیؒ بھی بالاتفاق اہل الرأی سے نہیں ہیں حالانکہ استنباط و قیاس وہ بھی کرتے رہے ہیں۔ بلکہ اہل الرائے سے وہ قوم مراد ہے جنہوں نے اُن مسائل کے بعد جو تمام مسلمانوں میں یا جمہور کے درمیان اجماعی قرار پا چکے ہیں، متقدمین میں سے کسی شخص کے اصل پر مسائل کی تخریج کی ہو اور ان کا بڑا کام یہ رہا ہے کہ نظیر کو نظیر پر حمل کرتے رہے اور ان کو اصول میں سے کسی اصل کی طرف رد کرتے رہے بغیر اس کے کہ وہ احادیث کا تتبع کرتے" اور ظاہری وہ ہے جو نہ تو قیاس کا قائل ہو اور نہ آثار صحابہؓ کا اور آثار تابعینؒ کا جیسے داؤد بن علیؒ اور (علامہ) ابن حزمؒ اور ان دونوں طبقوں کے درمیان

http://mujahid.xtgem.com

محققین اہل السنّت کا طبقہ ہے جیسے کہ امام احمدؒ بن
حنبلؒ اور امام اسحاقؒ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت میں دون تتبع الاحادیث کے جملہ سے اگر کوئی کوڑ مغز یہ سمجھے یا سمجھانے کی کوشش کرے کہ اہل الرّائی وہ ہوتا ہے جو احادیث سے بے پروا اور مستغنی ہو تو یہ نہ صرف یہ کہ ظلم صریح ہوگا بلکہ یہ توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کا مصداق بھی ہوگا کیونکہ خود حضرت شاہ صاحبؒ اسی عبارت میں اس کی وضاحت فرما چکے ہیں کہ رائے سے ایسی رائے ہرگز مراد نہیں جس کا اعتماد اور بنیاد سنّت پر نہ رکھی گئی ہو کیونکہ کوئی مسلمان ایسی رائے کو اپنانے کے لیے کسی طرح اور کسی صورت میں راضی نہیں ہے، بلکہ اہل الرائے سے مراد ایسی قوم ہے جو اجماعی اور اتفاقی مسائل کے بعد غیر منصوص فروع اور جزئیات میں متقدمین میں سے کسی شخص کے طے شدہ اصول وضوابط اور قواعد پر (جن کی بنیاد اُس نے اپنے اجتہاد و تفقّہ کے اعتبار سے قرآن وسنّت پر رکھی ہے) مسائل اور جزئیات کی تخریج اور تفریع کرتی ہو کہیں نظیر کو نظیر پر حمل کرتی ہو کہیں مفرع کو مفرع عنہا اصول میں سے کسی اصل کی طرف مسئلہ اور جزئی کو رد کرتی ہو اور ان غیر منصوص مسائل وجزئیات میں وہ مسئلہ مسئلہ اور جزئی جزئی کے لیے احادیث کی تلاش نہ کرتی ہو جس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن وسنّت اور تمام یا جمہور مسلمانوں کے اجماعی اور اتفاقی مسائل کے بعد ہر ہر پیش آمدہ جزئی میں صاف اور صریح الفاظ میں کہاں سے صحیح حدیث دستیاب ہو سکتی ہے؟ اس لئے ایسے مسائل میں تتبع احادیث کو وہ ضروری نہیں سمجھتے بلکہ متقدمین میں سے کسی کے اصول کے تحت ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔ یہ ایک خالص علمی بحث ہے مگر افسوس ہے کہ بعض نافہم بلاوجہ اس میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ ؎

ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار!
یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں!

اور نواب صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"پس محمدؒ در تصنیف خود رائے ایں سہ (امام ابراہیمؒ، امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ) را فراہم کرد بسیار نفع بمردم بخشید و اصحاب ابی حنیفہؒ متوجہ ایں

http://mujahid.xtgem.com

تصانیف شدند بتلخیص و تفریع و تخریج و تاسیس و استدلال اھ" (ہدایۃ السائل ص۲۶۸)
اور ان تینوں کی رائے کی بنیاد قرآن و سنّت پر قائم ہے۔

یہ بات بھی بخوبی ملحوظِ خاطر رہے کہ اصحاب الرائے بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (جزئیات و مسائل میں) احادیث کا تتبع تو نہیں کرتے تھے مگر جب کسی جزئی میں ان کو حدیث مل جاتی تو پھر وہ رائے کو درخورِ اعتنا بھی نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام زفرؒ بن الھذیلؒ جن کی رائے اور فقہ پر حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی ناز کرتے تھے اور فرماتے تھے ھو اقیس اصحابی، (الجواھر ج ۱ ص۲۴۳) کہ میرے جملہ تلامذہ میں وہ قیاس کا زیادہ ماہر ہے۔ اور انہوں نے ہی بصرہ میں سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کی رائے اور فقہ پہنچائی تھی (لسان المیزان ج ۲ ص۴۷۷) ان سے حضرت امام عبداللہؒ بن المبارکؒ نقل کرتے ہیں کہ :-

سمعت زفرؒ یقول نحن لا نأخذ بالرائ ما دام اثر و اذا جاء الاثر ترکنا الرائ۔ (مناقب ابی حنیفۃ لملا علی ن القاریؒ بذیل الجواہر ج ۲ ص۵۳۴)

میں نے امام زفرؒ سے سُنا انہوں نے فرمایا کہ جب تک کوئی حدیث موجود ہوتی ہے ہم رائے پر عمل نہیں کرتے اور جب کوئی حدیث مل جاتی ہے تو ہم اپنی رائے کو ترک کر دیتے ہیں۔

اس کی مزید بحث انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی، یہاں تو صرف اس قدر ذکر کرنا ہے کہ اصحاب الرائے نے نہ تو ابتداءً حدیث کو چھوڑا ہے اور نہ انتہاءً ہاں اہلِ علم کے طریقہ کے مطابق کسی حدیث میں روایتی یا درایتی لحاظ سے کوئی علّت قادحہ نظر آئے یا کوئی حدیث کسی دوسری سے متعارض ہو یا منسوخ ہو یا کسی اور قوی عذر کی وجہ سے وہ ترک کرتے ہیں تو یہ بات الگ ہے مگر کوئی صاحب فہم اور دیانت دار انسان اس کو ترکِ حدیث نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ طریقہ تو قدر مشترک کے طور پر تمام محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں رائج ہے اور اس باطل نظریہ کے تحت پھر تو سبھی تارکِ حدیث کہلائیں گے۔ (العیاذ باللہ) نواب صاحبؒ حضرت شاہ صاحبؒ کی سابق عبارت کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے یوں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

" بلکہ نیست مراد بہ رائے نفس فہم و عقل چہ ازاں خود احدے از علماء منفک نمی تواند شد و نہ آں رائے کہ نیست معتمد بر سنّت اصلاً زیرا کہ آں را خود مسلمانی حلال نمی تواند دانست

http://mujahid.xtgem.com

البتہ اھ" (ہدایۃ السائل ص۲۸۴)

اگر اہلِ رائے مسلمان ہیں؟ اور ان کی نامسلمانی کی آخر کوئی وجہ بھی تو نظر نہیں آتی تو پھر وہ کیوں ایسی رائے قائم کرتے ہوں گے جو سنّت سے متصادم ہو اور اس کی بنیاد سنّت پر نہ رکھی گئی ہو؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

جماعتے کہ ایں اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاناں بہ رائے خود حکم میکردند و متابعت کتاب و سنّت نمی نمودند پس سوادِ اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد ایشاں ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اہل اسلام بیروں بوند ایں اعتقاد نکند مگر جاہلے کہ از جہلِ خود بے خبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطال شطرِ دین است ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را منحصر دراں ساختہ اند و ما ورائے معلوم خود را نفی مینمایند و آنچہ نزد ایشاں ثابت نشدہ منتفی میسازند

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسمانِ او ہماں است

(مکتوبات امام ربانیؒ دفتر دوم حصّہ ہفتم مکتوبات ۵۵ ص۱۵ طبع امرتسر)

وہ جماعت جو اِن اکابر دین کو اصحاب رائے سمجھتی ہے اگر یہ اعتقاد کرتی ہے کہ یہ حضرات اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب و سنّت کی پیروی نہیں کرتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق مسلمانوں کی اکثریت گمراہ اور بدعتی ہو گی بلکہ اہلِ اسلام کے ٹولہ ہی سے باہر ہو جائے گی اور یہ خیال یا تو وہ جاہل کرے گا جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے اور یا وہ زندیق کرے گا جس کا مقصد نصفِ دین کو باطل کرنا ہے، کچھ کوتاہ فہم چند حدیثیں یاد کر کے احکام شریعت کو انہی میں منحصر کرتے ہیں اور اپنے معلومات کے علاوہ اور چیز کی نفی کرتے ہیں اور جو چیز ان کے نزدیک ثابت نہ ہو اس کی نفی کرتے ہیں۔ جیسے وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہو، اُس کی زمین و آسمان ہی بس وہ ہے۔

غیر مقلدین حضرات حضرت مجدد صاحبؒ کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور پھر از راہِ انصاف یہ فرمائیں کہ حضرت مجدد صاحبؒ کیا فرما گئے ہیں۔

الغرض نہ تو رائے اور سمجھ فی نفسہ کوئی بُری شے ہے اور نہ اہل الرائے احادیث کے منکر اور

http://mujahid.xtgem.com

اُن سے مستغنی ہیں اور نہ اہل الرائے ہونا کوئی موجبِ تنقیص امر ہے، اور یہ بھی درست نہیں کہ صرف علماءِ حنفیہؒ ہی اہل الرأی ہیں اور ان کے علاوہ اہل الرأی اور کوئی نہیں ہوا۔ جیسا کہ مولانا مبارکپوری صاحبؒ (وغیرہ) کو اس کا مغالطہ ہُوا ہے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ :۔

فاعلم ان اھل الرأی ھم العلماء الحنفیة اھ — جاننا چاہیئے کہ اہل الرأی علماءِ حنفیہ ہی ہیں۔

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۰۵)

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ امام عجلیؒ نے حضرت امام شافعیؒ کو صاحب الرأی کہا ہے اور حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں :۔

فاجتمع له علم اھل الرأی وعلم اھل الحدیث (توالی تاسیس ص۱۵۱ طبع مصر) — امام شافعیؒ میں اہل الرائے اور اہل الحدیث دونوں کا علم جمع ہو چکا تھا۔

اور یہ بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ربیعہؒ اہل الرائے بلکہ ملقب بہ الرائے تھے اور حنفی نہ تھے اور الملک المظفر ابو بکرؒ بن ایوب الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :۔

وقد رأینا مذاھب جماعة من اھل الرأی قد ذھبت واضمحلت ومذھب ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه باق اھ — ہم نے دیکھا کہ اہل الرائے کی جماعت کے مذاہب تو ختم اور مضمحل ہو گئے مگر امام ابو حنیفہؒ کا مذہب باقی ہے۔

(السہم المصیب ص۶۴)

مشہور امام اور محدث ابن قتیبہؒ (المتوفی ۲۷۶ھ) نے کتاب المعارف میں اہل الرائے کی سُرخی قائم کی ہے اور نیچے یہ نام لکھے ہیں :۔ ابن ابی لیلیٰؒ، ابو حنیفہؒ، ربیعۃ الرائےؒ، زفرؒ، اوزاعیؒ سفیان ثوریؒ، مالکؒ بن انسؒ، ابو یوسفؒ اور محمدؒ بن الحسنؒ (محصلہ سیرۃ النعمان ص۸۸ از علامہ شبلیؒ)

الغرض اہل الرأی تو اور بھی ہیں مگر فقہ و اجتہاد اور قیاس و رائے میں جو بلند مقام حضرت امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحابؒ کو ملا وہ اور کسی کو نہ مِل سکا۔ ؏

یہ رُتبۂ بلند مِلا جس کو مِل گیا!

کیا رائے کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے؟

رائے کے لغوی اور اصطلاحی معنے کے بعد اس امر پر بھی غور کرنا ہے کہ کیا رائے اور فہم کے

http://mujahid.xtgem.com

بغیر حدیث سمجھی بھی جا سکتی ہے؟ اگر سمجھی جا سکتی ہے تو ٹھیک ہے، پھر رائے کو لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر رائے اور فہم کے بغیر حدیث نہیں سمجھی جا سکتی تو پھر وہ مذموم کیسے ہوگئی؟ کیا کوئی مذموم چیز بھی کسی مقبول و محمود چیز کا ذریعہ اور موقوف علیہ بن سکتی ہے؟

مولیٰ طاش کبریٰ زادہؒ حضرت امام محمدؒ بن الحسنؒ کے حالات میں جو خود چوٹی کے اصحاب الرائے میں شمار ہوتے ہیں لکھتے ہیں کہ:-

نشأ بالكوفة وغلب عليه الرائ اى الاجتهاد (مفتاح السعادة ج ۲ ص۱۰۱)

وہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور ان پر رائے یعنی اجتہاد کا غلبہ تھا۔

کتاب ادب القاضی میں تصریح فرماتے ہیں کہ:-

لا يستقيم الحديث الا بالرائ اى باستعمال الرائ فيه بان يدرك معانيه الشرعية التى هى مناط الاحكام ولا يستقيم الرائ الا بالحديث اى لا يستقيم العمل بالرائ والاخذ به الا بانضمام الحديث اليه اھ (بحواله مقدمة فتح الملهم ص۲)

حدیث رائے کے استعمال ہی سے درست ہو سکتی ہے بایں طور کہ حدیث کے شرعی معانی جو احکام کے لیے مناط ہیں رائے ہی سے ادراک کیے جا سکتے ہیں اور رائے بھی بدون حدیث کے درست نہیں ہو سکتی یعنی محض رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس رائے کے ساتھ حدیث نہ مل جائے۔

انصاف سے فرمائیے کہ صاحب الرائے امام محمدؒ بن الحسنؒ کیا فرما گئے ہیں؟ یہی فرمایا ہے کہ نری رائے کوئی حقیقت اور وقعت نہیں رکھتی جب تک کہ اس کی بنیاد حدیث پر نہ رکھی جائے۔ مگر بایں ہمہ کوسنے والے ان کو صاحب الرائے کہہ کر کوسنے سے باز نہیں آتے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ۔

امام ابن حجر مکی الشافعیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

وقد قال المحققون لا يستقيم العمل بالحديث بدون استعمال الرائ فيه اذ هو المدرك لمعانيه التى هى مناط الاحكام ومن ثمه لما لم يكن لبعض المحدثين تأمل لمدرك

محققین نے فرمایا ہے کہ بغیر استعمال رائے کے عمل بالحدیث درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رائے ہی سے معانی کا ادراک ہوتا ہے جس پر احکام کا دارومدار ہے اور اسی وجہ سے جب بعض محدثین کو رضاعت

http://mujahid.xtgem.com

التحریم فی الرضاع قال بان المرتضعین بلبن شاۃ تثبت بینھما المحرمیۃ ولا العلم بالرأی المحض ومن ثم لم یفطر الصائم بنحو الاکل ناسیا اھ (الخیرات الحسان ص۱۷۰)

کی تحریم کی علت کا ادراک نہ ہو سکا تو اس نے یوں کہہ دیا کہ بکری کا دودھ پینے والے دو بچوں کے درمیان رضاعت کا حکم ثابت ہے اور اسی طرح رائے محض پر بھی عمل صحیح نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ بھول چوک سے روزہ کھانے والے کا روزہ نہیں جاتا۔

غور فرمایئے کہ رائے اور دل کی بصیرت سے محروم ہونے والے بعض محدثین نے کیسی ٹھوکر کھائی کہ وہ لڑکی اور لڑکا جو آپس میں نسبی اور رضاعی طور پر تو بہن اور بھائی نہیں مگر انہوں نے مل کر ایک ہی بکری کا دودھ پی لیا ہو وہ آپس میں بھائی اور بہن ہو جائیں گے اور ان کا آپس میں نکاح درست نہ ہو گا۔ پھر پوچھنے کی بات یہ ہے کہ گائے بھینس اور اونٹنی نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟ ان کے دودھ سے رضاعت کیوں نہ ثابت ہو گی؟ اگر بکری رضاعی ماں بہن ہو سکتی ہے تو بھولی بھالی گائے فربہ اندام بھینس اور بلند قد اور دراز گردن اونٹنی کیوں ماں نہیں بن سکتی؟ اور ان بیچاریوں کو ماں کی مامتا سے کیوں محروم کر دیا جائے؟ اور اس فتویٰ کے رو سے تمام روئے زمین پر مسلمانوں کے نکاحوں اور ان کی اولاد کا کیا حکم ہو گا؟ شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہنے والے نے کہا ہے کہ ؏

"ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند"

اور جس طرح رائے کی محرومی سے یہ ٹھوکر لگتی ہے اسی طرح حدیث سے استغناء برت کر محض رائے پر بھروسہ کرنا بھی انسان کو ورطۂ ضلالت میں ڈال دیتا ہے۔ اگر محض رائے ہی سے دین کے احکام اخذ کئے جا سکیں تو بھول کر روزہ کھانے والے کا جو خوب سیراب اور سیر شکم ہو کر کھا پی لے، روزہ کس طرح باقی رہ سکتا ہے؟ اور کس کی عقل اس کو باور کرتی ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود روزہ جوں کا توں باقی ہے؟ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد اور حدیث کی موجودگی میں اطعمك الله وسقاك (ابوداؤد ج ا ص۳۲۶ واللفظ له وبخاری ج ا ص۲۵۹ ومسلم ج ا ص۳۶۴) کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے، عقل اور رائے کی کیا وقعت اور قیمت ہے؟ یہاں تو محبوب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اشارۂ ابرو پر ہزاروں رائیں اور لاکھوں عقلیں آن واحد میں قربان کرنا ہوں گی۔ ؏

http://mujahid.xtgem.com

عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

حضرت علیؓ (المتوفی سنہ ۴۰ھ) نے دین کے ایسے ہی منصوص مسائل کے مقابلہ میں رائے محض کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے :-

لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاہ وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی ظاہر خفیہ -
(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲)

اگر دین نری رائے ہی سے ہوتا تو موزے کا نچلا حصہ اوپر کے حصہ سے مسح کا زیادہ مستحق ہے حالانکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موزہ کے اوپر ہی مسح کرتے دیکھا ہے۔

انسان جب چلتا ہے تو زمین پر اس کے پاؤں کا نچلا حصہ ہی لگتا ہے، اور گرد و غبار اور نجاست وغیرہ سے اسی کے زیادہ ملوث اور آلودہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے مسح کا حقدار بھی صرف یہی حصہ ہونا چاہیئے مگر چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اعلیٰ حصے پر ہی مسح کیا ہے تو کسی دانشور کی دانش اور کسی عقلمند کی عقل اور کسی فہیم کی فہم و رائے کی اس پیارے عمل کے مقابلہ میں بھلا حیثیت ہی کیا ہے؟ اس موقع پر اگر تسلی اور چین ہو سکتا ہے تو صرف آپ کی پیاری ادا اور آپ کے پسندیدہ عمل اور بہترین اسوۂ حسنہ سے اس لیے کہ ؎

برسوں فلاسفہ کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

حدیث سے رائے کی عمدگی کا ثبوت

جس مسئلہ میں قرآن و حدیث سے بصراحت روشنی نہ پڑتی ہو ایسے مسئلہ میں کون سا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے اور اس کے حل کرنے کے لیے کیا صورت عمل میں لائی جا سکتی ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ دلائل شرعیہ کے پیش نظر کتاب و سنت کے اصولی قوانین اور ضوابط کو لازمی اور قابل عمل قرار دے کر ہر ایسی پیش آمدہ ضرورت کے متعلق جس کی تفصیل و تشریح یا بصراحت تذکرہ قرآن و سنت میں موجود نہ ہو، قرآن و سنت کے جاننے والوں اور صحیح معنی میں مجتہدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اجتہاد و رائے سے کام لے کر قرآن و سنت کی روشنی میں وقتی، ضروری اور ہنگامی مسائل کو حل کریں اسی کو تفقہ و اجتہاد اور قیاس و رائے کہتے ہیں مجتہد مطلق کا درجہ اگرچہ

http://mujahid.xtgem.com

نہیں رہا۔ ہاں فی الجملہ اجتہاد قیامت تک باقی ہے لیکن منصوص اور اجماعی مسائل میں اجتہاد کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان میں مسلمان کا فریضہ یہ ہے کہ ہر حال میں ان کی پیروی کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیل القدر صحابی حضرت معاذؓ بن جبل (المتوفی ۱۸ھ) کو جب یمن کا عامل اور گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا "اے معاذؓ:-

کیف تقضی ان عرض لك قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی کتاب اللہ قال اجتہد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسولَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۹ واللفظ لہ و مسند طیالسی ص ۷۹ و ترمذی ج ۱ ص ۱۵۹ و دارمی ج ۱ ص ۶۰ طبع دمشق والانتقاء ص ۱۴۳ لابن عبدالبر طبع مصر والبدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۰۳ طبع مصر والمشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۲۴ وسنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۴)

جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا آئے تو اس میں تو کیسے فیصلہ کرے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تجھے نہ ملے تو پھر تو کیا کرے گا؟ وہ کہنے لگے کہ پھر میں سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سنّت رسول اللہ اور کتاب اللہ میں تجھے نہ مل سکے تو پھر تو کیا کرے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ آپ نے حضرت معاذؓ کی چھاتی پر (شفقت کی وجہ سے) دست مبارک مارا اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حمد ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالےٰ کا رسول راضی ہے"۔

شیخ الاسلام حافظ ابوعمرؒ بن عبدالبر المالکیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:-

وحدیث معاذؓ صحیح مشہور رواہ الائمۃ العدول وھو اصل فی الاجتہاد والقیاس علی الاصول اھ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۵۵ طبع مصر)

حضرت معاذؓ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس علی الاصول کے لیے ایک اصل اور مدار ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

حافظ ابو الفداء اسمعیلؒ بن عمرؒ بن کثیر الشافعیؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) جو الفقیہ، المفتی اور المحدث وذو الفضائل تھے (تذکرہ ج ۴ ص ۲۹) ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

وھذا الحدیث فی المسند والسنن باسناد جید کما ھو مقرر فی موضعہ اھ	یہ حدیث مسند اور سنن میں جید اور کھری سند کے ساتھ مروی ہے جس کی تحقیق اپنے مقام پر مقرر اور ثابت شدہ ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳ طبع مصر)	

مشہور غیر مقلد اور محقق عالم محمدؒ بن علی المعروف بالقاضی الشوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۵ھ) اسی حدیث سے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وھو حدیث صالح للاحتجاج بہ کما اوضحنا ذٰلک فی بحث مفرد اھ	یہ حدیث استدلال واحتجاج کے لیے صلاحیت رکھتی ہے جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت ایک مفرد بحث میں کر دی ہے۔
(فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۹ طبع مصر للشوکانیؒ)	

اس صحیح مشہور جید اور صالح للاحتجاج حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جن نوازل و حوادث اور مسائل پر قرآن و حدیث سے روشنی نہ پڑتی ہو ان میں کتاب و سُنّت کی روشنی میں اجتہاد و رائے سے کام لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہی ہے بلکہ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد مسرور اور نہایت خوش ہیں اور اپنے قاصد و نمائندہ کے اس معقول اور تسلی بخش جواب پر راضی ہو کر قولی اور فعلی مسرت کا اظہار فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مبارک مار کر گویا یہ بتلا رہے ہیں کہ کیا ہی بابرکت سینہ ہے جس میں ایسی ایسی عمدہ اور کام کی باتیں پنہاں ہیں، جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی داد تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکے اور الحمد للہ کے ساتھ قولی طور پر "اجتہد برائی" پر اپنی رضا اور خدا تعالےٰ کی رضا کی مہر ثبت کر دی ہے۔ اب اگر کوئی ناداں ایسی رائے کی توہین و تذلیل کرتا اور ایسی رائے قائم کرنے والے اہل لوگوں کی تجہیل و تحمیق کرتا ہے جس کا منبع و ماخذ قرآن و حدیث ہو تو ایسا شخص نہ صرف رائے اور اہل الرائے کا ہی دشمن ہے بلکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صحیح اور صریح حدیث اور آپ کی پسند کردہ بات کا بھی مخالف ہے اور اس کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے، کہیں دوسروں کی عداوت اپنی تباہی کا سبب ہی نہ بن جائے ۔

بہت کچھ جل چکا ہے اور جلے گا دیکھئے کب تک ہے زد میں برق سوزاں کی ترا کاشانہ برسوں سے

http://mujahid.xtgem.com

حضرت علیؓ کی ایک روایت یوں آتی ہے:۔

سُئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزم فقال مشاورۃ اھل الرائی ثم اتباعھم (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۰ طبع مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزم کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل الرائے سے مشورہ کرکے پھر ان کی پیروی کرنا

اور نیز حضرت علیؓ نے سوال کیا، یا رسول اللہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو کہ جس میں نہ امر ہو نہ نہی تو آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۸ ا رجالہ موثقون۔)

حضرت ابوبکرؓ کا یہ معمول تھا کہ:۔

انّ ابابکرؓ اذا نزلت بہ قضیۃ لم یجد لھا فی کتاب اللہ اصلاً ولا فی السُّنّۃ اثراً فقال یجتھد برائی فان یکن صوابا فمن اللہ وان یکن خطأً فمنّی واستغفر اللہ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳۶)

جب ان کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ میں اگر ان کو اس کی وضاحت نہ ملتی تو فرماتے کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر درست ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگی ورنہ میری خطا ہوگی اور میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

حافظ شمس الدین ابن القیم الحنبلیؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو اس کو کتاب و سنّت میں تلاش کرتے، اگر وہاں سے بھی کامیابی حاصل نہ ہوتی تو اُمّت کے بہترین افراد کو جمع کرکے ان سے رائے لیتے اور اتفاق رائے سے جو طے ہوتا اسی پر فیصلہ صادر فرمادیتے"

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۵۱ طبع مصر)

اور امام عبداللہؒ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ (المتوفی ۲۵۵ھ) نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:۔

فاذا اجتمع رأیھم علی امر قضیٰ بہ

(دارمی ج ۱ ص ۵۵ طبع دمشق)

جب ان حضرات کی رائے ایک امر پر جمع ہوجاتی تو حضرت ابوبکرؓ اس کے مطابق فیصلہ کردیتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

وانہ مقدم عندھم فی العلم والرأی و

وہ حضرات صحابہؓ میں علم رائے اور زیادہ مشورہ لینے

http://mujahid.xtgem.com

میں پیش پیش تھے۔ کثرۃ الاستشارۃ اھ

(کتاب اختلاف الحدیث علی ہامش الام ج ۷ ص۱۷۸ طبع مصر)

حضرت عمرؓ جب لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ:۔

ھٰذا رائی عمرؓ فان کان صوابا فمن اللّٰہ و ان کان خطاءً فمن عمرؓ (میزان شعرانی ج۱ ص۴۹ طبع مصر۔ وسنن الکبریٰ ج ۱۰ ص۱۱۶)

یہ عمرؓ کی رائے ہے، اگر درست ہوئی تو اللہ تعالےٰ کا احسان ہوگا، اور اگر خطا ہوئی تو عمرؓ کی خطا سمجھنا۔

اور حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دور میں مشہور تابعی قاضی شریحؒ (المتوفی ۸۵ھ) کو ایک خط ارسال فرمایا تھا جس میں اس کی تصریح فرمائی تھی کہ اگر کوئی ایسا مقدمہ اور مسئلہ پیش آئے جس پر کتاب وسنت سے روشنی نہ پڑتی ہو اور اس کے بارے میں پہلے کسی نے گفتگو بھی نہ کی ہو تو:۔

فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تجتھد برائک ثم تقدم فتقدم اھ (دارمی ج۱ ص۶۰ طبع دمشق وسنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۵ و نحوہ فی کنز العمال ج ۳ ص۱۷۴)

ان دو امور میں سے جو نسا تم چاہو پسند کر لو یا تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور اس میں جتنا آگے بڑھ سکتے ہو بڑھو۔ الخ۔

دوسرا امر انہوں نے ترک الرائے ذکر فرمایا ہے لیکن اجتہاد بالرائے اور ترک دونوں میں ان کو اختیار دیا ہے اور اجتہاد بالرائے اور اس میں تقدم کا ذکر پہلے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کو جن مسائل میں اشکالات پیش آئے تھے اُن میں ایک وراثتِ جد کا مسئلہ بھی۔ جب اُن کو فیروز نامی بدبخت نے زخمی کیا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

انی رایت فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوہ فقال عثمانؓ ان نتبع رأیک فھو رشد وان نتبع رأی الشیخ قبلک فنعم ذو الرأی کان۔ (مستدرک حاکم ج۴ ص۳۴۰ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

میں نے دادا کے بارے میں ایک رائے قائم کی ہے اگر تمہارا خیال ہو تو اس کی پیروی کرو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر ہم آپ کی رائے کی پیروی کریں تو وہ کیا ہی بھلی رائے ہے۔ اور اگر ہم آپ سے پہلے بزرگ (حضرت ابوبکرؓ) کی رائے کی پیروی کریں تو وہ بھی صاحب الرائے تھے۔

http://mujahid.xtgem.com

اور یہ روایت دارمی جلد ا ص۱۵۱ طبع دمشق میں بھی موجود ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود (المتوفی ۳۲ھ) نے فرمایا کہ اگر کسی کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آئے تو کتاب اللہ کے مطابق اس میں فیصلہ صادر کرے اور اگر کتاب اللہ میں نہ مل سکے تو سنّت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے موافق فیصلہ کرے اور اگر سنّت میں اس کو کامیابی حاصل نہ ہو تو پھر نیک لوگوں نے (اتفاق سے) جو فیصلہ کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر ان سے اس کو کچھ نہ ملے تو:۔

فلیجتہد رأیہ فان لم یحسن فلیقر ولا یستحی (مستدرک ج۴ ص۹۴، قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح ونحوہ فی سنن الکبریٰ جلد ۱۰ ص۱۱۵) — پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اگر رائے کا مالک نہ ہو تو صاف اقرار کرے اور اس میں حیا نہ کرے۔

اور یہ روایت کچھ تغیر الفاظ کے ساتھ دارمی میں بھی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

فان لم یکن فیما اجتمع علیہ المسلمون فاجتہد رأیك الخ (ج۱ ص۶۱ طبع دمشق) — سو اگر مسلمانوں کے اجماع سے بھی وہ حل نہ ہو سکے تو پھر تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) کا یہ عمل تھا کہ کتاب و سنّت کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ان کو کوئی ثبوت نہ مل سکتا تو پھر:۔

قال فیہ برأیہ (مسند دارمی ج۱ ص۵۹ طبع دمشق ومستدرک حاکم ج۱ ص۱۲۷ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح ونحوہ فی سنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۵) — اس میں اپنی رائے سے عمل کرتے۔

حضرت زیدؓ بن ثابت (المتوفی ۴۵ھ) نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں حکم نہ مل سکے تو پھر سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے موافق فیصلہ صادر کرو اور اگر سنّت میں بھی حکم نہ مل سکے تو پھر:۔

فادع اهل الرأی ثم اجتهد واختر لنفسك ولا حرج۔ (سنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۵) — تم اہل الرائے کو بلا کر اجتہاد کرو اور اپنے لیے (مناسب حکم) اختیار کر لو اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ (المتوفی ۵۲ھ) کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

جملہ بھی لکھا تھا کہ :۔

فیما یختلج فی صدرك مما لم یبلغك فی القرآن والسنة فتعرف الامثال والاشباہ ثم قس الامور عند ذالك اھ (سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۵)

اگر کوئی ایسا مسئلہ تیرے دل میں تردد کا ذریعہ بنے جس میں قرآن وسنت سے روشنی نہ پڑتی ہو تو امثال و نظائر کو پہچان کر اس وقت ان امور کو قیاس کرو۔

یعنی اصل اور مقیس علیہ کی مثال اور نظیر پیش نظر رکھو اور فرع اور مقیس کے اندر علت اور وجہ تلاش کرو، اگر اصل کی علت اس میں پائی جاتی ہے تو اس کی کڑی اس سے ملا کر اصل کا حکم فرع میں ثابت کرو، اسی کو قیاس کہتے ہیں۔

خلیفہ راشد حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) نے قاضی کے لیے پانچ شرطیں لگائی ہیں کہ :۔

یکون عالماً بما کان قبلہ۔ مستشیراً لذی الرأی۔ ذا نزھۃ عن الطمع۔ حلیماً عن الخصم۔ محتملاً للائمۃ۔ (سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۷)

وہ ان امور کا عالم ہو جو پہلے گزر چکے ہوں، رائے والے سے مشورہ لینے والا ہو، طمع سے پاک ہو، جھگڑا کرنے والے کے مقابلہ میں حلیم ہو۔ ملامت کو گوارا کر سکتا ہو۔

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت چھ حضرات کو نامزد کیا تھا کہ یہ حضرات اپنے میں سے جس کو چاہیں خلیفہ بنا دیں، ان میں سے پانچ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اختیار دیدیا کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں، انہوں نے پہلے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اے علیؓ اگر میں تجھے خلیفہ چن لوں تو بتاؤ کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے طریقہ پر چلو گے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ :۔

احکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ واجتھد رائی اھ (شرح فقہ اکبر لملا علی ن القاری ص ۹۷ طبع کانپور)

میں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کروں گا اور اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

اور حضرت علیؓ جب عراق فتنہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے تو قیسؓ بن عبادؓ نے دریافت کیا، کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ :۔

ماعھد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی بابت

http://mujahid.xtgem.com

بشیئٍ لکنہ رائی رأیتہ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۵)

کچھ نہیں فرمایا لیکن یہ میری اپنی ذاتی رائے ہے جو مجھے سوجھی ہے۔

مشہور محقق اور صاحب قلم عالم ابو محمد زہرہ مصری لکھتے ہیں کہ:۔

ان الحکم بالرائی من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مشہور واحتمال الخطأ فی اجتہادہم ثابت اذ لیسوا بمعصومین عن الخطأ الخ (ابوحنیفہ۔ حیاتہ۔ وعصرہٗ۔ آراؤہٗ، ص ۳۰۸ طبع مصر از محمد ابوزھرہ)

رائے کے مطابق حکم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ سے مشہور ہے اور ان کے اجتہاد میں بھی خطاء کا احتمال ثابت ہے کیونکہ وہ خطاء سے معصوم تو نہ تھے۔

حضرت حبابؓ بن منذر کی بدر کے موقع پر رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے پسند فرماکر قبول فرمائی تھی (مستدرک ج ۳ ص ۴۲۷)

اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بڑے صاحب الرائے تھے چنانچہ لوگ ان کو مغیرہ الرائی کہتے تھے۔ (مستدرک ج ۳ ص ۴۴۷)

الغرض غیر منصوص مسائل میں حضرات صحابہ کرامؓ نے جہاں رائے اور اجتہاد سے کام لیا ہے اگر ان کو جمع کیا جائے تو اچھا خاصا دفتر تیار ہو سکتا ہے مگر ہمارا مقصد دلائل اور براہین کا استیعاب نہیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ قرآن وحدیث اور اجماعی مسائل کے بعد رائے اور قیاس سے کام لینا خود مرفوع اور صحیح حدیث اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اقوال سے ثابت ہے اور جمہور اُمت بھی اس کی قائل ہے۔ پھر رائے اور قیاس کی مذمت اور اہل الرائے اور صاحب قیاس کی توہین وتذلیل کیونکر قابل سماعت ہو سکتی ہے؟

نواب صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"وخلاف در قیاس شرعی است۔ جمہور از صحابہؓ وتابعینؒ وفقہاءؒ ومتکلمینؒ بآں رفتہ کہ اصلی از اصول شریعت است استدلال میسر و دبدلں براحکام واردہ بسمع وظاہریہ انکارش کردہ اند"

قیاس شرعی کے بارے اختلاف ہے، جمہور صحابہ کرامؓ تابعینؒ فقہاءؒ اور متکلمینؒ اس طرف گئے ہیں کہ قیاس اصول شریعت میں ایک اصل ہے جو احکام سماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں قیاس سے استدلال درست ہے

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

اھ (افادۃ الشیوخ ص۱۲۶) اور اہل ظاہر اس کا انکار کرتے ہیں۔

اور نواب صاحبؒ قیاس کے حجّتِ شرعی ہونے کے مثبت و منفی دلائل پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"و دلالت سمع بر قیاس نزد اکثر قطعی است ونزد آمدیؒ ظنّی ابنِ عبد البرؒ گفتہ نیست خلاف درمیان فقہاء امصار و سائر اہل سنّت در نفی قیاس در توحید و اثبات او در احکام مگر داؤد کہ وے در ہر دو نفی آں کردہ" اھ (ھدایۃ السائل ص۱۸۷)

اور قیاس پر سمعی دلیل کی دلالت اکثر کے نزدیک قطعی ہے اور علامہ آمدیؒ کے نزدیک ظنّی ہے امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ شہروں کے فقہاء اور تمام اہل سنّت میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ توحید (یعنی عقائد) میں قیاس نہیں ہوسکتا اور احکام میں قیاس ہوسکتا ہے اور داؤد ظاہریؒ دونوں میں قیاس کی نفی کرتے ہیں۔

مشہور غیر مقلّد اور صاحبِ قلم عالم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ندوی لکھتے ہیں کہ:۔

"جہاں تک ان مسائل کا تعلق ہے جن کے بارے میں کوئی متعیّن نص موجود نہیں ہے تو بغیر کسی اختلاف کے کہا جاسکتا ہے کہ قیاس و رائے کی تگ و تاز ان میں مسلّم ہے" اھ (مسئلہ اجتہاد ص۱۰۹)

اِن تمام عبارات اور اقتباسات سے یہ امر آفتابِ نیمروز کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ غیر منصوص مسائل میں قرآن و حدیث و اجماع کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ فقہاء نیک فرجامؒ اور متکلّمین ذوالاحترامؒ وغیرہم کے نزدیک قیاس و رائے شرعی حجّت ہے اور توحید وغیرہ عقائد کے بنیادی مسائل کے علاوہ اس سے احکام کا اثبات جمہور اہلِ اسلام اور جملہ اہلِ سنّت کا اتفاقی مسئلہ ہے، ہاں صرف داؤدؒ بن علی الظاہری اور اس قسم کے کچھ حضرات کا اس میں اختلاف ہے مگر جمہور اُمّت کے قولِ منصور کے مقابلہ میں ان کی اس رائے کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟ اور دلائل و براہین کی دنیا میں اس کو کون تسلیم کرتا ہے؟

حضرت امام ابو حنیفہؒ کس وقت رائے قائم کرتے تھے؟

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ قیاس و اجتہاد اور استنباط و رائے سے کام لیتے

http://mujahid.xtgem.com

تھے، لیکن یہ بات نہایت قابلِ غور ہے کہ وہ کس موقع اور محل پہ اور کس وقت و مقام پر قیاس و رائے سے کام لیتے تھے؟ اس لیے ہم اس عنوان میں بھی قدرے تفصیل سے کلام کرنا چاہتے ہیں، غور فرمایئے۔

حضرت ابو حنیفہؒ کا اپنا بیان یہ ہے :۔

آخُذُ بکتاب اللہ فما لم اجد فبسنّۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان لم اجد فی کتاب اللہ ولا سُنّۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذتُ بقول اصحابہ آخُذُ بقول من شئت منھم وادع من شئت منھم ولا اخرج من قولھم الی قول غیرھم فاما اذا انتھی الامر وجاء الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالاً فقوم اجتھد وا فاجتھد کما اجتھدوا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۸)

کہ میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنّت رسول اللہ کو لیتا ہوں اور اگر کتاب و سنّت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرامؓ کے قول کو لیتا ہوں ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن سب حضرات صحابہؓ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیمؒ شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسنؒ، عطاءؒ، سعیدؒ بن المسیبؒ تک (اور ان کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نام بھی گنے) پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

اسی کے قریب قریب الفاظ شیخ الاسلام ابن عبد البرؒ کے بھی ہیں۔ (الانتقاء ص ۱۴۳) اور مولانا مبارکپوری صاحبؒ نے مقدمۂ تحفۃ الاحوذی ص ۸۲ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ اور ملا علی ن القاریؒ لکھتے ہیں کہ :۔

ان کان فی المسئلۃ حدیث صحیح تبعہٗ وان کان عن الصحابۃؓ والتابعینؒ فکذالک والّا قاس فاحسن القیاس۔ (الخیرات الحسان ص ۲۷ واللفظ لہ وذیل الجواھر ج ۲ ص ۴۷۴)

اگر مسئلہ میں صحیح حدیث ہوتی تو آپ اس کی اتباع کرتے اور اگر حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ سے اس کا حکم ملتا تو ان کی پیروی کرتے ورنہ قیاس کرتے اور عمدہ قیاس کرتے۔

علامہ ذہبیؒ امام یحییٰؒ بن معینؒ کے طریق سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ :۔

آخُذُ بکتاب اللہ فما لم اجد فبسنّۃ رسول ۔ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں، اگر اس میں

http://mujahid.xtgem.com

الله والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابه اخذ بقول من شئت واما اذا انتهی الامر الی ابراهیم والشعبی والحسن وعطاء فاجتهد کما اجتهدوا۔
(مناقب ابی حنیفۃؒ ص۲ طبع مصر للذہبیؒ)

حکم نہ ملے تو سنّتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن آثارِ صحیحہ پر عمل کرتا ہوں جو ثقہ راویوں سے ثقہ راویوں میں پہنچ کر پھیل چکے ہوں، اگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی تو میں آپ کے حضرات صحابہؓ کے اقوال میں سے جس کو پسند کرتا ہوں لے لیتا ہوں اور جب نوبت ابراہیمؒ، شعبیؒ، حسنؒ اور عطاءؒ تک پہنچتی ہے تو انہوں نے بھی اجتہاد کیا اور میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ، امام ابن حجر مکیؒ اور امام سیوطیؒ امام صاحبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

ماجاء عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بابی هو وامی فعلی الرأس والعین وما جاء عن اصحابه تخیرنا وما جاء عن غیرهم فهم رجال ونحن رجال (میزان ج ۱ ص۲۹ طبع مصر اللفظ لہ والخیرات الحسان ص۲۷ وتبییض الصحیفۃ ص۲۷)

کہ جو حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو وہ سر اور آنکھوں پر اور جو چیز آپ کے حضرات صحابہؓ سے آئے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی کو اختیار کر لیتے ہیں اور اگر غیر صحابہؓ سے آئے تو وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت امام صاحبؒ بھی بالاتفاق رویت کے اعتبار سے تابعی ہیں اس لحاظ سے تابعینؒ کے ساتھ ان کی تفقہ واجتہاد میں مزاحمت اور علمی اور تحقیقی رسہ کشی کوئی قابلِ انکار بات نہیں ہے اور ہم رجال ونحن رجال کہنا کوئی بے موقع اور بے محل امر نہیں ہے، اور حافظ ابن عبد البرؒ نے بھی اس کے قریب الفاظ نقل کیے ہیں۔ (الانتقاء ص۱۴۴ طبع مصر)

ابو حمزہ السکریؒ کا بیان ہے کہ

سمعت اباحنیفةؒ یقول اذا جاءنا الحدیث عن النبی صلی الله علیه وسلم اخذنا به واذا جاءنا عن الصحابةؓ تخیرنا واذا جاء نا عن

میں نے امام ابو حنیفہؒ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچتی ہے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جب ہمارے پاس

http://mujahid.xtgem.com

التابعین زاحمنا ھم۔ (الانتقاء ص۱۴۴ طبع مصر لابن عبدالبرؒ واللفظ لہٗ وتبیض الصحیفہ ص۱۶ والجواھر المضیہ ج۲ ص۲۴۹) حضرات صحابہؓ کے اقوال آتے ہیں تو ان میں سے کسی کو اختیار کر لیتے ہیں اور اگر ہمارے پاس تابعینؒ کے اقوال آتے ہیں تو ہم اُن سے علمی مزاحمت کرتے ہیں

اور حضرت ملا علی ن القاریؒ امام صاحبؒ کا قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں کہ:۔

ماجاء عن اللہ ورسولہ لا نتجاوزعنہ وما اختلف فیہ الصحابۃ اخترناہ وماجاء عن غیرھم اخذنا وترکنا (ذیل الجواھر ج۲ ص۴۷۳) جو حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں پہنچتا ہے تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے اور جس چیز میں حضرات صحابہؓ کا اختلاف ہوتا ہے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی کو چن لیتے ہیں اور غیر کے اقوال کو لیتے بھی ہیں اور چھوڑتے بھی ہیں۔

اور مولیٰ احمدؒ بن مصطفیٰؒ امام صاحبؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:۔

ماجاءنا عن الصحابۃ فعلی الرأس والعین وماجاءنا عن التابعین فھم رجال و نحن رجال (مفتاح السعادہ ج۲ ص۶۳) جو چیز ہمارے پاس حضرات صحابہؓ سے پہنچتی ہے تو اس کو ہم سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جو تابعینؒ سے آتی ہے سو وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں۔

امام ابن حجر مکیؒ اور ملا علی ن القاریؒ ان کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ:۔

لیس لاحد ان یقول برأیہ مع کتاب اللہ تعالیٰ ولا مع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا مع ما اجمع علیہ اصحابہ (الخیرات الحسان ص۲۷ واللفظ لہ وفی لفظ القاریؒ او اجماع عن الامۃ ذیل الجواھر ج۲ ص۴۷۳) کسی شخص کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے مقابلے میں رائے کا کوئی حق حاصل نہیں اور اسی طرح جس چیز پر حضرات صحابہؓ کا (اور امت) کا اجماع واقع ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں بھی کسی کو رائے پیش کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

ان تمام واضح اور روشن اقتباسات سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ بات آشکارا ہو گئی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نہ تو کتاب وسنت اور اقوال حضرات صحابہؓ سے بے نیاز تھے اور نہ منکر بلکہ صاف طور پر وہ کھلے لفظوں میں یہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنی رائے اور قیاس سے کام لیتا ہوں جب قرآن وحدیث اور اقوال حضرات صحابہؓ میں مجھے کسی حکم پر روشنی پڑتی نظر

http://mujahid.xtgem.com

نہیں آتی۔ اب اہلِ علم ہی انصاف سے فرمائیں کہ ایسے موقع پر محدث کامل فقیہ دوران اور عالمِ ربّانی کو کیا کرنا چاہیئے تھا؟ آیا کنج عافیت اور زاویۂ خمول میں خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہیئے تھا؟ یا اپنی خداداد بصیرت، علمی تفوق اور فقہی بصیرت کے تحت مشکل مسائل اور نوازل کی کھتی سلجھانی چاہیئے تھی؟ اور اگر انہوں نے وقت کی اس اہم ضرورت کو اپنے ناخنِ تدبیر و تفقہ سے حل کر کے امتِ مرحومہ پر احسان کیا ہے تو اس کی وجہ سے کیا وہ دادِ تحسین کے مستحق ہیں یا باعثِ نفرین ہیں؟ ؎

وہ ایک عالم جسے جہاں نے خراجِ تحسین لوا کیا ہے
وہ ایک مومن جو لطفِ خالق کی برکتوں سے قمر بنا ہے

امام موصوفؒ کے زمانہ میں بھی بعض کم فہم یا متعصب لوگوں نے ان کو رائے پر عمل کرنے کی وجہ سے طعنہ دیا تھا جس کا جواب امام موصوفؒ نے یوں دیا کہ:۔

عجبا للناس یقولون افتی بالرّای ما افتی الا بالاثر (الخیرات الحسان ص۲۷ و تبییض الصحیفہ ص۲۸ والجواھر المضیۃ ج۲ ص۲۰۲) — لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں تو حدیث کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہؒ بن المبارکؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

لا تقولوا رائی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ولکن قولوا انہ تفسیر الحدیث۔ — تم یہ نہ کہا کرو کہ ابو حنیفہؒ کی رائے ہے بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ حدیث کی تفسیر ہے۔

(ذیل الجواھر ج۲ ص۴۶۰)

امام عبداللہؒ بن المبارکؒ ہی فرماتے ہیں کہ:۔

لیکن الّذی تعتمد علیہ الاثر وخذ من الرّای مایفسر لک الحدیث (جامع بیان العلم ج۲ ص۱۳۲) — تیرا اعتماد حدیث پر ہونا چاہیئے اور رائے و فہم سے اتنا حصہ ضرور حاصل کر جو تیرے لیے تفسیرِ حدیث میں مدد ہو۔

امام صدر الائمہ مکیؒ اپنی سند کے ساتھ امام عبداللہؒ بن المبارکؒ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

علیکم بالاثر ولا بد للاثر من ابی حنیفۃؒ فیعرف بہ تاویل الحدیث و معناہ اھ (مناقب موفق ج۲ ص۵۳)

حدیث و اثر کا لینا تم پر لازم ہے لیکن اثر کے لیے امام ابوحنیفہؒ کی ضرورت ہے تاکہ ان کی وجہ سے حدیث کی تفسیر اور اس کا معنی سمجھا جا سکے۔

اور علامہ خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ امام عبداللہؒ بن المبارکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ :-

ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرای فرای مالکؒ وسفیانؒ وابی حنیفۃؒ وابوحنیفۃؒ احسنہم وادقہم فطنۃً واغوصہم علی الفقہ وھو افقہ الثلاثۃ اھ (بغدادی ج۱۳ ص۳۴۳)

اگر اثر و حدیث معروف ہو اور اس میں رائے کی ضرورت پیش آئے تو امام مالکؒ، امام سفیانؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے ملحوظ رکھنی چاہیئے اور ابوحنیفہؒ ان سب میں فقہ کی تہہ تک پہنچنے والے اور ان تینوں میں بڑے فقیہ تھے۔

یہ رائے کبھی تو حدیث کے منطوق کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی مفہوم کے موافق۔ اگر حدیث سے اس طرز استدلال کا کسی نے اندازہ لگانا ہو تو وہ حضرت امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کے ابواب و تراجم سے لگا سکتا ہے کہ بعض مقامات میں حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ جیسے اساطین حدیث و فقہ بھی حدیث اور ترجمۃ الباب کی تطبیق کرنے میں حیران و ششدر رہ جاتے ہیں اور توجیہ پر توجیہ کرتے چلے جاتے ہیں کیونکہ ظاہری طور پر دعویٰ اور دلیل کی مطابقت نظر نہیں آتی۔ مگر نہایت باریک بینی سے کام لیا جائے تو ہوتی ضرور ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ فقہ البخاری فی الابواب والتراجم۔

انتہائی تأسف کی بات ہے کہ اگر کوئی ایسی ہی دقیق اور باریک فقہی دلیل حضرت امام ابوحنیفہؒ کسی حدیث سے استنباط کرتے ہیں تو جھٹ یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث کے مخالف و منکر ہیں اور علمی ترکش اس مقام میں توجیہ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور بدگمانی اور سوء ظن کا تلاطم خیز سمندر سینوں اور سفینوں میں ابلنے لگتا ہے اور جی بھر کر کہنے والے ان کہنی باتیں کہہ گزرتے ہیں۔

مشہور محدث علیؒ بن خشرمؒ (المتوفی ۲۵۷ھ جو ثقہ تھے، تہذیب ج۷ ص۳۱۶) کا بیان ہے کہ :-

کنا فی مجلس سفیان بن عیینۃؒ فقال یا

ہم امام سفیانؒ بن عیینہؒ کی مجلس میں تھے انہوں نے

http://mujahid.xtgem.com

اصحاب الحدیث تعلموا فقه الحدیث لا یقهرکم اصحاب الرای ماقال ابوحنیفة شیئا الا ونحن نروی فیه حدیثا او حدیثین له (معرفت علوم الحدیث ص۶۶ طبع القاھرہ)

فرمایا کہ اے اصحاب الحدیث تم حدیث میں تفقہ پیدا کرو، ایسا نہ ہو کہ اصحاب الرائے تم پر غالب آجائیں امام ابوحنیفہؒ نے کوئی چیز ایسی نہیں کہی جس میں ہم ایک یا دو حدیثیں نہ روایت کرتے ہوں۔

اِس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ اصحاب الرائے کا کام تفقہ فی الحدیث رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام سفیانؒ بن عیینہؒ اصحاب الحدیث کو اصحاب الرائے کی طرح تفقہ فی الحدیث کی ترغیب دیتے ہیں اور دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ جو کچھ بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے اس میں بقول امام سفیانؒ بن عیینہؒ ایک یا دو حدیثیں موجود ہیں، اس سے زیادہ امام صاحبؒ کی رائے و فقہ کے حدیث سے مطابق ہونے کی اور کیا دلیل درکار ہے کہ امام حدیث اس کی تائید کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے جو کچھ کہا ہے ہم اس میں ایک یا دو حدیثیں روایت کرتے ہیں گویا امام صاحبؒ کا قیاس و اجتہاد عین حدیث کے مطابق نکلا۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ قرآن و حدیث کی موجودگی میں اور حضرات صحابہؓ کے اقوال و آثار کے ہوتے ہوئے ہرگز رائے اور قیاس سے کام نہ لیتے تھے اور نہ ان کی رائے احادیث و آثار سے بے نیاز ہوتی تھی۔ امام ابو القاسم غسانؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن سالم التمیمیؒ (المتوفی سنہ) نے کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے کہ :۔

وضع القیاس ابوحنیفة کله ۔ فاتی باوضح حجة وقیاس
تمام قیاس کی بنیاد ابوحنیفہؒ نے رکھی ہے ۔ اور اس میں انہوں نے واضح حجت اور قیاس سے کام لیا ہے
وبنی علی الاثار راس بنائه ۔ فاتت غوامضه علی الاساس
اور انہوں نے اپنے قیاس کی عمارت احادیث پر رکھی ہے ۔ اس لیے اس کی باریکیاں مضبوط بنیاد پر کھڑی ہیں

باوجودیکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے و قیاس کی بنیاد قرآن و سنت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماعی مسائل پر قائم ہے اور باوجود اس کے کہ امت کی اکثریت ان کی اصابت رائے کی تعریف کرتی اور ان پر اعتماد کرتی ہے۔ معہذا ان کی وسعتِ نظری اور علم دوستی کا حال یہ تھا کہ وہ صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرماتے تھے کہ :۔

http://mujahid.xtgem.com

هذا الذی نحن فیہ رأی لا نجبر احداً علیہ ولا نقول یجب علی احد قبولہ بکراھیۃ فمن کان عندہ شیئ احسن منہ فلیأت بہ اھ (الانتقاء ص۱۴۰ واللفظ لہ و الخیرات الحسان ص۲۷)

یہ جو ہم نے اختیار کی ہے رائے ہے ہم اس پر کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ کہتے ہیں کہ بکراہت اس کا قبول کرنا کسی پر واجب ہے، اگر کسی کے پاس اس سے بہتر رائے ہو تو وہ اس کو لے آئے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ امام صاحبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ :-

ھذا رأی وھو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاءنا باحسن من قولنا فھو اولیٰ بالصواب منا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص۳۵۲)

یہ وہ اچھی رائے ہے جس پر ہم قادر ہوئے ہیں اور جو شخص ہمارے قول سے بہتر قول ہمارے پاس لائے تو وہ ہمارے قول سے زیادہ اولیٰ اور بہت درست ہوگا۔

اور امام شعرانیؒ ان سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ :-

وکان اذا افتیٰ یقول ھذا رأی ابی حنیفۃ وھو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن منہ فھو اولیٰ بالصواب اھ (میزان ج ۱ ص۵۰ طبع مصر)

جب وہ فتویٰ دیا کرتے تھے تو صاف فرماتے تھے کہ یہ ابوحنیفہؒ کی رائے ہے جس پر ہم عمدگی کے ساتھ قادر ہوئے ہیں جو شخص اس سے بہتر رائے پیش کرے تو اس کی رائے زیادہ قابلِ قدر ہوگی۔

اندازہ کیجئے اس بے نفسی اور تواضع کا کہ اپنی رائے کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ اپنی رائے بجبر و کراہت کسی کے گلے میں مڑھنا چاہتے ہیں، بایں ہمہ تقریباً نصف امت سے زیادہ حضرات نے ہر دور میں ان کی رائے کو محض اس لیے قبول کیا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد پوری امت میں ان کی رائے سے بہتر رائے کسی کی ان کو نظر نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ چوٹی کے محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ ان کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کی پیروی کرتے رہے ہیں جیسا کہ یہ اپنے مقام پر مصرح ہے۔

الحاصل بلاشک امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب اہل الرائے ہیں مگر مذموم اور قبیح رائے کا انہوں نے ہرگز ارتکاب نہیں کیا اور نہ فی نفسہٖ اہل الرائے ہونا کوئی موجبِ تنقیص امر اور باعثِ

http://mujahid.xtgem.com

توہین صفت ہے۔ ہاں اگر کوئی جاہل یا متعصّب اخلاقی پستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذکورہ بالا تشریح کے ہوتے ہوئے رائے اور اہل الرائے کی تذلیل کرتا یا ان سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے تو اس کا علاج اِس جہان میں کچھ نہیں ہو سکتا، آنے والے جہان ہی میں اس کی قلعی کھلے گی اِنْشَاءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز۔

چنانچہ امام ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

اعلم انه يتعين عليك ان لا تفهم من اقوال العلماء عن ابی حنيفةؒ واصحابه انهم اصحاب الرای ان مرادهم بذالك تنقيصهم ولا نسبتهم الى انهم يقدمون رايهم على سنّة رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ولا على قول اصحابهؓ لانهم بُرآء من ذالك فقد جاء عن ابی حنيفةؒ من طرق كثيرة ما ملخصه انه اولا يأخذ بما فی القرآن فان لم يجد فبالسنة فان لم يجد فبقول الصحابةؓ فان اختلفوا اخذ بما كان اقرب الى القرآن او السنّة من اقوالهم ولم يخرج عنهم فان لم يجد لاحد منهم قولًا لم يأخذ بقول احد من التابعين بل يجتهد كما اجتهدوا ۔ اھ

(الخيرات الحسان ص۲۶ و ص۲۷ طبع مصر)

تجھے جاننا چاہیئے اور تم پر یہ بات لازم ہے کہ تم علماء کے ان اقوال سے جن میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو اہل الرائے کہا ہے یہ نہ سمجھو کہ وہ اس سے ان کی تنقیص کرنا چاہتے ہیں اور نہ ان کی اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اپنی رائے کو سنّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہؓ کے قول پر مقدم کرتے ہیں حاشا وکلّا وہ اس سے بالکل بری اور بیزار ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہؒ سے متعدد طرق سے یہ آیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن پر عمل کرتے تھے، اگر اس میں ان کو حکم نہ ملتا تو سنت پر عمل کرتے تھے، اگر سنّت بھی نہ ملتی تو حضرات صحابہؓ کا قول لیتے، اگر حضرات صحابہؓ کا اختلاف ہوتا تو ان کا جو قول قرآن یا سنّت کے قریب تر ہوتا اس کو لے لیتے اور ان کے قول سے خارج نہ ہوتے اور اگر حضرات صحابہؓ کا قول بھی ان کو نہ ملتا تو تابعینؒ کا قول نہ لیتے بلکہ جیسا کہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے اسی طرح وہ خود بھی اجتہاد کرتے تھے۔

یہ عبارت اپنے مفہوم و مدلول میں بالکل واضح ہے، مزید کسی تفصیل کی محتاج نہیں ہے

http://mujahid.xtgem.com

امام عبدالوہاب شعرانی الشافعیؒ لکھتے ہیں کہ :-

فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابلحنیفةؓ الی انه یقدم القیاس علی حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم اعلم ان هذا الکلام صدر من متعصب علی الامام متهور فی دینه غیر متورع فی مقاله غافلاً عن قوله تعالی ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا اھ

(میزان جلد ا صـ۵۱ طبع مصر)

یہ فصل ان لوگوں کی بات کو ضعیف بتانے میں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ قیاس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر مقدم کرتے ہیں جاننا چاہیئے کہ یہ کلام امام موصوفؒ کے بارے میں اس شخص سے صادر ہوا ہے جو متعصب، دین میں بے باک اور گفتگو میں پرہیز کرنے والا نہیں ہے اور وہ خداتعالیٰ کے اس قول سے غافل ہے کہ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں اس سے پوچھ ہوگی۔

اور اس پر اچھی خاصی بحث کرنے کے بعد آگے یوں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

فعلم من جمیع ما قررناه ان الامام لم یقیس ابداً مع وجود النص کما یزعمه المتعصبون علیه وانما یقیس عند فقد النص اھ

(میزان ج ۱ صـ۵۲)

ہم نے جو بحث کی ہے اس سے بخوبی یہ معلوم ہو گیا ہے کہ امام موصوفؒ نص کی موجودگی میں کبھی قیاس نہیں کرتے تھے جیسا کہ متعصبین نے ان پر یہ الزام تھوپا ہے، ہاں وہ اس وقت قیاس کرتے تھے جب نص موجود نہیں ہوتی تھی۔

اور پھر آگے رقمطراز ہیں کہ :-

فاقولهم تبریا من کل رأی یخالف الشریعة الامام الاعظم ابوحنیفة النعمان بن ثابت رضی الله عنه خلاف ما یضیفه الیه بعض المتعصبین ویا فضیحته یوم القیامة من الامام اذا وقع الوجه فی الوجه اھ (میزان ج ۱ صـ۵۰)

ان ائمہؒ میں سے سب سے پہلے نمبر پر ہر ایسی رائے سے جو شریعت کے مخالف ہو بیزار ہونے والے امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں برعکس اس کے کہ جو خیال متعصب لوگ ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کیا ہی رسوائی ہوگی ایسے متعصب کی قیامت کے دن جب کہ وہ امام صاحب کے رُو در رُو ہوگا۔

http://mujahid.xtgem.com

لطف کی بات یہ ہے کہ امام موصوفؒ اور آپ کے اصحابؒ کی یہ صفائی پیش کرنے والے حنفی نہیں تاکہ مذہبی تعصب یا ہٹ دھرمی کا الزام ان پہ عائد کرکے ان کی تصریحات کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ یہ حضرات شافعی المسلک ہیں اور امام شعرانیؒ تو وہ بزرگ ہیں جن کی متعدد عبارات سے مولانا میر صاحبؒ نے تاریخ اہلحدیث میں اور مؤلف نتائج التقلید نے (مثلاً دیکھئے ص۳ وغیرہ) استدلال واحتجاج کیا ہے، اور ان کے علم و دیانت پر کُلّی اعتماد کیا ہے۔

یہی امام شعرانیؒ باوجود شافعی ہونے کے احنافؒ کے دلائل و براہین کی قوت سے متأثر ہو کر ببانگِ دُہل یہ فرماتے ہیں کہ:۔

فصل فی تضعیف قول من قال ان ادلة مذهب الامام ابی حنیفة ضعیفة غالباً اعلم یا اخی انی طالعت بحمد الله تعالیٰ ادلة المذاهب الاربعة لاسیما ادلة مذهب الامام ابی حنیفة رضی الله عنه فانی خصصته بمزید اعتناء وطالعت علیه کتاب تخریج احادیث الهدایة للحافظ الزیلعیؒ وغیره من کتب الشروح فرأیت ادلته رضی الله عنه وادلة اصحابه ما بین صحیح اوحسن اوضعیف کثرت طرقه حتی لحق بالحسن اوالصحیح فی صحة الاحتجاج به من ثلاثة طرق واکثر الی عشرة اھ

(میزان ج ۱ ص۵۸ طبع مصر)

یہ فصل ان لوگوں کے اس قول کی تضعیف میں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام ابُوحنیفہؒ کے مذہب کے دلائل غالبؒ ضعیف ہیں اے میرے بھائی تو جان لے کہ بے شک میں نے بحمد اللہ تعالیٰ مذاہب اربعہ کے دلائل کا مطالعہ کیا ہے اور خصوصیت سے امام ابُوحنیفہؒ کے مذہب کے دلائل کا سو میں نے ان کے مذہب کو دلائل کے مزید اہتمام کے ساتھ دیکھا ہے چنانچہ میں نے احادیثِ ہدایہ کی تخریج جس حافظ زیلعیؒ کا نصب الرایہ اور اسی طرح اور کُتُبِ شروح دیکھی ہیں، میں نے امام صاحبؒ اور ان کے اصحابؒ کے ادلہ ملاحظہ کئے ہیں جو صحیح یا حسن حدیث کی طرف راجع ہیں یا ایسی ضعیف حدیثیں ہیں جو کثرت طرق کی وجہ سے حسن یا صحیح کے ساتھ جا ملتی ہیں اور تین سے دس طرق تک سے مروی ہیں جن سے احتجاج صحیح ہوتا ہے۔

امام شعرانیؒ ہی لکھتے ہیں کہ:۔

وانه ماطعن احد فی قول من اقوالهم الا

جس شخص نے ان ائمہؒ کے کسی قول پر طعن کیا ہے تو محض

http://mujahid.xtgem.com

لجهله به اما من حيث دليله واما من حيث دقة مداركه عليه لا سيما الامام الاعظم ابو حنيفة النعمان بن ثابت رضي الله تعالى عنه الذي اجمع السلف والخلف على كثرة علمه وورعه وعبادته ودقة مداركه واستنباطاته اهـ (ميزان جلد ۱ ص۵۴)

جہالت کی وجہ سے کیا ہے، یا تو وہ دلیل کو نہیں سمجھ سکا اور یا وہ وجوہ قیاس کی باریکی کو نہیں سمجھ سکا خاص کر امام اعظم ابو حنیفہؒ پر طعن تو قابلِ التفات ہی نہیں کیونکہ سلف و خلف ان کے کثرتِ علم، ورع، عبادت، وجوہ قیاس و مدارک اور استنباطات کی دقت اور باریکی پر متفق رہے ہیں۔

مشہور محدث ابو بکر الآجریؒ (المتوفی ۳۶۰ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں بعض سے یہ نقل کیا تھا کہ نہ ان کے پاس رائے ہے اور نہ حدیث۔ اس قول کو نقل کرکے امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ:

فان الحس لا يصدق هذا القائل فيما قاله في حق الامام ابي حنيفة وقد تتبعت بحمد الله اقواله واقوال اصحابه لما الفت كتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولا من اقواله او اقوال اتباعه وهو مستند الى اية او حديث او اثر او مفهوم ذالك او حديث ضعيف كثرت طرقه او الى قياس صحيح على اصل صحيح الخ (ميزان ج۱ ص۵۵)

اس قائل نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے حس اس کی تصدیق نہیں کرتی کیونکہ میں نے بحمد اللہ تعالیٰ جب کتاب ادلۃ المذاہب تالیف کی تو اس وقت امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب کے دلائل دیکھے ہیں میں نے ان کا اور ان کے اصحاب کا کوئی قول ایسا نہیں دیکھا جو آیت یا حدیث یا اثر یا اس کے مفہوم یا ضعیف حدیث جس کے طرق متعدد ہوں یا کسی ایسے قیاس کی طرف مستند نہ ہو جو اصل صحیح پر مبنی ہے۔

اگر یہ حوالہ کسی حنفی عالم کا ہوتا تو مشہور کہاوت کے مطابق گھر کی مرغی دال برابر کہہ کر اس کو ٹرخایا جا سکتا ہے مگر یہ حوالے تو امام عبدالوہابؒ کے ہیں جو بقول میر صاحبؒ کے شافعی تھے لیکن بہت متادب (حاشیۂ تاریخ اہلحدیث ص۱۱۵) اور یہ بیان بھی وہ مذاہب اربعہ کے دلائل کا موازنہ کرنے کے بعد دیتے ہیں۔

http://mujahid.xtgem.com

خبرِ واحد قیاس پر مقدم ہے۔

فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم کی یہاں تک تصریحات موجود ہیں کہ خبرِ واحد قیاس پر مقدم ہے چنانچہ فقہ حنفی کی مستند اور متداول کتاب درمختار (مصنفہٗ علامہ علاؤ الدین محمدؒ بن علی الحصکفی الحنفیؒ المتوفی ۱۰۸۸ھ) اور اس کی شرح رد محتار (مؤلفہ علامہ محمد امین الشامیؒ المتوفی ۱۲۵۲ھ) میں فقیہانہ انداز سے یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ:۔

وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ اولا۔

اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقف کی تو شافعی المسلک اس میں داخل نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ حدیث کی طلب نہ کرتا ہو اور حنفی اصحاب الحدیث کے زمرہ میں داخل ہے عام اس سے کہ وہ طلبِ حدیث میں مصروف ہو یا نہ ہو۔

اور اس کی دلیل اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ:۔

لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس (رد المحتار ج ۳ ص ۳۶۹)

اس لیے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے اور خبرِ واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے (لہذا وہ اہلحدیث کا اولین مصداق ہے)

اس عبارت سے جہاں صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہوا کہ خبرِ واحد قیاس پر مقدم ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مطلقاً "اصحاب الحدیث" کا لفظ بولا جائے تو اس سے احناف ہی مراد ہوں گے کیونکہ وہ مرسل حدیث کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور شافعی المسلک مرسل کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ حقیقت ہے کہ تمام احادیث کو ماننے والے ہی اہل حدیث ہوں گے اگرچہ وہ طلبِ حدیث میں مصروف نہ بھی ہوں کیونکہ وہ اصولاً سب کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں اگر شافعی المسلک حضرات طلبِ حدیث میں مشغول ہوں تو اس وجہ سے وہ بھی اصحاب الحدیث کا مصداق ہو سکتے ہیں اور وقف کے حقدار ہیں۔ مرسل حدیث کے حجت ہونے کے بارے میں ہم نے اپنی مبسوط کتاب احسن الکلام میں باحوالہ بحث عرض کر دی ہے وہاں ہی اس کا مطالعہ کر لیجیے۔

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

انتہائی حیرت اور سخت تعجّب کی بات ہے کہ زمانۂ حال کے نوایجاد فرقہ نے اہلحدیث کا لقب دوسروں کے گھروں سے چھین کر اپنے لیے الاٹ کر رکھا ہے اور ان کو اصحاب الحدیث یا اہل حدیث کہنے اور لکھنے پر بھولے سے بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ اپنے مقام پر اس کی بحث آئے گی اِنْشَاءَ اللہُ الْعَزِیْز مگر انقلابِ زمانہ اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ غیر مقلّدین کا تعصب بھی عروج پر ہے۔ باقی رہا غیر مقلّدین حضرات کا یہ بے جا وہم کہ حنفی صحیح حدیث کے مخالف ہیں یا وہ اس وقت بھی اپنے امام کے قول کو اخذ کرتے ہیں جب کہ اس کے خلاف کوئی حدیث ثابت ہو جائے تو یہ صرف ان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہے اور بس، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ الحنفی تقلید واجب اور حرام کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے تقلیدِ واجب کی نشانی بتاتے ہیں کہ :۔

وامارة هذا التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط بكونه موافقا للسنّة فلايزال متفحصا عن السنّة بقدر الامكان فمتى ظهر حديث يخالف قوله هذا اخذ بهذا الحديث واليه اشار الائمة (عقد الجيد ص۸۴ طبع دهلی)

اور اس تقلید کی نشانی یہ ہے کہ مقلد کا عمل مجتہد کے قول پر اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ سنّت کے موافق ہو اور وہ بقدرِ امکان سنّت کا متلاشی ہو۔ جب اس قول کے خلاف حدیث ظاہر ہو جائے جو اس قول کے مخالف ہو تو حدیث پر عمل کرے اور اسی کی طرف آئمہ نے اشارہ کیا ہے۔

اور تقلید حرام کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

فان بلغه حديث واستيقن بصحته ولم يقبله لكون ذمته مشغولة بالتقليد فهذا اعتقاد فاسد وقول كاسد ليس فيه شاهد من النقل والعقل وما كان احد من القرون السابقة يفعل ذالك (عقد الجيد ص۸۵)

اگر اس کو حدیث پہنچ جائے اور اس کی صحت کا اُسے یقین بھی آجائے مگر بایں ہمہ وہ اس کو اس لیے قبول نہیں کرتا کہ اس کا ذمّہ تقلید سے مشغول ہے تو یہ اعتقاد فاسد اور کھوٹا قول ہے اور نقل و عقل اس کی شہادت نہیں دیتے اور قرونِ ماضیہ میں ایسا کوئی نہیں کرتا تھا۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ :۔

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذالک مذھبہ ولا یخرج مقلدہ من کونہ حنفیا بالعمل بہ فقد صح عنہ انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ (شامی ج ۱ ص ۶ طبع مصر)

جب حدیث صحیح ثابت ہو اور مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے اور حدیث پر عمل کرنا امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل کرنا ہے اور اس وجہ سے ان کا مقلد حنفی ہونے سے خارج نہ ہوگا کیونکہ امام صاحبؒ سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے (انہوں نے فرمایا) کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔

اور حضرت ملا علی بن القاریؒ احنافؒ کا یہ مذہب نقل کرتے ہیں کہ:۔

ان مذھبھم القوی تقدیم الحدیث الضعیف علی القیاس المجرد الذی یحتمل التزییف (مرقات ج ۱ ص ۳ طبع مصر)

احنافؒ کا قوی مذہب یہ ہے کہ وہ ضعیف حدیث کو بھی محض قیاس پر جو تزییف وکمزوری کا احتمال رکھتا ہو مقدم سمجھتے ہیں۔

حیرت کا مقام ہے کہ جو حضرات حدیث ضعیف کو بھی قیاس مجرد پر مقدم سمجھتے ہوں ان پر یہ الزام کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ وہ صحیح حدیث کو ترک کر دیتے ہوں گے؟ باقی اگر کسی حنفی عالم کے کسی غلط استدلال سے یہ تاثر پیدا کر لیا گیا ہو تو یہ بھی ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ جب ہم حضرات مجتہدین کو معصوم عن الخطاء تسلیم نہیں کرتے تو غیر مجتہد کو یہ مقام کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ اور نہ ایسی خطاؤں پر حنفی مسلک کا مدار ہے کیونکہ بات ایسے اجتہاد اور قیاس کی ہو رہی ہے جو صحیح ہو۔

ضعیف حدیث بھی رائے پر مقدم ہے۔

علماء احنافؒ نے حدیث کے بارے میں جو احتیاط کی ہے وہ کسی اور نے نہیں کی یہ الگ بات ہے کہ دائرۂ تحقیق میں رہ کر ان سے علمی مناقشہ کیا جا سکتا ہے اور ان کی عائد کردہ شرطوں میں شدت اور سہل انگاری پر گرفت کی جا سکتی ہے، یہ علمی میدان ہے اور اس میں انصاف و دیانت کے ساتھ ہر اہل علم کو اختلاف رائے رکھنے کا حق حاصل ہے مگر امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحابؒ ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر مقدم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

وقال ابن حزمؒ جمیع اصحاب ابی حنیفۃؒ مجمعون علی ان مذھبہ ان ضعیف الحدیث اولی عندہ من القیاس

(الخیرات الحسان ص۲۷)

علامہ ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ تمام اصحاب امام حنیفہؒ اس پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث امام صاحبؒ کے نزدیک قیاس (ورائے) سے اَولیٰ ہے۔

اور نواب صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وذکر ابن حزمؒ الاجماع علی ان مذھب ابی حنیفۃؒ ان ضعیف الحدیث اولیٰ عندہ من الرأی والقیاس اذا لم یجد فی الباب غیرہ (دلیل الطالب ص۸۸)

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع واقع ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک قیاس ورائے سے اولیٰ ہے جب کہ اس باب میں اس کے بغیر اور کچھ نہ مل سکے۔

کیسے اور کس قدر تعجّب کا مقام ہے کہ جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہی یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس ورائے سے اولیٰ ہے اور اس پر علّامہ ابنِ حزمؒ جیسے وسیع النظر محقق عالم اجماع نقل کرتے ہیں تو ان پر یہ الزام کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں رائے قائم کرتے ہیں اور بایں معنی وہ صاحب الرائے ہیں کہ قرآن وحدیث کو محل استدلال میں درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتے (معاذ اللہ) اور ان کا اثاثہ اور دلائل و براہین کی کائنات ہی فقط رائے ہے یہ خیال کس قدر غلط بے بنیاد اور محض جہل و تعصّب کی پیداوار ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ اور امام سیوطیؒ مشہور محدّث عبداللہؒ بن داؤد الخریبیؒ (المتوفی ۲۱۳ھ جو الحافظ الامام اور الثقہ ہیں و مقتدی ہیں۔ تذکرہ ص۳۰۸) سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:۔

الناس فی ابی حنیفۃؒ حاسد وجاھل و احسنھم عندی حالاً الجاھل۔

(بغدادی ج۱۳ ص۳۶۷ وتبییض الصحیفہ ص۲۲)

لوگ ابوحنیفہؒ کے بارے میں حاسد اور جاہل واقع ہوئے ہیں اور میرے نزدیک ان میں سے اچھی حالت والا جاہل ہے۔

اور امام عبداللہ بن المبارکؒ، قاضی الحسنؒ بن عمارۃؒ کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ

http://mujahid.xtgem.com

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے فرمایا کہ :- لوگ آپ کے بارے میں محض حسد کی وجہ سے

ومایتکلمون فیك الا حسدا - کلام کرتے ہیں ۔

(بغدادی ج ۱۳ ص ۳۶۸)

یہ یاد رہے کہ جاہل سے یہ مراد نہیں کہ ان میں کلام کرنے والے علم ہی سے جاہل ہیں بلکہ جاہل سے مراد یہ ہے کہ باوجود محدث فقیہ اور عالم دین ہونے کے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے صحیح علم اور طرز استدلال اور فقاہت کے انداز سے ناواقف ہوں بایں طور کہ اُن کا زمانہ نہیں پایا، ان سے اور اُن کے اصحاب سے تنفر کی بنا پر ان کی کتابیں نہیں دیکھیں یا حاسدین کے غلط پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر امام صاحبؒ کے علمی مقام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی وغیر ذالك، اس مقام پر الجاہل کے لفظ سے ایسے ہی حضرات مراد ہیں اگرچہ وہ اپنے مقام پر اکابر محدثین اساطین علم اور پایہ کے محققین ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت یحییٰؒ بن معینؒ کے سامنے جب کوئی شخص حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شان میں گستاخی کرتا اور برائی کے ساتھ ذکر کرتا تو وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ :-

حسدوا الفتیٰ اذلم ینالوا فضله فالقوم اعداء له وخصوم

لوگوں نے اس نوجوان سے حسد کیا جبکہ اس کے رتبہ کو نہ پہنچ سکے سو قوم ان کی مخالف اور دشمن بنی ہوئی ہے

کضرائر الحسناء قلن لوجهها حسدًا وبغیا انها لدمیم

جس طرح خوب رو عورت کی سوکنیں اس کے خاوند سے حسد اور زیادتی کرتی ہوئی یہ کہتی ہیں کہ وہ تو بد صورت ہے

(ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۶۸)

حافظ ابن عبد البر المالکیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ونقموا ایضًا علی ابی حنیفة الارجاء ومن اهل العلم من ینسب الی الارجاء کثیر لم یعن احد بنقل قبیح ما قیل فیه کما عنوا بذالك فی ابی حنیفة لامامته وکان ایضاً مع هذا یحسد وینسب الیه مالیس فیه و

لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ارجاء کی وجہ سے بھی عیب جوئی کی ہے اور اہلِ علم میں سے بہت سے حضرات ایسے ہیں جو ارجاء کی طرف نسبت کئے گئے ہیں لیکن جس طرح امام ابوحنیفہؒ کی امامت کی وجہ سے اس میں بُرا پہلو مراد لی گئی ہے، اوروں کے متعلق ایسا

http://mujahid.xtgem.com

ویمتلق علیہ ما لا یلیق وقد اثنیٰ علیہ جماعۃ من العلماء وفضلوہ اھ
(جامع بیان العلم ج۲ ص۱۴۸ طبع مصر)

نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں ان کے ساتھ حسد بھی کیا گیا ہے اور ایسی چیزیں تراش تراش کر ان کی طرف نسبت کی گئی ہیں جو ان میں نہ تھیں حالانکہ علماء کی بڑی جماعت نے ان کی تعریف بیان کی ہے اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے مرجئہ ہونے کی بحث ہم باحوالہ پہلے عرض کر چکے ہیں۔ وہاں ہی ملاحظہ کر لی جائے۔ ان صریح اقتباسات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مثالب اور عیوب تراش تراش کر اور گھڑ گھڑ کر بیان کرنے میں حاسدین کا بھی کافی سے زیادہ دخل ہے اور تاریخی اور ٹھوس واقعات کے پیشِ نظر اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور غلط فہمی اور جہالت کی وجہ سے ان کے بارے میں غیر صحیح نظریہ قائم کرنا تو ڈھکی چھپی بات ہی نہیں ہے۔ اور یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ فہم و بصیرت اور دیانت سے صرفِ نظر کر کے کوئی شخص امام صاحبؒ کا مقام نہیں سمجھ سکتا ؎

بھٹکتا ہی رہے گا اپنی منزل پر نہ پہنچے گا
نہیں ہیں رہروی سے جس کی آدابِ سفر پیدا

اور اس میں امام ابوحنیفہؒ ہی کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ جس کے ساتھ بھی ضد و عداوت ہوتی ہے یا جس کے علمی تفوّق اور کمال کے ساتھ حسد ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایسی کاروائیاں ہمیشہ سے ہوتی رہی ہیں اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ قائل کی مُراد کو نہیں سمجھا جاتا اور کوتاہ فہمی کی وجہ سے اس کے ساتھ اختلاف کی نوبت آتی ہے اور غلط کار لوگوں کے ناروا پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر کسی نیک سے نیک آدمی کے متعلق بھی غلط سے غلط نظریہ پیدا ہو جاتا اس پر مستزاد ہے خصوصاً اُس دَور میں جس میں نہ اخبارات تھے نہ ریڈیو اور نہ دیگر بسُرعت خبریں پہنچانے کے ذرائع اور نہ جلدی سے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کے مواقع ہی آسانی سے دستیاب تھے اور نہ پریس اور مطابع تھے تاکہ بزرگوں کی اپنی کتابیں بکثرت اور بعجلت طبع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں آجاتیں اور وہ اصل کتابوں کو پڑھ کر ان کے

http://mujahid.xtgem.com

نظریات معلوم کر لیتے الغرض پہلے زمانوں میں تو کسی کے بارے میں غلطی فہمی کا باقی رہ جانا کوئی زیادہ مستبعد امر نہ تھا اس روشن دور میں باوجودیکہ غلطی فہمی کے اسباب کے ازالہ کے لیے بے شمار ذرائع موجود ہیں اگر کوئی شخص بزرگانِ دین کے نظریات ملاحظہ کر کے بھی اپنی ضد کو ترک نہ کرے تو سوائے متعصب کے اس کو اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو تعصب اور ضد سے محفوظ رکھے، اس کے بغیر کوئی اس سے نجات دے ہی نہیں سکتا۔

---

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

باب ششم

مذموم رائے

بعض احادیث آثارِ صحابہؓ اور اقوالِ علماء سے رائے کی مذمت اور قباحت بھی ثابت ہے جس سے حقیقت ناشناس متعصب اور خود غرض لوگوں نے بلاکسی تفصیل کے ہر قسم کی رائے کو مذموم ٹھہرانے کی نامبارک سعی کی اور سادہ لوح عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرکے اہل الرائے کی دل کھول کر توہین کی ہے اور اس ناہموار راستہ کے ذریعہ مطلب پرستی کی منحوس منزل تک رسائی حاصل کرنے کی بے جا کوشش کی ہے، اس لیے بہت زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس عنوان کو بھی قدرے وضاحت سے پیش کرکے اصل حقیقت کو بے نقاب کریں تاکہ اصلیت کے خوبصورت چہرہ تک پہنچنا دشوار نہ رہے اگرچہ وہ کوئی سرِ پنہاں نہیں ہے۔ ؎

نقابِ رُخ سے ہر جانب شعاعیں پھوٹ نکلی ہیں
ارے او چھپنے والے، حسن یوں پنہاں نہیں ہوتا

چنانچہ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:۔

ومن قال فی القرآن برأیه فلیتبوّأ مقعدہ من النار (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۹ و قال حسن ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۵) — جس نے قرآن کریم میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔

http://mujahid.xtgem.com

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:۔

من قال فی القران برأیہ فاصاب فقد اخطاء (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۹، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۵)

اور جس نے قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور اس کی بات درست بھی نکلی تو اس نے خطا کی۔

اس کی سند میں سہیلؒ بن عبداللہؒ واقع ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ متکلّم فیہ ہے۔ صرف نظر اس کلام سے اس میں کیا شک وشبہ ہے کہ قرآن کریم کی ایسی تفسیر جو خود قرآن وسنّت کی روح کے خلاف ہو اور نری رائے سے ہو اس کے مذموم اور قبیح ہونے میں کیا کلام ہے؟ اور اگر وہ صحیح بھی ہو جائے تو بھی اس لحاظ سے وہ غلط ہے کہ نری رائے سے اقدام کرنا جرم تھا۔

ایک روایت اس طرح آتی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت ستّر سے کچھ اُوپر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تمام فرقوں میں میری اُمّت کے حق میں فتنہ گروہ قوم ہوگی:۔

یقیسون الامور برأیھم فیحلون الحرام ویحرمون الحلال (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۳۰ وقال صحیح علی شرطھما ومجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۹ وتاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۰۷)

جو امور کو اپنی رائے سے قیاس کرے گی سو وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا کر ہی دم لے گی۔

اس حدیث کے بارے میں حضرت امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا ہے کہ لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں ہے) (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۰۷ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۵ وتہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۶۱) اور اس کی سند میں نعیمؒ بن حمادؒ واقع ہے جس پر کڑی جرح پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ امام حاکمؒ نے اگرچہ اس کو صحیح علی شرطھما کہا ہے لیکن علّامہ ذہبیؒ نے تلخیص مستدرک میں سرے سے اس روایت کو نظر انداز کر دیا ہے اور امام حاکمؒ چونکہ متساہل فی الحدیث ہیں (ملاحظہ ہو احسن الکلام ج ۲ ص ۸۴) اس لیے ان کی اس تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس حدیث کے مختلف طرق جمع کرنے میں بعض دیگر محدّثین کی طرح علّامہ خطیب بغدادیؒ نے کم وبیش چار صفحات میں مبسوط بحث کی ہے اور آخر میں فیصلہ یہ نقل کیا ہے کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

فقال كل من حدث به عن عيسٰى بن يونس غير نعيم بن حماد فانما اخذه من من نعيم (ج ۱۳ ص۲۱۱)

کہ عیسٰیؒ ابن یونسؒ سے جس نے بھی نعیمؒ بن حمادؒ کے علاوہ یہ روایت لی ہے تو وہ نعیمؒ ہی کے طریق سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دار و مدار ہی نعیمؒ بن حمادؒ پر ہے اور وہ مکشوف الحال ہے۔ مولانا میر صاحبؒ نے (تاریخ اہلحدیث ص۶۲ میں) نعیم بن حمادؒ پر جرح نقل کرتے ہوئے اس حدیث پر بھی کلام کیا ہے وہاں ہی ملاحظہ کریں۔ قطع نظر سند کی بحث کے یہ حدیث ان لوگوں کی مذمت میں ہے جو حلال یا حرام کو بلا ثبوت شرعی محض اپنے قیاس سے حرام یا حلال بنا دیں اور ظاہر بات ہے کہ حلت و حرمت تو نص ہی سے ثابت ہو سکتی ہے تو ایسا قیاس جو نص کے مقابلہ میں ہو یقیناً مذموم ہے اور ایسے لوگ جو نص کے مقابلہ میں قیاس کرتے ہوں باعث صد نفرین ہیں۔

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل اس لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں مولدوں (دوغلے) پیدا ہوئے جو قیدیوں اور غلاموں کی اولاد سے تھے۔

فوضعوا الرّائ فضلوا (دارقطنی ص۴۸۶ ج۲)

سو انہوں نے رائے پر عمل کیا اور گمراہ ہو گئے۔

اسکی سند میں کلبی ہے تعلیق المغنی ص۴۸۶ ج۲ میں ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ تمام محدثین اسکی حدیث کے ترک پر متفق ہیں جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب تھا امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اسکا جھوٹ بالکل واضح تھا (تہذیب التہذیب ص۱۸۰ ج۹) تعلیق المغنی ص۴۸۶ ج۲ میں مجمع الزوائد سے بزار کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی مرفوع روایت بھی نقل کی ہے جس میں ہے۔

فافتوا بالرأی فضلوا واضلوا۔

مگر اسکی سند میں قیسؒ بن الربیعؒ واقع ہے۔ بعض محدثین اس کی توثیق کرتے ہیں اور اکثر انکی تضعیف کرتے ہیں امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے ابن معینؒ انکو ضعیف الحدیث لا یساوی شیئاً کہتے ہیں۔ ابن مدینیؒ انکی سخت تضعیف کرتے ہیں ابوزرعہؒ انکو کمزور کہتے ہیں۔ یعقوبؒ بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔ نسائی ان کو متروک الحدیث کہتے ہیں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ شیعہ بھی تھا اور حدیث میں خطا کرتا تھا۔ ابن سعدؒ ان کو ضعیف کہتے ہیں عجلیؒ دارقطنیؒ اور ابواحمد الحاکمؒ بھی ان کو ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۸ ص۳۹۳ تا ص۳۹۵ محصلہ)

اور یہ روایت حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے (ابن ماجہ و مجمع الزوائد ج۱ ص۱۸۰) مجمع الزوائد کی سند کی امام ابن القطانؒ نے تحسین کی ہے لیکن اسکی سند میں وہی قیس بن ربیعؒ ہے اور ابن ماجہ کی سند میں سویدؒ بن سعید واقع ہے جس پر بعض محدثین نے خاصا کلام کیا ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب ص۲۷۳ ج۴) علاوہ ازیں مذموم رائے کی قباحت اور برائی میں کیا کلام ہے؟ اسکی مزید تحقیق آ رہی ہے انشاء اللہ العزیز۔

http://mujahid.xtgem.com

حضرت عمرؓ بن الخطاب نے ارشاد فرمایا کہ:۔

ایاکم واصحاب الرائی فانھم اعداء السنن اعیتھم الاحادیث ان یحفظوھا فقالوا بالرائی فضلوا واضلوا۔	تم اصحاب الرائے سے بچو کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں، احادیث کا یاد کرنا تو ان کے بس کا روگ نہیں لہذا انہوں نے رائے پر عمل کر کے گمراہی اختیار کی اور دوسروں کو گمراہ کیا۔
(دارقطنی ج۲ ص۴۸۶)	

اس کی سند میں مجالد بن سعیدؒ واقع ہے۔ یہ بھی متکلم فیہ راوی ہے۔ بعض اس کی توثیق اور اکثر اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ امام یحییٰؒ بن سعیدؒ ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ ابن مہدیؒ ان سے روایت نہیں کیا کرتے تھے۔ امام احمدؒ ان کو محض ہیچ تصور کرتے تھے۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ لا یحتج بحدیثہ۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں، قوی نہیں، نسائیؒ سے بھی ایک روایت میں ان کی تضعیف منقول ہے۔ ابن سعدؒ ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ لا یجوز الاحتجاج بہ (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۳۹ و ص۴۰) کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔

انتہائی حیرت ہے کہ ایسی ضعیف و کمزور اور بے بنیاد حدیثوں سے رائے اور اہل الرائے کی مذمت کی جاتی اور اس پر دادِ تحسین حاصل کی جاتی ہے اور اپنے موقع و محل پر رائے کو استعمال کرنے کی صحیح حدیثوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حضرت سہلؓ بن حنیف (المتوفی ۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

یا ایھا الناس اتھموا رائیکم علی دینکم الخ	اے لوگو دین کے بارے میں اپنی رائے کو متہم (اور ناقابل اعتبار) سمجھو۔
(بخاری ج۲ ص۱۰۸۲ و مسلم ج۲ ص۱۰۶)	

حضرت امام بخاریؒ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ:۔

قال ابوعبداللہ اتھموا رائیکم یقول مالم یکن فیہ کتاب ولا سنۃ ولا ینبغی لہ ان یفتی۔	امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اپنی رائے کو متہم سمجھو، کا یہ معنی ہے کہ ایسی رائے جس میں کتاب و سنت نہ ہو تو ایسی رائے پر فتویٰ دینا مناسب نہیں ہے۔
(بخاری ج۲ ص۱۰۸۲)	

اور شراحِ حدیث اس کا معنیٰ یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ای لا تعملوا فی امر الدین بالرائی المجرد	تم دین کے بارے میں خالی رائے پر جو دین کے کسی اصل

http://mujahid.xtgem.com

الذی لا یستند الی اصلٍ من الدین اھ

کی طرف مستند نہ ہو عمل نہ کرو۔

(ھامش بخاری ج۲ ص۱۰۸۲)

اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک مستقل باب یوں قائم کیا ہے کہ :۔

باب ما ینکر من ذم الرّأی و تکلف القیاس اھ (ج۲ ص۱۰۸۶)

وہ باب کہ جس میں رائے کی مذمت اور بتکلف قیاس کرنے کا ذکر ہے۔

شراح حدیث بیان کرتے ہیں کہ :۔

ای الذی یکون علی غیر اصل من الکتاب والسّنّۃ والاجماع واما الرّأی الذی یکون علی اصل من ھذہ الثلاثۃ فھو محمود وھو الاجتھاد وقولہ وتکلف القیاس ای الّذی لا یکون علی ھذہ الاصول لانہ ظن والظّن رد واما القیاس الّذی یکون علی ھذہ الاصول فغیر مذموم وھو الاعتبار والاعتبار مأمور فالقیاس مامور بہ وذالک لقولہ تعالیٰ فاعتبروا یا اولی الابصار فکان حجۃ۔

(ھامش ج۲ ص۱۰۸۶)

یعنی وہ رائے مذموم ہے جو کتاب وسنت اور اجماع کے اصول پر مبنی نہ ہو اور وہ رائے جو ان تینوں میں سے کسی اصل پر مبنی ہو تو وہ پسندیدہ ہے اور اس کو اجتہاد کہتے ہیں اور تکلّف قیاس سے ایسا قیاس مراد ہے جو ان تین اصول پر متفرع نہ ہو کیونکہ وہ نرا گمان ہے اور ایسا ظن مردود ہے اور رہا وہ قیاس جو ان تینوں اصولوں میں سے کسی پر مبنی ہو تو مذموم نہیں اور وہ چوتھا اصل ہے جو ان تینوں سے مستنبط ہے اور قیاس کے معنی اعتبار کے ہوتے ہیں اور اعتبار مامور بہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نظر وبصیرت والو تم اعتبار کرو تو یہ اعتبار وقیاس حجت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ :۔

من احدث رأیا لیس فی کتاب اللہ ولم تمض بہ سنّۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یدر ما ھو منہ اذا لقی اللہ عزّوجلّ

(دارمی ج۱ ص۵۷ طبع دمشق)

جس نے کوئی ایسی رائے قائم کی جو کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ ہو تو معلوم نہیں کہ جب اس کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کا کیا حشر ہوگا؟

حضرت امام شعبیؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ جب تم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

http://mujahid.xtgem.com

کی کوئی حدیث بیان کریں تو اس پر عمل کیا کرو۔

وما قالوہ برأیھم فالقہ فی الحش۔ (دارمی ج۱ ص۶۷) — اور جو کچھ وہ اپنی رائے سے کہیں تو تم اس کوٹھی میں پھینک دو۔

اور ایسی ہی مذموم رائے سے ائمہ دین گریز کرتے تھے۔ امام ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ اتباع آثار و اخبار میں بہت سخت تھے اور (محض) قیاس و رائے سے بہت منع کیا کرتے تھے۔ (تاویل مختلف الحدیث ص۶۹ طبع مصر)

حضرت عمرؒ بن عبد العزیزؒ نے حکام کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ بھی تھا کہ:-

لا رأی لاحد فی کتاب وانما رأی الائمۃ فیما لم ینزل فیہ کتاب ولم تمض فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا رأی لاحد فی سنۃ سنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دارمی ج۱ ص۱۱۴ طبع دمشق وطبع ھند ص۶۲) — کتاب میں کسی کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ائمہ کی رائے ان چیزوں میں قابلِ اعتبار ہوگی جن میں کتاب اور سنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے روشنی نہ پڑتی ہو۔ اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کسی کی رائے قابلِ سماعت ہی نہیں ہے۔

ان تمام اقتباسات سے یہ ثابت ہوا کہ ایسی رائے قابلِ اعتبار نہیں جو کتاب وسنت سے متصادم ہو یا جس رائے کی بنیاد کتاب وسنّت اور اجماعِ اُمّت پر نہ رکھی گئی ہو۔ بخلاف اس کے وہ قیاس اور رائے محمود اور مقبول ہے جو ان تینوں میں سے کسی اصل پر مبنی ہو اور اس کے لیے متعدد دلائل موجود ہیں جن میں ایک اجتہد برأیی کی مذکور حدیث بھی ہے جو تصحیح محدثین کے ساتھ باحوالہ ذکر کر دی گئی ہے۔

حضرت امام ابُوبکر احمد بن الحسینؒ البیہقی الشافعی (المتوفی ۴۵۸ھ) حضرت عمرؓ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے منبر پر یہ فرمایا کہ اے لوگو! جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب رائے قائم کرتے تھے تو چونکہ آپ پر وحیِ الٰہی نازل ہوتی تھی، اس لیے آپ کی رائے درست ہوتی تھی اور ہماری رائے تو ظن اور تکلّف ہی ہے۔ آگے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

http://mujahid.xtgem.com

وانما ارادبه واللہ اعلم الرأیٔ الّذی لا یکون مشبھا باصلٍ وفی معناہ وردماروی عنہ وعن غیرہٖ فی ذمّ الرّای فقد روینا عن اکثرھم اجتھاد الرائی فی غیر موضع النص واللہ اعلم۔ (سنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۵ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

اس سے واللہ اعلم ایسی رائے مراد ہے جو کسی اصل کے مشابہ اور اس پر مبنی نہ ہو اور اسی کے معنی میں ہے جو حضرت عمرؓ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سے رائے کی مذمت میں وارد ہوا ہے۔ ہم نے اکثر کی یہ روایت بیان کر دی ہے کہ جہاں نص نہیں ہوتی تھی تو وہاں وہ رائے اور اجتہاد سے کام لیتے تھے۔

حضرت امام بیہقیؒ کے اس واضح اور صریح قول سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ سے رائے کی مذمت کے جو الفاظ آئے ہوں یا کسی اور سے، اس سے مراد ہر وہ رائے ہے جو اصول ثلاثہ (کتاب وسنت واجماع امت) میں سے کسی اصل کے مشابہ اور اس پر متفرع نہ ہو اور جہاں نص موجود نہ ہو ایسے مقام پر رائے و اجتہاد سے کام لینا اکثر امت سے ثابت ہے۔ حضرت علیؓ سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قاضی تین قسم کے ہیں۔ ایک جنت میں ہو گا اور وہ ایسا قاضی ہو گا جو حق کو پہچانے اور اس کے مطابق اُس کا اجتہاد واقع ہو۔ اور دو دوزخ میں جائیں گے۔ ایک وہ ہے جو عمداً حق کے خلاف فیصلہ کرے، اور دوسرا وہ ہے:۔

اجتھد رائیہ فاخطاء

کہ اُس نے اجتہاد کیا اور اُس کی رائے خطا نکلی۔

امام بیہقیؒ اس کی تفسیر ابو العالیہؒ (المتوفی ۹۳ھ) سے نقل کر کے اس کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ:۔

ان الخبر ورد فیمن اجتھد رائیہ وھو من غیر اھل الاجتھاد فان کان من اھل الاجتھاد فاخطاء فیما یسوغ فیہ الاجتھاد رفع عنہ خطاؤہ انشاء اللہ تعالیٰ بحکم النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی حدیث عمروؓ بن العاص و ابی ھریرۃؓ الخ (سنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۷)

کہ یہ حدیث اس شخص کے بارے میں آئی ہے جو اپنی رائے سے اجتہاد کرے مگر اہلِ اجتہاد سے نہ ہو سو اگر وہ اہل اجتہاد سے ہو اور ایسی چیز میں اجتہاد کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے تو اس سے انشاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق جیسا کہ حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے خطا بالکل رفع ہو جائے گی۔

http://mujahid.xtgem.com

حضرت عمرو بن العاص (المتوفی ۴۳ھ) کی روایت یوں ہے:۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران واذا حکم الحاکم فاجتہد فاخطأ فلہ اجر (بخاری ج۲ ص۱۰۹۲ ومسلم ج۲ ص۷۶ وسنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۸)

جب فیصلہ کرنے والا اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست نکلے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا اور اگر اس کے اجتہاد میں خطا واقع ہو تو اس کو ایک اجر ملے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت بھی انہی الفاظ کے ساتھ (مذکورہ کتب اور سنن الکبرٰی ج۱۰ ص۱۱۸ وغیرہ میں) آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اہل اجتہاد سے نہ ہو اور اجتہادی مسائل میں ٹانگ اڑاتا ہو تو وہ بھی قصوروار ہوگا۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اہل اجتہاد ہونے کا شاید ہی کوئی کوڑ مغز انکار کرے۔ دیگر علماء کی شہادتیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مجتہد ہونے کی تو اپنے مقام پر مذکور ہیں لیکن غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل حضرت مولانا السید نذیر حسین صاحب دہلویؒ (المتوفی ۱۳۲۰ھ) جن کی تعریف میں مؤلف نتائج التقلید نے کافی صفحات لکھے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ:۔

اما منا وسیدنا ابوحنیفۃ النعمان افاض اللہ علیہ شآبیب العفو والغفران (معیار الحق ص۲)

ہمارے امام اور ہمارے سردار ابوحنیفہ نعمانؒ اللہ تعالٰی ان پر عفو و مغفرت کی موسلا دھار بارش نازل فرمائے۔

اور پھر آگے یوں ارقام فرماتے ہیں کہ:۔
"ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے، ان کے فضائل میں اور آیۂ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ زینت بخش مراتب ان کے لیے ہے۔" (معیار الحق ص۳ طبع چٹان پریس لاہور وتاریخ اہل حدیث ص۴۳)

زمانۂ حال کے صاحب تصنیف غیر مقلد عالم مولوی محمد صادق صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ۔ خدا کی توفیق اور اس کا فضل آپ کے شامل حال تھا اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے زمانے کا مجتہد بنائے الخ (سبیل رسول ص۲۳۲) نیز لکھتے ہیں کہ آپ کے ہمعصر لاینحل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے، بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی آپ

http://mujahid.xtgem.com

کے شاگرد امامت علم کے مرتبوں کو پہنچ گئے جن میں امام ابُو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ بہت مشہور ہیں۔ (ایضاً ص۲۳۴) اور لکھتے ہیں کہ۔ آپ بڑے عابد، زاہد، خدا ترس متقی، پرہیز گار تھے۔ بل ہر وقت خوفِ الٰہی سے لبریز رہتا تھا، اللہ کے حضور تضرع کرتے رہتے اور بہت کم بولتے تھے بڑے سلیم الطبع بلند اخلاق پسندیدہ طبیعت منکسر مزاج، ملنسار، بردبار عالم با عمل، اور فرشتہ خصلت انسان تھے، تقویٰ اور خوفِ خدا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا دیانت آپ کی مسلّم تھی (ایضاً ص۲۳۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی لاجواب اور بے نظیر کتاب میں رافضی کا ردّ لکھتے ہوئے اس کا اعتراض یوں نقل کیا ہے:۔

فصل قال الرافضی وذھب الجمیع منھم الی القول بالقیاس والاخذ بالرأی فادخلوا فی دین اللہ مالیس منه وحرّفوا احکام الشریعة واتخذوا مذاھب اربعة لم تکن فی زمن النبی صلی اللہ علیه وسلم ولا فی زمن الصّحابة واھملوا تاویل الصحابة مع انھم نصوا علی ترك القیاس وقالوا اوّل من قاس ابلیس اھ (منہاج السنة ج۲ ص۸۹ طبع بولاق مصر)

فصل رافضی کہتا ہے کہ سارے اہل سنت قیاس اور عمل بالرائے پر عامل ہیں اور انہوں نے خدا تعالےٰ کے دین میں ایسی چیز داخل کر دی جو دین میں سے نہیں ہے اور احکامِ شریعت کو بدل ڈالا ہے اور چار مذہب بنا رکھے ہیں جو نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ میں تھے اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ کے دور میں حالانکہ صحابہ کرامؓ نے ترک قیاس کی تاکید کی ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا ہے۔

قارئین کرام! اکثر غیر مقلدین حضرات نے رافضی کے اس پیش کردہ اعتراض کی تقریباً ایک ایک جزو چرالی ہے اور اپنے رسالوں، کتابچوں اور اخباروں میں مختلف تعبیرات سے اس کو بیان اور پیش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس رافضی بچارے کا جو اس طرز استدلال میں ان کا اُستاد ہے نام تک نہیں لیتے اور اس کو بیان کرتے وقت عوام کو لفظ لفظ سے یہ باور کرا کر داد وتحسین حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں کہ یہ انہی حضرات کے فکرِ ثاقب کا نتیجہ ہے اور بھولے سے بھی یہ بتانے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ ہم نے یہ پیاری دلیل رافضی کے تھیلے اور پٹاری سے چرائی ہے مگر

http://mujahid.xtgem.com

تاب یکجے؟ ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست — شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے رافضی کے اس اعتراض کی ایک ایک جزو کو لے کر اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیری ہیں اور اس طرح اس کے بخیئے ادھیڑے ہیں کہ رافضی اور اس قسم کے اور معترض اس کو مدت العمر بھی رفو نہ کر سکیں مگر چونکہ یہ ایک بہت طویل بحث ہے، اس لیے ہم ان کے جوابات میں سے یہاں صرف ایک ہی جواب عرض کرتے ہیں جو ہمارے مدعیٰ کے مطابق ہے:۔

الوجه التاسع قوله الصحابة نصوا على ترك القياس يقال له الجمهور الذين يثبتون القياس قالوا قد ثبت عن الصحابة انهم قالوا بالرای واجتهاد الرای وقاسوا كما ثبت عنهم ذم ماذموه من القياس قالوا وكلا القولين صحيح فالمذموم القياس المعارض للنص اھ (ص۱۹ ج۲)

(نویں وجہ یہ ہے کہ رافضی کا یہ کہنا کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے ترکِ قیاس کی تاکید کی ہے، اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ جمہور جو قیاس کو ثابت کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے قول بالرای اور اجتہاد و قیاس بھی ثابت ہے جس طرح کہ اُن سے قیاس کی مذمت ثابت ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے یہ دونوں قول صحیح ہیں کیونکہ اُن سے جس قیاس کی مذمت آئی ہے وہ ایسا قیاس ہے جو نص کا معارض ہو (اور قیاس محمود وہ ہے جو نص کے مطابق ہو۔)

شیخ الاسلامؒ کی اس صریح عبارت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ اور جمہور اُمّت رائے و اجتہاد اور قیاس کے قائل تھے اور جس قیاس کی مذمّت کا ذکر آیا ہے وہ ایسا قیاس اور رائے ہے جو نص کے مقابلہ اور معارضہ میں ہو اور اس کے مردُود ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے؟ اور امتِ محمدیہ میں ایسے مردُود قیاس کا قائل کون ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ غیر مقلدین حضرات کو تعصّب کی عینک استعمال کر کے رافضی کی طرح کچھ کا کچھ نظر آئے اور اہل الرائے والاجتہاد اور ان کے متبعین کو ہی ملزم گردانا جائے مگر اس سے اہلِ حق کا کیا نقصان؟ ؎

http://mujahid.xtgem.com

تجھے کیوں فکر ہے اے گُل دلِ صد چاک بُلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

علامہ بدر الدین بعلی الحنبلیؒ (المتوفی ۷۷۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

وبکل حال یجوز اجتهاد الرّائی للقاضی والمفتی اذا لم یجد فی الحادثة نصا من الکتٰب او السنّة بقول جماهیر السلف وائمة الفقهآء کمالكؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ وابی حنیفةؒ والشافعیؒ واحمدؒ بن حنبلؒ وابی عبیدؒ وغیرهم واستدلوا علی ذالك بدلائل مثل کتاب عمرؓ الی ابی موسیٰ الاشعریؓ وفیه اعرف الاشباه والنظائر وقس الامور برائیك اھ (مختصر الفتاوٰی المصریة ص۵۵۴ طبع مصر)

قاضی اور مفتی کے لیے بہر حال رائے اور اجتہاد سے کام لینا جائز ہے جب کہ حادثہ میں قرآن یا سنت سے نص موجود نہ ہو اور یہی قول ہے جمہور سلف اور ائمہ فقہاء کا مثلاً امام مالکؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ، ابُوحنیفہؒ، شافعیؒ احمدؒ بن حنبلؒ اور ابُوعبیدؒ وغیرہ اور اُنہوں نے اس مدعا پر کئی دلائل پیش کئے ہیں مثلاً ایک یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابُوموسیٰ الاشعریؓ کو خط لکھا اور اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ اشباہ و نظائر کو پیشِ نظر رکھ کر پھر اپنی رائے سے اور امور کو ان پر قیاس کرو۔

امام ابراہیمؒ بن موسیٰؒ بن محمدؒ الشاطبی (المتوفی ۷۹۰ھ) اپنی محقق کتاب میں حضرت عمرؓ حسن بصریؒ، مسروقؒ اور ہشام بن عروہؒ وغیرہ سے چند آثار رائے کی مذمت میں نقل کر کے آگے فرماتے ہیں کہ:

فهذه الاٰثار واشباهها تشیر الی ذم ایثار نظر العقل علی اٰثار النبی صلی الله علیه وسلم وذهب جماعة من العلماء الی ان المراد بالرّائی المذموم فی هذه الاخبار البدع المحدثة فی الاعتقاد کرائی جهم وغیره من اهل الکلام لانهم قوم استعملوا قیاسهم واٰرائهم فی ردالاحادیث۔

یہ اور اس قسم کے دیگر آثار اس بات کی رہنمائی کرتے ہیں کہ نظرِ عقل (یعنی قیاس) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث پر مقدم کرنا مذموم ہے اور علماءؒ کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ان آثار میں جن آراء مذمومہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایسے آراء ہیں جو بدعتِ اعتقادی کے رنگ میں گھڑ لئے گئے ہوں جیسے جہم وغیرہ اہلِ کلام کی رائے جنہوں نے اپنے قیاس و رائے کو ردِّ احادیث کے لیے استعمال کیا ہے۔

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

پھر آگے بحث کرتے ہوئے یوں ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

وردوا السنن فی ذالک علیٰ برایهم و قیاسهم اھ

اور انہوں نے اپنی بدعتِ اعتقادی کے اثبات کے لیے محض اپنے قیاس و رائے سے احادیث کو ٹھکرا دیا ہے۔

اور قیاس مذموم کی اور کئی صورتیں اور محامل بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ :۔

فجمیع ذالک راجع الی معنی واحد وھو اعمال النظر العقلی مع طرح السنن اما قصداً او غلطاً وجهلاً والرأی اذا عارض السنة فهو بدعة ضلالة ۔

(الاعتصام ج ۲ ص ۲۹۰ اور ص ۲۹۱-۲۹۲ طبع مصر)

ان سب کا مفہوم ایک ہی نکلتا ہے کہ نظر عقلی (یعنی قیاس) کو استعمال کیا جائے اور اس سے احادیث کو رد کر دیا جائے عام اس سے کہ یہ رد قصداً ہو یا غلطاً اور جہلاً اور رائے جب سنت کے معارض ہو گی تو وہ خالص بدعتِ ضلالت ہو گی۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ایسی رائے و قیاس جو سنت کے رد اور معارضہ میں ہو وہ مردود ہے اور خصوصاً وہ رائے و قیاس جو عقائد بدعیہ کے اثبات کے لیے ہو اور احادیث کو در خورِ اعتنار نہ سمجھا گیا ہو۔ الغرض جن حضرات سے رائے کی مذمت آئی ہے تو علمار اسلام ان کے اقوال سے یہی مذموم رائے مراد لیتے ہیں۔ باقی مشروع اور محمود و مقبول رائے کو رد اور ترک کرنا (جو قرآن و حدیث اور اجماعِ امت سے حاصل ہو اور نص کے مقابلہ میں نہ ہو اور اہل الرائے والاجتہاد نے رائے قائم کی ہو) خود بدعت ہے۔ چنانچہ علامہ الشاطبیؒ ہی مہدی مغربی کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وکان من رائیه ترک الرأی واتباع مذهب الظاهریة قال العلماء وهو بدعة ظهرت فی الشریعة بعد المائتین الخ

(الاعتصام ج ۲ ص ۸۹)

اس کی یہ رائے تھی کہ رائے ترک کر دی جائے اور وہ اہل الظاہر کے مذاہب کی پیروی کرتا تھا۔ علمار کا کہنا ہے کہ ترکِ رائے کا نظریہ بدعت ہے جو دوسری صدی کے بعد شریعت میں ظاہر ہوئی۔

لیجیے بات کیا نکل آئی! آج تو کہنے والے اہل الرائے کو بدعتی کہتے ہیں اور مؤلف نتائج التقلید وغیرہ نے اس پر خوب دل کھول کر زہر اگلا ہے۔ مگر یہاں تو بات یہ نکلی کہ غیر منصوص امور

http://mujahid.xtgem.com

میں حضرات صحابہؓ کرام سے لے کر دوسری صدی تک رائے پر عمل ہوتا رہا۔ ہاں دوسری صدی کے بعد اہل الظاہر نے شریعت میں یہ بدعت نکالی کہ رائے پر عمل نہیں کرنا چاہیئے اور دوسروں کو بدعتی قرار دینے والے خود ہی بدعتی قرار پائے۔ شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے کہ ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

غیر مقلدین حضرات تو تقلید کو چوتھی صدی کی بدعت کہتے ہیں مگر یہاں خیر سے ترکِ رائے دوسری صدی کی بدعت نکلی۔

حافظ ابوعمرؒ بن عبدالبرؒ حضرت معاذؓ کی حدیث نقل کر کے اور اس کی تصحیح کر کے پھر لکھتے ہیں کہ:۔

وسائر الفقهاء قالوا فی هذه الآثار وما کان مثلها فی ذم القیاس انه القیاس علی غیر اصل والقول فی دین الله بالظن و اما القیاس علی الاصول والحکم للشیٔ بحکم نظیره فهذا ما لا یختلف فیه من السلف اھ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۷۷)

تمام فقہاء کا کہنا ہے کہ رائے کی مذمت کے یہ آثار اور ان کی مانند اور آثار ایسی رائے اور قیاس کو مذموم قرار دیتے ہیں جو اصل پر (متفرع) نہ ہو اور محض ظن سے اللہ تعالیٰ کے دین میں بات کہی گئی ہو بہر حال وہ قیاس جو اصول پر مبنی ہو اور کسی چیز پر اس کی مثل کو دیکھ کر اس پر حکم کیا گیا ہو تو اس کے جواز میں سلف میں سے کسی ایک نے اختلاف نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ابوعمرؒ بن عبدالبرؒ کے عہد تک سلف میں قیاس کا منکر کوئی نہیں تھا۔ اس مقام پر سلف سے مراد وہ حضرات ہیں جو اہل السنّت میں داخل ہیں اہل الظاہر نے دوسری صدی کے بعد یہ بدعت نکالی ہے کہ رائے اور قیاس بلا تفصیل کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اور نیز وہ لکھتے ہیں کہ:۔

فقالت طائفة الرّأی المذموم هو البدع

ایک طائفہ نے یہ بھی کہا ہے کہ رائے مذموم وہ بدعت

http://mujahid.xtgem.com

المخالفة للسنن فی الاعتقاد کرائی الجہم و سائر مذاھب اھل الکلام لانھم قوم قیاسھم وارائھم فی رد الاحادیث اھ (ایضاً ج۲ ص۱۳۸)

ہے جو اعتقاد کی صورت میں سنّت کے خلاف اختیار کی گئی ہو جیسے جہم اور باقی اہل کلام کے غلط مذہب والوں کی رائے کیونکہ انہوں نے احادیث کی رد میں اپنے قیاس و رائے سے کام لیا ہے۔

نواب صاحبؒ نے بھی رائے باطل اور رائے محمود پر کافی بحث کی ہے (ملاحظہ ہو الجُنّۃ فی الاُسوۃ الحسنۃ بالسنّۃ ص۱۵ و ص۱۶)۔

قارئین! بحث ضرورت سے زیادہ لمبی ہوتی جا رہی ہے اور ابھی ہم نے بفضلہ تعالےٰ کچھ اور بھی عرض کرنا ہے اس لیے اس بحث کو صرف ایک حوالہ پر ہم ختم کرتے ہیں تاکہ مزید بھی کچھ عرض کر سکیں۔

مشہور محقّق و مدقّق غیر مقلد عالم قاضی شوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۵ھ) رائے محمود و مذموم کی بحث کرتے ہوئے اوّل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

فالعمل بالرّائی فی مسائل الشرع ان کان لعدم وجود الدلیل فی الکتاب والسنّۃ فقد رخص فیہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کما فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلّم لمعاذؓ لما بعثہ قاضیاً بم تقضی قال بکتاب اللہ قال فان لم تجد قال اجتھد رائی وھو حدیث صالح للاحتجاج بہ کما اوضحنا ذالک فی بحث مفرد اھ (تفسیر فتح القدیر ج۳ ص۲۱۹ طبع مصر)

شریعت کے مسئلوں میں عمل بالرّائی اگر تو اس لیے ہو کہ کتاب و سنّت سے کوئی دلیل نہیں مل سکتی تو اس میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اجازت و رخصت دی ہے جیسا کہ آپ کے اس قول سے ثابت ہے کہ جب آپ نے حضرت معاذؓ کو قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا کتاب اللہ کے مطابق آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں تجھے نہ ملے؟ فرمانے لگے پھر میں سنّت رسول اللہ پر فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا کہ اگر سنّت میں بھی نہ ملے تو پھر کیا کرے گا؟ فرمایا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور ہم نے مفرد بحث میں اس کی بحث کی ہے کہ یہ حدیث احتجاج کے لیے

http://mujahid.xtgem.com

صالح ہے۔

ان تمام سابق پیش کردہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ جن آثار اور اقوال میں رائے کی مذمت کا ذکر آتا ہے وہ ایسی رائے ہے جو کتاب وسنّت کے مقابلہ میں ہو اور باطل فرقوں کی طرح عقائد باطلہ اور بدعات وغیرہا کے اثبات کے لیے ہو جس سے نصوص کا رد لازم آتا ہو۔ اہلِ سنّت اور ان میں علی الخصوص اہل الرّائے اور احناف اور علماء دیوبند ایسی رائے کے ہرگز ہرگز قائل نہیں ہیں، ہاں مجتہد سے نادانستہ طور پر خطا سرزد ہو جائے تو وہ بات ہی الگ ہے۔ آخر مجتہد معصوم تو ہرگز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

واما ان نخالف حدیثاً لرسول الله صلی الله علیه وسلم ثابتا عنه فارجو ان لا یؤخذ ذالك علینا انشاء الله ولیس ذالك لاحد ولکن قد یجهل الرجل السنّة فیکون له قول یخالفها لا انه تعمد خلافها وقد یغفل المرء ویخطئ فی التأویل۔

(الرسالة ص۳۱ للامام الشافعیؒ طبع بولاق مصر المنضمة مع الام ج۷)

اور یہ کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کسی صحیح حدیث کی مخالفت کریں تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ الزام ہم پر ثابت نہیں ہو سکے گا اور کسی اور سے بھی اس کا تحقق نہیں ہو سکے گا۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی سنّت سے جاہل ہوتا ہے اور اس میں اس کی خلاف ورزی کر جاتا ہے نہ یہ کہ عمداً وہ ایسا کرتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان غفلت کر جاتا ہے اور تاویل میں خطا کر گزرتا ہے۔

اس عبارت میں جہاں امام اہل السنّت نے اپنی صفائی پیش کی ہے ساتھ ہی ولیس ذالك لاحد فرما کر دوسروں کی صفائی بھی وہ بیان کر گئے ہیں کہ جان بوجھ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیث صحیح کی مخالفت نہ ہم نے کی ہے اور نہ کسی اور نے کی ہے۔ کسی حدیث سے غفلت وجہالت یا اس کی تفسیر وتاویل میں خطا کا سرزد ہو جانا یہ معاملہ ہی جُدا ہے اس کا کون انکار کر سکتا ہے؟ اس لیے رائے کی مذمت کے ایسے حوالجات سے خلطِ مبحث کرنا اور مدِمقابل پر خشک رعب ڈالنا یا عوام کو مغالطہ دے کر احناف سے متنفر کرنا انصاف

http://mujahid.xtgem.com

و دیانت کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے کیونکہ قدیماً وحدیثاً عمداً اور دانستہ کوئی حنفی اس کا مرتکب نہیں ہوا کہ نص کے مقابلہ میں محض رائے کو لے کر نص کو ٹھکرا دیا ہو۔ حدیث کے مقابلہ میں اگر کسی نصِّ قرآنی یا کسی دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے تو یہ بات الگ ہے، اس سے انکار نہیں ہے لیکن یہ استدلال رائے سے نہیں بلکہ نص اور حدیث سے ہے۔ ہمارے اکابر نے تصریح کی ہے کہ احادیث صحیحہ کا انکار اور نصوص کی تاویل دین کے خلاف ہے، چنانچہ حضرت مولانا عثمانیؒ سورۂ کہف میں یاجوج ماجوج کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"اور احادیثِ صحیحہ کا انکار یا نصوص کی تاویلاتِ بعیدہ دین کے خلاف ہے۔" (حاشیہ ص۳۹۳)

امام ابو حنیفہؒ پر مخالفتِ حدیث کا الزام

کہنے کو تو یہ بات بڑی آسان معلوم ہوتی ہے کہ فلاں امام نے حدیث کی مخالفت اور انکار کر دیا ہے اور فلاں نے اپنی رائے اور تفقہ کو ترجیح دے کر حدیث کو رد کر دیا ہے اور حدیث کے خلاف عمل کیا ہے، مگر جب ٹھنڈے دل کے ساتھ اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو کسی مسلّم امام کے خلاف اس کا ثبوت بڑا مشکل نظر آتا ہے کہ انہوں نے بلا کسی عذرِ قوی کے حدیث کو ترک کیا ہو، مندرجہ ذیل امور پر انصاف سے غور فرمائیں:-

حضرت امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ (اور اسی طرح امام ابن العربی المالکیؒ المتوفی ۵۴۳ھ) حسن قسم کی حدیث کو قابلِ استدلال و احتجاج نہیں تصور فرماتے۔ چنانچہ علامہ قاضی شوکانیؒ اور نواب صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وکذا یجوز الاحتجاج بما صرح احد الائمة المعتبرین بحسنه لان الحسن یجوز العمل به عند الجمهور ولم یخالف فی الجواز الا البخاریؒ وابن العربیؒ والحق ماقاله الجمهور لان ادلة وجوب العمل بالاحاد وقبولها شاملة له۔ (نیل الاوطار ج۱ ص۲۲ طبع مصر و الجنة فی الاسوة الحسنة بالسنة ص۵۵)	اور اسی طرح اس حدیث سے بھی احتجاج جائز ہے جس کو معتبر ائمہ میں سے کسی نے حسن کہا ہو کیونکہ جمہور کے نزدیک حسن سے استدلال جائز ہے اس میں صرف امام بخاریؒ اور ابن العربیؒ نے اختلاف کیا ہے لیکن حق بات وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے کہ حسن حدیث سے استدلال جائز ہے کیونکہ اخبار آحاد کے واجب العمل اور ان کے قبول ہونے کے

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

دلائل حسن کو بھی شامل ہیں۔

علامہ صالح بن المہدی المقبلی الکوکبانی (المتوفی ۱۱۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

ولم يشترط في المعمول به كونه صحيحا باصطلاح المتأخرين الا البخاري وهو قول بعيد عن الادلة بل لو قيل خلاف ما عليه الاولون والآخرون لساغ ذالك اھ (ارواح النواخ لآثار الآباء والمشائخ ص۱۸۹ طبع مصر)

حدیث کے معمول بہ ہونے کے لیے باصلاح متاخرین صحیح ہونے کی شرط امام بخاریؒ کے بغیر اور کسی نے نہیں لگائی اور ان کا قول دلائل سے بعید ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کا یہ قول متقدمین اور متاخرین کے مسلک کے خلاف ہے تو یہ کہنا بھی درست ہے۔

علمِ حدیث کے ساتھ شغف رکھنے والے اور اصولِ حدیث و طبقاتِ رواۃ سے آگاہ حضرات جانتے ہیں کہ سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں حدیثیں سند کے لحاظ سے حسن ہیں اور صرف ایک ہزار حسن حدیث تو امام حمادؒ بن سلمہؒ سے مروی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۵) تو کیا ایسی تمام حسن قسم کی حدیثیں کتبِ حدیث سے چُن چُن کر ان کی ایک فہرست مرتب کر دینی چاہیئے اور معتبر محدثین سے باحوالہ ان کا حسن ہونا نقل کر دینا چاہیئے اور پھر کتابوں اور رسالوں اخباروں اور تقریروں میں جماعتی شکل میں یہ مکروہ پروپیگنڈا شروع کر دیا جائے کہ حضرت امام بخاریؒ تو اتنی حدیثوں کے منکر ہیں؟ حاشا و کلّا کہ اس سے کوئی منصف مزاج اہلِ علم متاثر ہو کر حضرت امام بخاریؒ کے خلاف کچھ کہنے پر آمادہ ہو بس یہی کہے گا کہ چونکہ امام بخاریؒ مجتہد تھے۔ انہوں نے اپنی دیانت اور صوابدید سے ایسا کیا ہے۔ اسی طرح اگر حضرت امام ابُوحنیفہؒ نے روایات کے بارے میں کوئی سخت اور کڑی شرط لگائی ہو جس کے فقدان کی صورت میں وہ حدیث کو قابلِ احتجاج و استدلال نہیں سمجھتے تو وہ کیونکر منکرِ حدیث اور مخالفِ حدیث قرار دیئے جا سکتے ہیں؟ اور ہم باحوالہ ان کی حدیث کے بارے میں کڑی شرطوں کا ذکر پہلے کر آئے ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کو یہ بات ٹھنڈے دِل کے ساتھ سوچنی چاہیئے کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ اور وہ کیوں جماعتی صورت میں اس مکروہ پروپیگنڈہ میں اپنا زور صرف کر رہے ہیں؟ آخر ہم بھی ع

ہر چند اہلِ ضبط ہیں پر بے زباں نہیں

http://mujahid.xtgem.com

حافظ مغرب ابن عبد البرؒ روایت کرتے ہیں کہ:۔

عن الليث بن سعد انه قال احصيت على مالك ابن انسؒ سبعين مسئلة كلها مخالفة لسنة النبي صلى الله عليه وسلم مما قال فيه برأيه قال ولقد كتبت اليه في ذالك قال ابو عمرؒ ليس لاحد من علماء الامة يثبت حديثا عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم يرده دون ادعاء نسخ عليه باثر مثله اوباجماع اوبعمل يجب على اصله الانقياد اليه اوطعن في سنده ولو فعل ذلك احد سقطت عدالته فضلا عن ان يتخذ اماما ولزمه اثم الفسق اھ

(جامع بیان العلم وفضلہ ج۲ ص۱۴۸)

امام لیثؒ بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مالکؒ بن انسؒ کے ستر مسئلے ایسے شمار کئے ہیں جو سب کے سب سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مخالف ہیں جن میں امام مالکؒ نے محض اپنی رائے استعمال کی ہے اور میں نے ان کو خط کے ذریعہ اس کی اطلاع بھی دی ہے۔ امام ابوعمرؒ فرماتے ہیں کہ علماء امّت میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کسی صحیح حدیث کو پائے اور پھر اس کو ردّ کر دے بدون اس کے کہ وہ کسی ایسے ہی اثر کے ساتھ اس کے منسوخ ہونے کا دعوٰے کرے یا اجماع یا کسی ایسے عمل کے ساتھ جس کی اصل پر عمل واجب ہے اور عاءِ نسخ کرے یا اس کی سند میں طعن کرے، اگر کوئی ان وجوہ کے سوا ایسا کرے گا تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور اس پر فسق کا گناہ لازم ہو جائے گا چہ جائیکہ اس کو امام تسلیم کیا جائے۔

غیر مقلّدین حضرات کو یہ عبارت بار بار پڑھنی چاہیئے کہ امام لیثؒ بن سعدؒ جو چوٹی کے محدّثین اور فقہاء میں شمار ہوتے ہیں اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں (جن کا پورا ترجمہ ہم نے طائفہ منصورہ میں ذکر کر دیا ہے) کیا فرما گئے ہیں کہ ستر مسئلے ایسے ہیں جن میں حضرت امام مالکؒ بن انسؒ نے جناب رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سنّت کی صریح مخالفت کی ہے اور یہ بات بھی انہوں نے چھپا کر نہیں رکھی بلکہ امام مالکؒ کے ساتھ انہوں نے اس میں خط وکتابت بھی کی ہے، اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام لیثؒ بن سعدؒ کے حضرت امام مالکؒ سے اچھے

http://mujahid.xtgem.com

خاصے دوستانہ تعلقات اور مراسم بھی تھے، یہ نہیں کہ انہوں نے محض حسد اور بغض یا تعصب کی وجہ سے ان کے مسائل میں کیڑے نکال کر ان کی تحقیر کرنے کی سعی کی ہے اور نہ یوں ہی دل کی بھڑاس نکالی ہے (معاذ اللہ) چنانچہ علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں کہ:

كان الليث يصل مالكاً كل سنة بمائة دينار وكتب مالك اليه ان علي دينًا فبعث اليه بخمس مائة دينار (تذکرہ ج۱ ص۲۰۹)

امام لیثؒ بن سعدؒ امام مالکؒ کو سالانہ ایک سو اشرفی عطیہ دیا کرتے تھے اور امام مالکؒ نے ان کی طرف لکھا کہ مجھ پر قرضہ ہو گیا ہے تو انہوں نے پانچ سو دینار ان کو بھیجے۔

ایسے دوستانہ ماحول میں یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ اس میں حسد و تعصب کارفرما ہو۔ کیا اب سچ مچ یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا جائے کہ حضرت امام مالکؒ کے نشتر مسئلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے سراسر خلاف ہیں اور پھر ان پر فتویٰ لگانا شروع کر دیا جائے اور ناظم اعلیٰ کے تحت ایک پروگرام تیار کر لیا جائے کہ دنیا بھر میں حضرت امام مالکؒ کو مخالف سنت ٹھہرا کر ہی دم لیا جائے گا اور کسی بدوی کے کندھے پر بندوق رکھ کر ایک کتاب بھی لکھوالی جائے اور تعصب مذہبی کے نشہ میں سرشار ہو کر اس کی تصدیقات بھی لکھ دی جائیں اور گلے پھاڑ پھاڑ کر اس کی اشاعت بھی شروع کی جائے۔ لِلّٰہ کچھ تو فرمایئے کہ آخر کرنا کیا چاہیے؟ آہ ؎

اِس قدر بھٹکا حیاتِ نوعِ انسان کا یقیں
کارواں کو اعتمادِ راہنما جاتا رہا!

حافظ ابن عبدالبرؒ تو علمی رنگ میں جواب دے گئے ہیں کہ کوئی امام بدوں کسی معقول عذر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ ہاں اس نے کسی حدیث یا اجماع یا قابلِ اطاعت عمل سے نسخ کا دعویٰ کیا ہو گا یا سند کے اندر طعن کیا ہو گا جس کی وجہ سے انہوں نے حدیث ترک کی ہو گی۔ اس چیز کو خود مجتہد ہی سمجھ سکتا ہے۔ کوئی دوسرا اُن کے دل کے راز اور بھید بھلا کیا جان سکتا ہے؟

علامہ ابنِ حزمؒ نے اپنی کتاب مراتب الدیانہ میں لکھا ہے کہ میں نے امام مالکؒ کے

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

مؤطا میں جب مسند حدیثیں شمار کیں تو اُن کی تعداد پانچ سو سے اُوپر نکلی اور جب مرسل روایتیں گنیں تو وہ تین سو سے زائد نکلیں۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ :

وفیہ نیف وسبعون حدیثاً قد ترک مالکؒ لنفسہ العمل بہا اھ — ان کے مؤطا میں ستّر سے زیادہ حدیثیں ایسی ہیں جن پر خود امام مالکؒ نے عمل نہیں کیا۔

(بحوالہ مقدمہ تحلیق الممجد ص۱۲ لمولانا لکھنویؒ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے بیان کے مطابق تمام کتبِ حدیث کے چند طبقات ہیں، طبقۂ اولیٰ مؤطا امام مالک، بخاری اور مسلم ہے۔ (دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ ج۱ ص۱۳۳ طبع مصر وعجالۂ نافعہ ص۵) تعجّب ہے کہ صرف طبقۂ اولیٰ ہی نہیں بلکہ امام مالکؒ کی خود اپنی انتخاب کردہ کتاب کی حدیثیں ستّر سے زیادہ ایسی ہیں جن پر انہوں نے عمل نہیں کیا مگر کسی نے حضرت امام مالکؒ کی امامت اور شان سے انکار نہیں کیا اور نہ ان کو مطعون ٹھہرایا ہے اور اگر کوئی احمق ایسا کرے بھی تو اُس کی سُنتا کون ہے؟ مگر افسوس تو یہ ہے کہ دستور المتبدی کے ساتھ بخاری شریف پڑھنے والوں کے ہاتھوں میں اب علمی تحقیق رہ گئی ہے فالی اللہ المشتکی ؏

این چنیں ارکانِ دولت ملک را ویراں کنند

امام محمد بن عبداللہؒ بن عبدالحکم المالکیؒ (المتوفی ۲۶۸ھ) جو الامام الحافظ اور فقیہ عصر تھے تذکرہ ج۲، ص۱۱۵ جن کے بارے میں امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہؒ المتوفی ۳۱۱ھ جو الحافظ الکبیر امام الائمۃ اور شیخ الاسلام تھے تذکرہ ج۲ ص۲۵۹ فرماتے ہیں کہ :

ما رایت فی فقہاء الاسلام اعرف باقاویل الصحابۃ والتابعین من محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۱۱۵ و طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۱ ص۲۲۴ طبع مصر) — میں نے فقہاء اسلام میں حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال کا محمدؒ بن عبداللہؒ بن عبدالحکمؒ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

نے حضرت امام شافعیؒ کے ردّ میں

صنف کتابا سماہ الرد علی الشافعیؒ فیما — ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے رکھا ہے

http://mujahid.xtgem.com

خالف فیہ الکتاب والسنۃ اھ — ایسے مسائل جن میں امام شافعیؒ نے کتاب وسنت کی مخالفت کی ہے۔
(طبقات الکبرٰی ج ۱ ص ۲۲۴)

سنت کی مخالفت کا ذکر تو رہا اپنی جگہ اس کتاب میں ابن عبد الحکمؒ نے امام شافعیؒ کو کتاب اللہ کا مخالف بھی ظاہر کیا ہے۔ کیا ہم ایسا ہی سمجھ لیں کہ واقعی حضرت امام شافعیؒ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مخالفت کی ہے؟ (معاذ اللہ) یہی کہیں گے کہ تعصب مذہبی میں آکر ابن عبد الحکمؒ نے یہ غلطی کی ہے اور یا دیانتہً اپنی فہم کے موافق انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کے مسائل کو کتاب وسنت کے خلاف پایا ہے مگر ان کا ایسا سمجھنا دلائل کی رُو سے سراسر غلط ہے۔ فنعمہ اللہ تعالیٰ بعموم فضلہ وکرمہ۔

مؤلفِ نتائج التقلید نے امام وکیعؒ بن الجراحؒ کو حنفیت اور تقلید کے دائرہ سے خارج کرنے کے لیے عجیب قسم کے پاپڑ بیلے ہیں اور مداری کی طرح انوکھی قسم کی شعبدہ بازی دکھائی ہے۔ یہ بحث تو انشاء اللہ العزیز اپنے مقام پر آئے گی کہ امام وکیعؒ بن الجراحؒ مقلد تھے یا غیر مقلد؟ حنفی تھے یا غیر حنفی؟ یہاں ان کا اعتراض خود ان کے اپنے الفاظ میں سُن لیجئے اور پھر اس کا جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"کیونکہ تاریخ بغداد وغیرہ میں ہے ذکر الساجی انا ابو سائب قال سمعت وکیع بن الجراح یقول وجدت اباحنیفۃ خالف مائتی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ابو سائبؒ کہتے ہیں کہ میں نے وکیعؒ ایسے جلیل القدر امامِ حدیث کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے اپنی نظر میں کم از کم امام ابو حنیفہؒ کو دو سو حدیثِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خلاف کرنے والا پایا ہے۔ فتح الملہم شرح صحیح مسلم کے ص۱ پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کاش کہ دو سو احادیث میں سے کسی ایک ہی حدیث سے انکار کا حوالہ وثبوت ذکر کیا ہوتا" الخ (نتائج التقلید ص ۱۰۸ و ۱۰۹ بلفظہ)

اور حاشیہ پر لکھا ہے کہ:۔

"عثمانی صاحبؒ اگر مصنف ابن ابی شیبہ کا جزء ردّ ابی حنیفہؒ دیکھ لیتے تو یہ

http://mujahid.xtgem.com

کہنے کی جرأت نہ ہوتی"۔ (انتہی بلفظہٖ)

ان عبارات سے مؤلف مذکور کا اصل مدعا تو صرف اس قدر ہے کہ امام وکیعؒ بن الجراحؒ کیونکر مقلد اور حنفی ہو سکتے ہیں جب کہ وہ کم از کم دو سو روایات میں امام ابوحنیفہؒ کو مخالف حدیث بتاتے ہیں یہ معلوم نہیں کہ مؤلف نے کم از کم کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔ عبارت عربی میں تو کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ کم از کم ہو۔ مگر خیر ہماری بلا سے، مؤلف جانے اور اس کی شعبدہ بازی۔

اب یہاں مرکزی نقطے دو ہیں (۱) کہ بقول امام وکیعؒ بن الجراحؒ امام ابوحنیفہؒ نے کم از کم دو سو حدیث کی مخالفت کی ہے (۲) عثمانی صاحبؒ تو ایک حدیث کے متلاشی ہیں مگر مصنف ابن ابی شیبہؒ میں امام ابوحنیفہؒ کے رد میں مستقل جزو موجود ہے۔

پہلی شق کا جواب مؤلف مذکور کا اس سے استدلال چند وجوہ سے باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ اسکی سند میں الساجی ہے علامہ ذہبیؒ ان کے بارے میں احد الاثبات ما علمت فیه جرحا کہتے ہوئے بھی امام ابوالحسن بن القطانؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ان کی توثیق اور بعض نے اُن کی تضعیف کی ہے۔ (میزان جہ ص۹)

امام ابوبکر رازیؒ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ:۔

انه لیس بمأمون ولا ثقة اھ	نہ وہ مامون ہے اور نہ ثقہ۔

(بحوالہ تقدمۂ نصب الرایہ ص۵۸)

اور یہ تصریح بھی ان کے متعلق موجود ہے کہ:۔

کان وقاعا ینفرد بمناکیر عن مجاهیل بادی التعصب قال ابن القطان وثقه قوم وضعفه اٰخرون وکلام ابن حبان فی روایة النجیرمی مذکور فی انساب ابن سمعانیؒ۔ (حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۲۵ طبع مصر)	وہ لوگوں کی پگڑیاں اچھالا کرتے تھے اور مجہول راویوں سے منکر روایتیں بیان کرنے میں متفرد ہوتے تھے۔ ان کا تعصب بالکل ظاہر ہے۔ ابن قطانؒ کہتے ہیں کہ ایک قوم نے ان کو ثقہ اور دوسروں نے ان کو ضعیف کہا ہے اور ابن حبانؒ کا کلام نجیرمیؒ کی روایت سے کتاب الانساب علامہ ابن سمعانیؒ میں مذکور ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

اگر ہم ان کی تضعیف سے صرفِ نظر بھی کر لیں اور انکو ثقہ بھی تسلیم کر لیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کی رائے ہے (ملاحظہ ہو لسان ج۲ ص۴۸۸) تب بھی ان کا تعصّب خصوصیّت سے احناف کے بارے میں چھپی ڈھکی بات نہیں ہے۔ مقدمہ فتح الملہم ص۶۰ اور تقدمہ نصب الرایہ ص۵۸ میں ان کے تعصّب کا خصوصیّت سے ذکر موجود ہے۔ وتعصبه البارد مما لايطاق ظاہر بات ہے کہ ایسے متعصب کی روایت کیونکر قبول ہو سکتی ہے؟ امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں والساجيؒ ممن كان ينافس اصحاب ابي حنيفةؒ (الانتقاء ص۱۹۰) یعنی امام ساجیؒ حنفیوں سے چڑتے تھے۔

امام تاج الدین سُبکی الشافعیؒ (المتوفی ۷۷۱ھ) ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ:-

بل الصواب عندنا ان من ثبتت امامته وعدالته وكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحوه وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي اوغيره فانا لانلتفت الى الجرح فيه ونعمل فيه بالعدالة والا فلو فتحنا هذا الباب او اخذنا تقديم الجرح على اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذما من امام الا وقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالكون اه

(طبقات الشافعیة الکبریٰ ج۱ ص۱۸۸ طبع مصر)

بلکہ درست بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جس کی امامت وعدالت ثابت ہو اور اس کی مدح اور صفائی بیان کرنے والے زیادہ اور ان پر جرح کرنے والے کم ہوں اور وہاں کوئی قرینہ بھی موجود ہو جو دلالت کرتا ہو کہ جرح تعصّب مذہبی وغیرہ کی وجہ سے ہے تو ہم اس کے بارے میں جرح کو قابلِ التفات نہیں سمجھیں گے اور ہم ان کو عادل ہی کہیں گے۔ ورنہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں یا ہم جرح کو علی الاطلاق مقدم سمجھیں تو ائمہ میں سے کون بچ سکتا ہے؟ کیونکہ کوئی امام ایسا نہیں جس میں طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو یا ان میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں

پھر اسی صفحہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ولكن نرى ان الضابط ما نقوله من ان ثابت العدالة لا يلتفت فيه الى قول من تشهد القرائن بانه متحامل عليه اما لتعصب

لیکن ضابطہ یہ ہے جو ہم کہہ رہے ہیں کہ جس کی عدالت ثابت ہو اس کے بارے میں اس شخص کی بات قابلِ التفات ہی نہیں جس سے متعلق قرائن یہ شہادت

http://mujahid.xtgem.com

مذہبی اوغیرہ اھ (ایضاً) دیتے ہوں کہ وہ زیادتی یا تعصب مذہبی وغیرہ کی وجہ سے الزام قائم کرتا ہے۔

ان ٹھوس اقتباسات کے پیشِ نظر تعصبِ مذہبی کے تحت کلام کرنے والے الساجیؒ ہوں یا کوئی اور ہو، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کلام کریں یا کسی اور امام کے بارے میں جن کی امامت وعدالت ثابت ہوچکی ہو اور اُن کی مدح وتعریف بیان کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے کم اور متعصب ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

وثانیاً اگر امام وکیعؒ بن الجراحؒ کی یہ روایت صحیح بھی تسلیم کرلی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے جب انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کو بغور نہیں دیکھا ہوگا یہ رائے قائم کی ہوگی، مگر جب نظرِ دقیق کے ساتھ ان کے بیان کردہ مسائل کا جائزہ لیا ہوگا تو اُن کی رائے بدل گئی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بالآخر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ایسے گرویدہ ہوگئے تھے کہ انہوں نے اُن کی تقلید کو اپنے گلے کا ہار بنالیا تھا اور انہی کے قول اور رائے پر فتوی دیا کرتے تھے جیسا کہ طائفہ منصورہ میں ہم نے ذکر کردیا ہے۔ اگر واقعی امام وکیعؒ بن الجراحؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ نے بقولِ مؤلف نتائج التقلید کم ازکم دوسو حدیث کی مخالفت کی ہوتی تو وہ کبھی اُن کی تقلید نہ کرتے اور نہ اُن کی رائے پر فتوی دیتے۔ دوسو حدیث کی مخالفت تو بہت بڑی چیز ہے، اگر بالفرض امام ابوحنیفہؒ کسی ایک ہی صحیح اور صریح حدیث کے مخالف ہوتے تو بھی امام وکیعؒ بن الجراحؒ جیسے پختہ کار محدث کبھی ان کی مدح وتوصیف نہ کرتے اور نہ ان کی تقلید کرتے۔

وثالثاً علامہ خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ ابن کرامہؒ (محمدؒ بن عثمانؒ بن کرامہؒ المتوفی ۲۵۶ھ ابوحاتم فرماتے ہیں کہ صدوق تھے اور امام بخاریؒ نے اپنے صحیح میں اُن سے احتجاج کیا ہے بغدادی ج ۳ ص ۴۱۱، محدث مسلمہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں بخاری میں ان کی چار روایتیں ہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۳۹) سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال کنا عند وکیعؒ یوماً فقال رجل اخطأ ابوحنیفۃؒ فقال وکیعؒ کیف یقدر ابوحنیفۃؒ یخطئ ومعہ مثل ابی یوسفؒ وزفرؒ فی قیاسھما ومثل یحییؒ بن ابی زائدۃؒ وحفصؒ بن غیاث

ہم ایک دن وکیعؒ کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے کہا ابوحنیفہؒ نے خطا کی ہے۔ امام وکیعؒ نے فرمایا یہ کیسے فرض کیا جاسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے خطا کی ہے جب کہ ابویوسفؒ اور زفرؒ جیسے قیاس دان اور فقیہ اور

http://mujahid.xtgem.com

وحبان ومندل فی حفظهم الحدیث والقاسم بن معن فی معرفته باللغة والعربیة وداؤد الطائی وفضیل بن عیاض فی زهدهما وورعهما من کان هؤلاء جلساءه لم یکد یخطئ لانه ان اخطأ ردوه۔

(تاریخ بغداد ج۱۴ ص۲۴۷)

یحیٰیؒ بن ابی زائدہؒ، حفصؒ بن غیاثؒ، حبانؒ اور مندلؒ جیسے حفاظ حدیث اور قاسمؒ بن معنؒ جیسے لغت اور عربی کے ماہر اور داؤد طائیؒ اور فضیلؒ بن عیاضؒ جیسے زاہد اور متقی ان کے ہم مجلس ہوں ان حالات امام ابوحنیفہؒ کی خطا کیونکر تسلیم کی جاسکتی ہے کیونکہ ان کی موجودگی میں اگر وہ خطا کرتے تو وہ ان کو راہ راست کی طرف لوٹا دیتے۔

یہ روایت امام ابن حجر مکیؒ مولیٰ طاش کبریٰ زادہؒ اور حضرت ملا علی ن القاریؒ نے بھی نقل کی ہے اور ان کی روایت کے آخر میں یوں ہے کہ:۔

وان اخطاء ردوه الی الحق (وفی روایة للحق)

(الخیرات الحسان ص۲۸ مفتاح السعادة ج۲ ص۸۳ وذیل الجواهر ج۲ ص۴۵۸)

کہ اگر امام ابوحنیفہؒ خطا کرتے تو یہ حضرات ان کو حق کی طرف لوٹا دیتے۔

علامہ الخوارزمی الحنفیؒ (المتوفی ۶۶۵ھ) یہ پوری روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

ثم قال وکیع رحمه الله والذی یقول مثل هذا کالانعام بل هم اضل۔

(جامع المسانید ج۱ ص۳۳ طبع دکن حیدرآباد)

پھر امام وکیعؒ نے فرمایا کہ جو شخص امام ابوحنیفہ کے بارے میں یہ کہتا ہے وہ تو جانوروں کی مانند یا ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہے۔

مؤلف نتائج التقلید اور ان کے حواری دیدۂ بینا اور چشم بصیرت کے ساتھ یہ اقتباسات بار بار پڑھیں اور انصاف و دیانت سے یہ فرمائیں کہ امام وکیعؒ بن الجراحؒ کیا امام ابوحنیفہؒ کے مخالف ہیں یا موافق؟ اور کیا وہ اُن کے علم و دیانت پر اعتماد کرتے ہیں یا بداعتمادی؟ اور امام ابوحنیفہؒ پر خطاء کا الزام عائد کرنے والوں کو بروایت الخوارزمیؒ انہوں نے کیا خطاب دیا ہے؟ ہم کچھ نہیں کہتے خود ع مصلحت بیں و کار آساں کن۔

اشعارِ بدن

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم امام وکیعؒ بن الجراحؒ کے اس بیان کے ساتھ ایک اور ضروری

http://mujahid.xtgem.com

بحث بھی عرض کر دیں جس کی وجہ سے دیگر غیر مقلدین حضرات کی طرح مولانا مبارکپوری صاحبؒ (دیکھئے تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۱۰) اور مؤلف نتائج التقلید وغیرہ حضرات کو خاصی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ مؤلف نتائج التقلید، امام وکیعؒ بن الجراحؒ کو حنفیت کے زمرہ سے خارج کرتے اور امام ابو حنیفہؒ کا مخالف بتانے کے سلسلہ میں ترمذی شریف (ج۱ ص۱۱۶ طبع نولکشور) کی عبارت نقل کر کے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ ہم انہی کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں:۔

"حضرت وکیعؒ اشعار کی حدیث بیان کرتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ اشعار سنتِ ثابتہ اور اہل الرائے کوفہ والوں کا قول بدعت ہے لہذا ان کے قول باطل کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ ابو سائبؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت وکیعؒ کی مجلس میں موجود تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ تو اشعار کو مُثلہ قرار دیتے ہیں اور مُثلہ ہونے کی دلیل میں ابراہیم نخعیؒ اپنے دادا اُستاذ کا قول پیش کرتے ہیں۔ پس حضرت وکیعؒ اس شخص کا یہ جواب سُن کر انتہائی جوش غصہ میں فرمانے لگے کہ تیرے جیسے نالائق و منکرِ سنت کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ تجھے قید کیا جائے اور جب تک تُو اپنے اس قول و عقیدہ بد سے توبہ نہ کرے تجھے قید سے نہ نکالا جائے۔ دو سو حدیث کی مخالفت سے بطور نمونہ ایک مصرح صحیح خلاف و انکار کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ اھ" (نتائج التقلید ص۱۹)

مؤلف نتائج التقلید اور ان کے ہمنوا ساتھیوں کا اس سے استدلال بچند وجوہ مردود ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ اس حکایت ہی میں خاصا کلام ہے جس کی مبسوط بحث علامہ قاسمؒ بن قطلوبغا الحنفیؒ (المتوفی ۸۷۹ھ) نے اپنی کتاب مُنیۃ الالمعی ص۳۹ میں کی ہے۔

وثانیاً امام وکیعؒ بن الجراحؒ نے اس ساری عبارت میں امام ابو حنیفہؒ کی شان کے خلاف کوئی ہلکا سا جملہ بھی استعمال نہیں کیا اور اہلِ کوفہ میں صرف امام ابو حنیفہؒ ہی نہیں بلکہ امام ثوریؒ وغیرہ بے شمار حضرات شامل ہیں جیسا کہ مولانا مبارکپوری صاحبؒ نے اس کی تصریح کی ہے، اور باحوالہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ اور سائل نے جب حدیث کے خلاف ابراہیمؒ کا حوالہ دیا تو اس پر حضرت وکیعؒ بن الجراحؒ برہم ہوئے لیکن امام ابو حنیفہؒ کا نام تادباً پھر بھی نہیں لیا، اس لیے اس عبارت سے

http://mujahid.xtgem.com

منطوق اور نص کے طور پر امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔

وثالثاً امام طحاویؒ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے اشعار اور ترکِ اشعار دونوں میں تخییر نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ فعل سنّتِ مؤکدہ نہ تھا بلکہ محض اباحت اور استحباب کے درجہ میں تھا۔ (ملاحظہ ہو فتح الملہم ج۳ ص۳۱۱) اور حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی مطلق اشعار کے ہرگز منکر نہ تھے بلکہ اس اشعار کے منکر تھے جو ان کے زمانہ میں لوگ بے احتیاطی کے ساتھ کیا کرتے تھے چنانچہ اعلم الناس بمذہب ابی حنیفہؒ امام طحاویؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ:-

فقال لم یکرہ ابوحنیفۃؒ اصل الاشعار وانما کرہ ما یفعل علی وجہ یخاف منہ ھلاک البدن کسرایۃ الجرح لا سیما مع الطعن بالشفرۃ فاراد سدّ الباب عن العامۃ لانھم لا یراعون الحد فی ذالک الخ (بحوالہ فتح الملہم ج۳ ص۳۱۱)	امام ابوحنیفہؒ اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہتے بلکہ اس اشعار کو مکروہ کہتے ہیں جو ایسے طریق پر کیا جاتا تھا جس سے قربانی کے جانوروں کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہوتا تھا جب کہ زخم سرایت کر جاتا۔ اور خصوصاً چھری سے زخم کرنا تو امام صاحبؒ نے سدِّ ذرائع کے طور پر اس سے منع کیا کیونکہ عوام اس کی رعایت نہیں رکھ سکتے تھے۔

اور امام صاحبؒ کا یہی مذہب امام ابومنصور ماتریدیؒ (المتوفی ۳۳۳ھ) علامہ حصکفیؒ اور ابن عابدینؒ (وغیرہ) نے بھی نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:-

ویتعین الرجوع الی ما قال الطحاویؒ فانہٗ اعلم من غیرہ باقوال اصحابہ اھ (فتح الباری ج ص فتح الملہم ج۳ ص۳۱۱)	طحاویؒ نے جو کچھ کہا ہے اسی کی طرف رجوع کرنا متعین ہے کیونکہ وہ اپنے اصحاب کے قول کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

اور حضرت مولانا سیّد انور شاہ صاحبؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) نے بھی امام طحاویؒ کا یہ حوالہ نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو العرف الشذی ص۴۲۳)

اشعار کے مسئلہ میں سب سے زیادہ لے دے حضرت امام ابوحنیفہؒ پر علامہ ابن حزمؒ نے کی ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ان کا قول نقل کر کے آخر میں یہی لکھا ہے کہ امام طحاویؒ کے قول کے مقابلہ میں کسی اور کی بات تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ باقی یہ کہنا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو اشعار کا حکم دیا ہے، ہلاکت اور غیر ہلاکت کا سوال نہیں پیدا ہوتا تو بلاشک ایسا ہی ہے مگر

http://mujahid.xtgem.com

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کی دیگر صحیح اور صریح روایات جانوروں پر تعدّی کرنے سے منع کرتی ہیں۔ اہلِ عرب کے پاس اونٹ بھی فراواں تھے اور وہ سنّت کے مطابق اشعار کا طریقہ بھی بخوبی جانتے تھے۔ بخلاف اکثر اہلِ عجم کے جن کی بے اعتدالی کو دیکھ کر امام صاحبؒ نے اس غلو کو مکروہ کہا ہے۔

الغرض امام ابوحنیفہؒ کا غلو فی الاشعار کو بدعت کہنا اور چیز ہے اور نفسِ اشعار کا جواز تسلیم کرنا الگ بات ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی سمجھئے جس طرح کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے لوگوں کے مسجد میں صلوٰۃ الضحےٰ (چاشت کی نماز) پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:-

بدعۃ۔ (بخاری ج۱ ص۲۳۸ ومسلم ج۱ ص۴۰۹) یہ بدعت ہے۔

امام نووی الشافعیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

ان مرادہ ان اظہارھا فی المسجد والاجتماع لھا ھو البدعۃ لا ان اصل صلوٰۃ الضحیٰ بدعۃ (شرح مسلم ج۱ ص۴۰۹)

ان کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کے لیے اجتماع کرنا یہ بدعت ہے نہ یہ کہ نفس صلوٰۃ الضحےٰ ہی بدعت ہے۔

اور اہلِ علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ بعض چیزیں باوجود سنّت ہونے کے جب کہ ان کے ساتھ مزید غیر شرعی قیود شامل ہو جائیں تو وہ بدعت ہو جاتی ہیں۔ اس کی مزید تحقیق راقم کی کتاب "راہِ سنّت" میں ملاحظہ کیجیے۔

ورابعاً اور اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ امام وکیع بن الجراحؒ نے اپنی فہم کے مطابق اشعار کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ردّ کر دیا ہے تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ وہ کلّی طور پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مخالف تھے یا ان کے مقلّد نہ تھے؟ اس قسم کی تاریخی طور پر سینکڑوں مثالوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اسی پر نگاہ جمائیے کہ کیا حضرت امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں اصولاً حنفی نہ تھے؟ مگر بیسیوں مسائل میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف رائے کیا اور ان کے خلاف دلائل پیش کئے ہیں، کیا اس طریق سے وہ حنفیت سے خارج ہو گئے تھے؟ مولانا مبارکپوری صاحبؒ کا یہ کہنا کہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ، امام ابوحنیفہؒ کے مقلّد اور حنفی نہ تھے (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۷۴)

http://mujahid.xtgem.com

محض تسکین قلب کا سامان ہے اور بس۔ طائفۂ منصورہ میں اس پر سیر حاصل بحث موجود ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ترمذی کی اشعار والی عبارت سے امام ابو حنیفہؒ کا مخالفِ سنّت ثابت کرنا اور امام وکیعؒ بن الجراحؒ کو ان کا مخالف قرار دے کر ان کے حلقۂ تقلید سے خارج کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ نہ تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کسی صحیح حدیث کے منکر تھے اور نہ امام وکیعؒ بن الجراحؒ غیر مقلد تھے بلکہ وہ پکے "مقلد" اور کٹر حنفی تھے مگر اسی طرح جس طرح کہ اہلِ علم تقلید کیا کرتے ہیں۔

دوسری شق کا جواب :۔ بلاشک امام کبیر ابوبکر عبد اللہؒ بن محمدؒ بن ابی شیبہؒ (المتوفی ۲۳۵ھ) جو الحافظ عدیم النظیر اور الثبت النحریر تھے (تذکرہ ج ۲ ص ۱۸) نے اپنے مصنف میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے :۔

هذا ما خالف به ابو حنيفةؒ الاثر الذی جاء عن رسول الله صلی الله علیه وسلم کہ یہ وہ باب ہے جس میں یہ بیان کیا جائیگا کہ ابو حنیفہؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کی ہے

اس باب میں انہوں نے بزعمِ خود یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایک سو پچیس ۱۲۵ مسائل میں امام ابو حنیفہؒ نے احادیث و آثار کی مخالفت کی ہے لیکن اسکی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ امام ابن ابی شیبہؒ نے اپنی فہم سے جو کچھ احادیث سے سمجھا ہے امام ابو حنیفہؒ کے تفقہ کو اس سے متصادم پاتے ہوئے حدیث کی مخالفت کی بھیانک شکل میں پیش کیا ہے۔ بالفاظِ دیگر ان دونوں بزرگوں کے درمیان تفقہ اور اس کے طریقِ کار کا اختلاف ہے۔ گویا یوں کہہ لیجئے کہ امام ابو حنیفہؒ امام ابن ابی شیبہؒ کے فقہی مذہب کے خلاف کیا ہوئے بلکہ ان کے زعم میں حدیث ہی کے مخالف ہو گئے۔ (معاذ اللہ) اور اس سے بڑھ کر اس کی اور کوئی حقیقت نہیں ع

بس اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

بعینہٖ یوں سمجھیے جس طرح امام لیثؒ بن سعدؒ نے امام مالکؒ کو ستر حدیثوں کا مخالف بتایا ہے اور علامہ ابن حزمؒ نے ان کو ستر سے زاید حدیثوں کا تارک گردانا ہے یا جس طرح امام ابن عبد الحکمؒ نے حضرت امام شافعیؒ کو کتاب اللہ و سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف گردانا ہے۔ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ائمہ دین اور اساطین علم جن پر عالم اسباب میں علوم شریعت کا

http://mujahid.xtgem.com

انحصار ہے واقعی ایسے تھے؟ اللہ تعالیٰ غیر مقلّدین حضرات کو فہم عطا فرمائے کہ وہ بات کو سمجھ سکیں اور ائمہ دین میں سے کسی کے خلاف اگر کتابوں میں کوئی حوالہ نظر آئے تو اس کو لے کر چوہے کی طرح پنساری نہ بن بیٹھیں جس کو سونٹھ کی گرہ ملی تھی اور وہ پنساری و عطّاری بننے کا خواب دیکھتا رہا تھا مگر افسوس ہے کہ :- ع

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

یہ یاد رہے کہ امام ابن ابی شیبہؒ کے جواب میں بہت سے علماء اسلام نے تردیدی کتابیں لکھی ہیں جن میں خصوصیّت سے مندرجہ ذیل حضرات کی کتابیں قابلِ ذکر ہیں :-

(۱) حافظ عبدالقادر القرشی الحنفیؒ مؤلّف الجواہر المضیہ ان کی کتاب کا نام الدرر المنیفۃ فی الرد علیٰ ابن شیبۃ فی ما اورده علیٰ ابی حنیفۃ ہے۔

(۲) حافظِ حدیث اور فقیہ وقت قاسمؒ بن قطلوبغا الحنفیؒ المتوفیٰ ۸۷۹ھ جن کو حافظ ابن حجرؒ باوجود اُستاد ہونے کے ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں :- الامام العلامہ المحدث الفقیہ اور الشیخ الفاضل المحدث الکامل الخ وحدہٗ الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع ص۱۸۴ ج۶ ازعلامہ السخاوی الشافعیؒ) ان کی کتاب کا نام الاجوبۃ المنیفۃ عن اعتراضات ابن ابی شیبۃ علیٰ ابی حنیفۃ ہے۔

(۳) علامہ بحّاثہ محمد زاہد کوثری الحنفیؒ (المتوفیٰ ۱۳۷۱ھ) ان کی تالیف کا نام النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علیٰ ابی حنیفۃ ہے۔

غرضیکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے نہ تو حدیثِ اشعار کا انکار اور مخالفت کی ہے اور نہ کسی ایسی حدیث کی جو انکی عائد کردہ شرطوں کے مطابق ہے۔ ان پر انکارِ حدیث یا مخالفتِ حدیث کا الزام بالکل بے بنیاد اور محض خالص افترا ہے۔ ہاں چونکہ وہ مجتہد ہیں اسلیے یہ تو ممکن ہے کہ کسی شرط کے عائد کرنے میں غلطی کر گئے ہوں جس طرح کہ حضرت امام بخاریؒ نے حدیث حسن کو قابلِ استدلال نہیں گردانا۔ حالانکہ گزر چکا ہے کہ ان کا یہ نظریہ بقول ابن العربیؒ کے اور تمام متقدمین و متاخرین کے خلاف ہے، مگر اس سے انکی دیانت پر کیا اثر؟ اور اسی طرح فقہی اور معنوی طور پر خطائے اجتہادیؒ تو قابلِ انکار چیز ہے اور نہ قابلِ گرفت۔ صحیح صریح اور مرفوع روایت سے گزر چکا ہے کہ مجتہد سے بصورت خطا بھی ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں ہوتی۔ بقول شخصے ع

"اُس کے الطاف بہت ہیں کہ گنہگار بہت"

http://mujahid.xtgem.com

باب ہفتم

مخالفتِ حدیث کی ایک نفیس بحث

اس مقام پر اصولی طور پر یہ بحث بھی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ مخالفتِ حدیث کا مفہوم کیا ہوتا ہے ؟ کیا ہر مقام پر مخالفت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے الفاظ کی مخالفت مراد ہوتی ہے یا ان الفاظ کے اندر جو معنیٰ اور مدلول پنہاں ہوتا ہے، اس کی مخالفت بھی مراد ہوتی ہے ؟ اور اگر کوئی شخص آپ کے ظاہری الفاظ کی تو مخالفت کرتا ہے لیکن ان کے اندر جو معنیٰ مستنبط ہوتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے جو بظاہر لفظوں سے متبادر نہیں ہوتا تو کیا اس شخص کو مخالفتِ حدیث کا ملزم قرار دیا جا سکتا ہے ؟ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کسی چیز سے منع فرمایا ہے تو کیا ہر مقام پر اس منع اور نہی سے حرمت اور کراہتِ تحریمیہ ہی مراد ہوگی یا اس سے ترکِ اولیٰ اور کراہت تنزیہیہ بھی مراد ہو سکتی ہے ؟ اور اگر آپ نے کوئی حکم ارشاد فرمایا ہے تو کیا ہر مقام پر وہ امر اور وجوب ہی کے لیے ہوگا یا کہیں محض ارشاد اور مشورہ کے لیے بھی ہو سکتا ہے، جس کا نہ ماننے والا عاصی اور نافرمان نہیں کہلایا جا سکتا ؟ ہم نہایت اختصار کے ساتھ صحیح احادیث سے ان امور پر روشنی ڈالتے ہیں، غور فرمائیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر (جب کہ یہود بنی قریظہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی ریشہ دوانی کرنے کے بعد مدینہ طیبہ سے چند میل دور قلعہ بند ہو گئے تھے) یہ ارشاد فرمایا کہ فوراً بنو قریظہ کے

http://mujahid.xtgem.com

پاس پہنچو اور

لا یصلین احدن العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لا نصلی حتی نأتیھا و قال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذالک فذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف واحداً منھم (بخاری ج۲ ص۵۹۱)

تم میں سے کوئی ایک شخص بھی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر چنانچہ راستہ میں ان میں سے بعض پر عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ ان میں سے کچھ حضرات نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ ہی میں جا کر نماز پڑھیں گے اور بعض دیگر نے کہا کہ ہم تو نماز یہاں ہی پڑھیں گے کیونکہ ہم سے یہ تو طلب نہیں کیا گیا کہ ہم نماز نہ پڑھیں انھوں نے نماز پڑھ لی۔ جب آپ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی کو ملامت نہ کی۔

ان میں سے ایک گروہ نے معنیٰ مراد کو ملحوظ رکھ کر عصر کے وقت نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ نے ظاہری الفاظ کو دیکھا اور نماز عصر عشاء کے بعد بنو قریظہ پہنچ کر پڑھی۔ حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ پہلا گروہ فقیہ تھا اور وہ دوھرے اجر کا مستحق ہوا اور دوسرا گروہ معذور بلکہ ماجور تھا مگر ایک اجر کا وہ بھی مستحق ہوا۔ (زاد المعاد ص۲۰۷ ج۲)

تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نہی جو نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ ہے اور لفظ احد جو نکرہ ہے نہی کے نیچے داخل ہو کر استغراق کا فائدہ دیتا ہے جس سے کوئی فرد مستثنےٰ نہیں مگر باایں ہمہ حضرات صحابہ کرامؓ کا ایک گروہ ظاہری الفاظ کے خلاف عمل کرتا ہے اور وہ پھر بھی قابلِ ملامت نہیں ٹھہرتا بلکہ ماجور ہوتا ہے اور اجر بھی دوھرا اور مفہوم کو وہ لفظوں کے اندر چھپا ہوا پاتا ہے ظاہری الفاظ میں تو اس کی کہیں بُو تک محسوس نہیں ہوتی، چاہیئے تو یہ تھا کہ ان حضرات کو مخالف حدیث گردانا جاتا اور آپ کی صریح نہی کا (جو اُن کے حق میں قطعی تھی کیونکہ ان کو یہ حکم بالمشافہ ملا تھا) مخالف قرار دے کر قابلِ ملامت سمجھا جاتا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ سوچیئے کیوں؟ اور جس گروہ نے ظاہری الفاظ دیکھے اور انہی پر عامل ہوا اور عصر کی تاکیدی نماز کو قضا کر دیا تو ایک اجر کا وہ بھی مستحق رہا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

قال السہیلی وغیرہ فی ھذا الحدیث من الفقہ

امام سہیلیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اس ... سے جو فقہ

http://mujahid.xtgem.com

انہ لا یعاب علی من اخذ بظاھر حدیث او آیۃ وعلی من استنبط من النص معنی یخصصہ (فتح الباری پ ۱ ص ۱۶ طبع دھلی)

حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی حدیث یا آیت کے ظاہر پر عمل کیا تو ان پر کوئی عیب نہیں اور ان لوگوں پر بھی کوئی عیب نہیں جنہوں نے نص سے کوئی معنی استنباط کیا جو اس کو مخصص کرتا ہو۔

اگر مخالفتِ حدیث کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ظاہری الفاظ کی مخالفت ہو اور معنیٰ مستنبط کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ ضرور مخالفت ہوگی ورنہ یہ عمل بالحدیث ہی ہوگا جو کسی طرح قابلِ ملامت نہیں ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی لونڈی حضرت ماریہؓ کو منافقین کے ایک گروہ نے ان کے چچا زاد بھائی حضرت مابورؓ سے متہم کر دیا۔ یہ خبر اس انداز سے پھیلی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بھی اس خبر کا یقین آ گیا اور کچھ قرائن اور شواہد بھی ایسے تھے جن کی وجہ سے آپ کا یہ یقین بے جا نہ تھا۔ آپ نے غیرت میں آکر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ مابورؓ کو جہاں ملے جا کر قتل کر دو۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

اذھب فاضرب عنقہ (مسلم ج ۲ ص ۳۶۸) جا اور جا کر اس کی گردن اڑا دے۔

حضرت علیؓ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کنوئیں میں پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے، اس کو جو وہاں سے کھینچا تو اس کشمکش میں اس کا تہ بند کھل گیا، حضرت علیؓ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ:۔

لم یخلق اللہ لہ ما للرجال (مستدرک ج ۴ ص ۳۹) اللہ تعالیٰ نے فطرتاً اس کا آلہ ہی پیدا نہیں کیا۔

اور امام مسلمؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

وانہ لمجبوب مالہ ذکر (مسلم) وہ مجبوب و نامرد تھا اس کا سرے سے آلہ تناسل ہی نہ تھا۔

حضرت علیؓ نے جب یہ محسوس کیا کہ اس شخص میں قتل کرنے کی وہ علت ہی نہیں پائی جاتی جس کی بنا پر مجھے دربارِ رسالت سے حکم ملا تھا۔ تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ظاہری حکم کی تعمیل نہ کی اور واپس جا کر آپ سے یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

الشاھد یری ما لا یری الغائب (مسند احمد) حاضر وہ کچھ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

http://mujahid.xtgem.com

بہ اسنادہ رجال ثقات، البدایہ والنہایہ ص۳۴ ج۵

وروی انسؓ مثلہ، واسنادہ صحیح الجامع الصغیر ص۴ ج۲

آپ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا صریح اور بالمشافہ حکم اور وہ بھی تعزیر وحد کی مد کا جس میں بحکمِ خداوندی کسی نرمی اور رأفت کی کوئی گنجائش ہی نہیں، کیا درجہ رکھتا ہے؟ مگر حضرت علیؓ اس حکم کی تعمیل کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پاتے ہیں اور دربارِ نبوت سے بجائے ملامت اور سرزنش کے وہ اس ترکِ حکم پر دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں۔ اب کیا کہا جائے کہ حضرت علیؓ آپ کے اس حکم اور حدیث کی مخالفت کی وجہ سے منکر اور مخالفِ حدیث ہیں؟ حاشا وکلّا کوئی مسلمان اس کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔

(۳) حضرت علیؓ ہی کی ایک روایت میں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

فان امۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم زنت فامرنی ان اجلدھا فاذا ھی حدیث عھد بنفاسٍ فخشیت ان انا جلدتھا ان اقتلھا فذکرت ذٰلکَ للنبی صلی اللہ علیہ وسلّم فقال احسنت (مسلم ج۲ ص۷۱)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ایک لونڈی نے زنا کیا۔ مجھے آپ نے فرمایا کہ جاکر اس کو کوڑے لگا دو۔ میں گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں بچّہ پیدا ہوا ہے، مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی تو کہیں وہ مر ہی نہ جائے میں بغیر سزا دیئے واپس آپ کی خدمت میں پہنچا اور سارا قصّہ سنایا۔ آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا ہے۔

غور فرمایئے کہ آپ کا ظاہری حکم مقیّد اور مشروط نہ تھا، لیکن حضرت علیؓ نے جو فقہائے صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں اپنے تفقّہ واجتہاد سے یہ سمجھا کہ آپ کا حکم درحقیقت مشروط ومقیّد ہے۔ بایں شرط کہ وہ لونڈی ہلاک نہ ہوجائے اور زچگی کی حالت میں سزا دینا ہوسکتا ہے کہ اس کی موت پر منتج ہو اس لیے انہوں نے کوئی سزا نہ دی اور واپس چلے آئے۔ آپ نے یہ سُن کر بجائے اس کے کہ ان کو عصیان اور روگردانی کے داغ سے داغدار کرتے اُلٹا اُن کی تائید وتصویب اور تحسین فرمائی اَحْسَنْتَ کہ تو نے اچھا کیا۔ برعکس اس کے اگر اس حالت میں حضرت علیؓ اس کو کوڑے لگا دیتے تو آپ کے ظاہری حکم کی تعمیل کی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ وہ معتوب

http://mujahid.xtgem.com

ٹھہرتے۔ اس ایک ہی واقعہ سے بہت سے اجتہادی، قیاسی اور فروعی مسائل جو بظاہر بعض احادیث کے ظاہری الفاظ کے مخالف نظر آتے ہیں خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ ہاں مگر مجتہدین تفقہ و اجتہاد کا ملکہ ہونا ضروری امر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کشتیٔ تفقہ کا پانچواں سوار ہی یہ دعوے کر نہ بیٹھے۔ سچ ہے کہ :-

ترے رِندوں پہ سارے کھُل گئے اسرارِ دیں ساقی
ہُوا علم الیقیں، حق الیقیں، عین الیقیں ساقی

(۴) حضرت براءؓ بن عازبؓ (المتوفی ۷۱ھ) کی ایک طویل حدیث میں، جس میں اُنہوں نے صلح حدیبیہ کے پورے حالات کا نقشہ کھینچا ہے، اُس میں یہ مضمون بھی آتا ہے کہ بالآخر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریشِ مکہ کے درمیان معاہدہ طے ہوا تو آپ نے عہد نامہ پر اپنے کاتب حضرت علیؓ سے یہ الفاظ بھی لکھوائے کہ ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ الخ یعنی یہ وہ عہد نامہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریق ثانی سے طے کیا ہے۔ مشرکین کے نمائندہ (سہیلؓ بن عمرو جو بعد کو مسلمان ہو گئے تھے) نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور کہنے لگا کہ اگر ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کر لیں تو پھر ہمارا اور آپ کا اختلاف کیا؟ اس لیے رسول اللہ کے الفاظ آپ کو صلح نامہ سے کاٹنے پڑیں گے اور محمد بن عبد اللہ کے الفاظ لکھوانے پڑیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں صلی اللہ علیہ وسلم مگر جب مشرکین نہ مانے تو حالات کی انتہائی نزاکت کے پیشِ نظر آپ نے فرمایا کہ :-

ثم قال لعلیؓ امح رسول اللہ قال لا واللہ لا امحوك ابداً۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۷۲)

علیؓ! رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا خدا کی میں تو کبھی نہ مٹاؤں گا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے :-

فامر علیاً ان یمحاھا فقال علیؓ واللہ لا امحاھا (مسلم ج ۲ ص ۱۰۵)

کہ آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ یہ الفاظ مٹا دیں مگر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بخدا میں ان کو نہیں مٹاؤں گا۔

بڑا ہی عجیب معاملہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حضرت علیؓ کو نام لے کر امر اور حکم دے رہے ہیں کہ اے علیؓ یہ لفظ مٹا دو مگر حضرت علیؓ ہیں کہ آپ کے اس صریح حکم کی تعمیل

http://mujahid.xtgem.com

کرنے کے بجائے حلفیہ طور پر یہ فرماتے ہیں کہ بخدا میں تو کبھی نہ مٹاؤں گا۔ انصاف سے فرمایئے کہ حضرت علیؓ پر کیا فتویٰ لگانا چاہیئے؟ اور لگانا بھی چاہیئے یا نہیں؟ نظر بظاہر تو فتویٰ نہ لگانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا رد در رد حکم ہو اور نام لے کر ہو۔ لیکن اس کے جواب میں حضرت علیؓ خدا تعالیٰ کی قسم اٹھا کر عدم تعمیل پر مُصِر اور کمربستہ ہوں تو پھر وہ فتوٰی بازی سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟ اور کب بچ سکتے ہیں؟ (معاذ اللہ) ظاہر بین جانیں اور اُن کی فتوٰی بازی، ہاں البتہ دیدۂ بصیرت رکھنے والے اور بات کی تہ اور حقیقت کو سمجھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ قریشِ مکّہ کے نمائندوں کی موجودگی میں حضرت علیؓ کے اس ظاہری انکار میں بھی ادب اور عشقِ محمدی سمندر کی اندرونی موجوں کی طرح اُبل رہا ہے اور زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ جس رسول اللہ کی محبّت اور فدائیت نے دنیا کے تمام لذائذ و مسرّتوں سے بے نیاز کر دیا ہے، اس کے نقشِ پاک کو دل کے آئینہ سے مٹانا تو رہا الگ بخدا ان کے اس پیارے نام کو سطحِ کاغذ سے مٹانے پر بھی دل آمادہ نہیں ؎

سکوت شمع سرِ بزم کو خبر ہی نہیں
تڑپ رہا ہے ازل سے مذاقِ پروانہ

چنانچہ حضرت امام نووی الشافعیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

وھذا الذی فعله علیؓ من باب الادب المستحب لانه لم یفھم من النبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم تحتیم محو علیؓ بنفسه ولھذا لم ینکر ولو حتم محوه بنفسه لم یجز لعلیؓ ترکه ولما اقرّه النبی صلّی اللّٰه علیه و سلّم علی المخالفة

(شرح مسلم ج۲ صفحہ۱۰۴)

یہ کارروائی جو حضرت علیؓ نے کی ہے ادب مستحب کے باب سے ہے کیونکہ وہ آپ کے قول سے یہی سمجھے تھے کہ اس نوشت کا مٹانا خود علیؓ پر لازم نہیں اور اسی لیے آپ نے حضرت علیؓ پر کوئی گرفت نہیں کی۔ اگر ان کے لیے بدست خود مٹانا ضروری ہوتا تو نہ حضرت علیؓ کے لیے اس حکم کا ترک جائز ہوتا اور نہ آپ ان کو اس مخالفت پر برقرار رہنے دیتے۔

آنحضرتؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ظاہری الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے اور ان کی تہ میں ادب مستحب کا جو معنی نخفتہ و پنہاں ہے جس کو حضرت علیؓ کی دُور رس اور فقیہانہ نگاہ تاڑ گئی

http://mujahid.xtgem.com

ہے۔ وہ بھی دیکھ لیجیے جس کا ظاہری الفاظ میں کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا۔ آج تک اُمّتِ مرحومہ میں سے کسی کو یہ بات نہ سُوجھی کہ وہ حضرت علیؓ کو منکر یا مخالفِ حدیث بنا کر کوستا ہو اور منظّم طور پر مخالفِ حدیث ہونے کا مکروہ پراپیگنڈا ان کے خلاف شروع کرتا ہو، مگر ؎

جو دل میں عشق نہیں دل ہے جنسِ ناکارہ!
نہ ہو چمک تو ہے آئینہ ایک پارۂ سنگ!

(۵) حضرت عبداللہؓ بن عمرو بنؓ العاص (المتوفی ۶۵ھ) کی یہ شکایت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پہنچی کہ انہوں نے تازیست ہمیشہ روزہ رکھنے اور رات کے قیام کا التزام کر لیا ہے جس کی وجہ سے بقیہ جائز کاموں کے علاوہ حقوق زوجیت میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ آپ نے ان کو اس فعل پر تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ رات کو قیام بھی کرو اور ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو، یہ صوم الدھر ہو جائے گا۔ انہوں نے اس سے زیادہ کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ سب سے افضل روزہ ہے۔ (بخاری ج۱ ص۲۶۵)

اور ایک روایت یوں ہے کہ:۔

قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم لا صام من صام الابد مرّتین (بخاری ج۱ ص۲۶۵)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا تو اس کا روزہ ہی نہیں ہوگا۔

اس صحیح اور صریح روایت کے ظاہری الفاظ سے صوم الدّھر کی ممانعت یا کراہت ثابت ہوتی ہے لیکن اُمّتِ مرحومہ میں بے شمار لوگ ایسے بھی گذرے ہیں جو صائم الدّھر تھے۔

حضرت امام شُعبۃؒ بن الحجّاجؒ صائم الدّھر تھے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۲۲)

امام وکیعؒ بن الجراح صائم الدّھر تھے۔ (تاریخ بغداد ج۳ ص۴۷۰)

حضرت امام بخاریؒ صائم الدّھر تھے۔ (میزان الکبریٰ ج۱ ص۵۰)

اگر ہم چاہیں تو کتبِ اسماء الرجال اور طبقاتِ رواۃ سے سینکڑوں مثالیں ان حضرات کی پیش کر سکتے ہیں جو صائم الدّھر تھے مگر صرف ایک حوالہ اور عرض کرتے ہیں:۔

مؤلف نتائج التقلید اپنے اُستاد محترم حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی رح

http://mujahid.xtgem.com

کے حالات میں زیرِ عنوان مشاہدہ لکھتے ہیں کہ :-

"مدّتِ مدید اور عرصۂ بعید سے صائم الدھر ہیں۔ صرف ایک ہی وقت شام کو کھایا کرتے ہیں۔" (بلفظہٖ ص۳۰)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ مولانا روپڑی صاحبؒ سحری بھی نہیں کھاتے تھے حالانکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صحیح اور صریح حدیث یوں آتی ہے کہ :-

تسحّروا فانّ فی السّحور برکۃ (بخاری ج۱ ص۲۵۷ ومسلم ج۱ ص۳۵۰ ومشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۵) یعنی تم سحری (کھایا) کرو۔ کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

تسحّروا امر کا صیغہ ہے، وجوب کے لیے نہ سہی استحباب سے کیا کم ہوگا؟ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ سحری کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے (ج۱ ص۳۵۰) مگر اس حوالے کے پیشِ نظر مولانا حافظ روپڑی صاحبؒ کا عمل اس پر نہیں تھا، اور پہلی روایت کے ظاہری الفاظ کی خلاف ورزی کرنے والے جمہورِ اُمّت میں علاوہ امام شعبہؒ، امام وکیعؒ، امام بخاریؒ کے خود مولانا روپڑی صاحبؒ بھی ہیں کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تو لا صام من صام الابد فرما کر اس کی نفی کی ہے مگر یہ حضرات اس کے خلاف چلتے رہے ہیں تو کیا اب ان تمام حضرات کو مخالفِ حدیث کہہ کر کوسنا شروع کر دیا جائے؟ یا یہ کہا جائے کہ اگرچہ آپ نے یہ ارشاد تو فرمایا ہے مگر اس کی تہ میں اُمّتِ مرحومہ کے ساتھ ترفّق اور سہولت منظور ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے لیے سہولت سمجھتا ہے اور ایامِ ممنوعہ کے علاوہ ہمیشہ روزے رکھتا ہے تو وہ اس حدیث کے اندر جو مفہوم پنہاں و پوشیدہ مگر بزبانِ حال سے گویا ہے اس پر عامل ہے اور یہ کارروائی حدیث کے مخالف نہیں اور نہ اس کی وجہ سے کسی پر ملامت جائز اور روا ہے، اور اس طرزِ عمل میں صرف امام ابوحنیفہؒ ہی نہیں بلکہ اکثر ائمہؒ ان کے ساتھ ہیں غرضیکہ ؎

"ایں گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند"

(۶) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خصالِ فطرت بیان فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ :-

ونتف الابط (بخاری ج۲ ص۸۷۵ ومسلم ج۱ ص۱۲۹) زیرِ بغل بال اکھاڑے جائیں۔

http://mujahid.xtgem.com

وابوعوانہ جلد ا صفحہ ۱۹۱ وغیرہ

لُغت عربی میں نتف کے معنی موچنے کے ساتھ بالوں کے اکھاڑنے کے آتے ہیں کسی صحیح اور مرفوع روایت میں حلق الابط (اُسترے کے ساتھ زیر بغل بالوں کا مونڈنا) نہیں آتا مگر جمہور اُمّت نتف پر عمل نہیں کرتے بلکہ خود غیر مقلّدین حضرات بھی جہاں تک ہم نے دیکھا اور سُنا ہے اور جو عمل بالحدیث کے بزعمِ خویش مدعی بھی ہیں نتف پر عامل نہیں ہیں۔ تو کیا اب سب اُمّت کو اس حدیث کا تارک اور مخالف قرار دے کر ان پر برسنا شروع کر دیا جائے؟

امام نوویؒ اور قاضی شوکانیؒ نتف الابط کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

اما نتف الابط فسُنّة بالاتفاق والافضل فيه النتف لمن قوى عليه ويحصل ايضًا بالحلق وبالنورة وحكى عن يونس بن عبد الاعلى قال دخلت على الشافعى رحمه الله وعندهٗ المزيّن يحلق ابطه فقال الشافعى علمت ان السّنة النتف ولكن لا اقوٰى على الوجع۔

(شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ ونیل الاوطار صفحہ ۱۲۴ جلد ۲)

بہرکیف زیر بغل بالوں کا اکھاڑنا بالاتفاق سنّت ہے۔ اور افضل اس میں جو اس پر قوی ہو اکھاڑنا ہی ہے اور مونڈوانے اور چونہ سے زائل کرنے سے بھی یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ یونسؒ بن عبدالاعلیٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں امام شافعیؒ کے پاس گیا تو ان کے پاس حجام تھا جو اُن کی بغلوں کے بال اُسترے سے صاف کر رہا۔ حضرت امام شافعیؒ نے از خود ہی یہ فرمایا کہ میں اس کو جانتا ہوں کہ سنّت بالوں کا اکھاڑنا ہی ہے مگر میں تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس حدیث میں بصراحت کوئی ایسی قید ثابت نہیں کہ یہ حکم اُس شخص کے لیے ہے جو اُکھاڑنے پر قوی ہو مگر شراح حدیث لمن قوی علیہ کی قید سے اس کو مقیّد کرتے ہیں اور اُسترے اور چونہ سے بھی فرماتے ہیں کہ یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ امام اہل سنّت حضرت امام شافعیؒ بھی نتف ابط کی حدیث پر باوجود اس کو سنّت کہنے کے عمل نہیں کر سکے اور معذرت کر گئے ہیں۔ اب کیا تمام اُمّت

http://mujahid.xtgem.com

کو نتف ابط کی حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے منکر یا تارکِ حدیث کہہ دیں؟ اصل بات یہ ہے کہ جو حضرات رُوح شریعت سے واقف ہیں اور صرف پوست پر ہی اکتفا نہیں کرتے وُہ ازروئے تفقہ یہ سمجھتے ہیں کہ مقصود بالذات تو بالوں کا دُور کرنا ہے، خواہ وہ کسی بھی صورت سے حاصل ہو جائے۔

(۷) حضرت انسؓ بن مالک (المتوفی ۹۳ھ) سے روایت ہے کہ:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنّین احدکم الموت من ضُرٍّ اصابہ فان کان لابدّ فاعلاً فلیقل اللّٰھمّ احینی ما کانت الحیوۃ خیرًا لی وتوفّنی اذا کانت الوفاۃ خیرًا لی۔ (بخاری ج۲ ص۸۴۷)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ہرگز کسی دُکھ کی وجہ سے جو اُسے پہنچا ہو موت کی تمنّا مت کرے سو اگر خواہ مخواہ یہ تمنّا کرنی ہی ہے تو یوں کہے اے اللہ تو مجھے زندہ رکھ اگر میرے لیے زندگی بہتر ہے اور تو مجھے وفات دے دے اگر میرے حق میں وفات بہتر ہے۔

اس حدیث میں لفظ ضرّ مطلق ہے، عام اس سے کہ یہ ضرر دینی ہو یا دنیوی اور نہی بھی نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے مگر شرّاحِ حدیث اس مقام میں ضُر کو دنیوی ضرر سے مقیّد کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں کہ "حضرت علیؓ نے موت کی آرزو کی تھی جب کہ معاملات بہت پیچیدہ ہو گئے اور فتنے بڑھ گئے اور قتل و قتال کا بازار گرم ہو گیا اور قیل و قال بہت کثرت سے شروع ہو گئی تھی اور اسی طرح حضرت امام بخاریؒ نے بھی موت کی آرزو کی تھی۔

لمّا اشتدّ علیہ الحال ولقی من مخالفیہ الاھوال	جب ان کی حالت سخت ہو گئی اور اپنے مخالفین سے پریشانیوں کا سامنا ہوا۔

اور حدیث نہی عن الموت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ:

والمراد بالضرّ ھٰھنا ما یخص العبد فی بدنہ من مرض ونحوہ لا فی دینہ الخ (البدایہ والنہایہ ج۱ ص۲۱۹)	ضرر سے مراد اس حدیث میں ایسا ضرر ہے جو آدمی کو بدنی طور پر پیش آئے، مثلاً بیماری وغیرہ، اس سے دینی ضرر مراد نہیں ہے۔

غور فرمایئے کہ جو شخص ضرر کی دینی اور دنیوی تقسیم نہیں کرے گا اور حدیث میں نہی کو عام

http://mujahid.xtgem.com

سمجھے گا تو اس کے خیال کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت امام بخاریؒ وغیرہ اس صحیح حدیث کے مخالف نظر آئیں گے اور اگر وہ اس حدیث کے اندر یہ تقسیم تلاش کرے گا تو اس کو ناکامی ہوگی مگر شُراّح حدیث اور فقہاء اُمت کے تفقہ سے یہ گتھی سلجھے گی اور ان اکابر کے خلاف مخالفِ حدیث ہونے کا ادنیٰ وہم بھی نہیں ہو سکے گا۔

حضرت امام بخاریؒ کو جب اپنے اُستادِ محترم امام محمدؒ بن یحییٰ الذھلیؒ سے بعض مسائل میں اختلاف پیدا ہوا تو حاکم بخاریٰ اور دیگر بعض اہلِ وطن کی گہری سازش سے ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا اور سمرقند سے دو فرسخ کی مسافت پر ایک چھوٹے سے گاؤں خرتنگ میں حضرت امام بخاریؒ فروکش ہوئے کیونکہ ان کے کچھ رشتہ دار وہاں رہتے تھے۔ امام عبدالقدوسؒ بن عبدالجبارؒ السمرقندی کا بیان ہے کہ:۔

فسمعته لیلة من اللیالی وقد فرغ من صلٰوة اللیل یدعوا و یقول فی دعائه اللّٰھم انه ضاقت علیّ الارض بما رحبت فاقبضنی الیك قال فما تم الشھر حتی قبضه اللّٰه الیه وقبره بخرتنگ۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۴ وطبقات الشافعیة الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴ طبع مصر)	میں نے ان کو ایک رات تہجدؒ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہوگئی ہے سو تو مجھے اپنی طرف اُٹھالے اس کے بعد ایک ماہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھا ہی لیا اور ان کی وفات ہوگئی ، اور ان کی قبر خرتنگ میں ہے۔

جو شخص لَا یَتَمَنَّیَنَّ کی حدیث کو عمومی نگاہ سے پڑھے گا تو اُسے حضرت امام بخاریؒ کا یہ فعل ضرور مخالفِ حدیث نظر آئے گا لیکن اگر تعمّق و باریک بینی اور تفقہؒ کی نگاہ سے وہ دیکھے گا تو اسے کوئی مخالفت نظر نہ آئے گی اور ہر چیز اپنے مقام پر رہے گی کہ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کتنے عرصے میں قرآن کریم ختم کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہر رات آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اقرأ فی کل سبع لیالٍ مرّةً۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۵۵)	یعنی ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قرآن ختم کیا کرو۔

http://mujahid.xtgem.com

اور ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ :-

فاقرأفی سبع ولا تزد علی ذالک (بخاری ج۲ ص۷۵۶) ہفتہ میں صرف ایک بار پڑھو اور اس زیادہ مت کرو۔

حضرت امام بخاریؒ اختلافِ روایات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قال بعضھم فی ثلاث وفی خمس واکثرھم علی سبع (بخاری ج۲ ص۷۵۶) بعض نے تین راتوں میں اور بعض نے پانچ میں اور اکثر نے سات راتوں میں ایک بار ختم قرآن کا کہا ہے۔

گویا فنِ روایت کی رُو سے حضرت امام بخاریؒ نے اکثر روایات (اور ایک روایت میں ہے کہ اکثر رواۃ) کا اتفاق سات راتوں میں قرآن کریم کو ختم کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور بظاہر اسی کو ترجیح دی ہے۔ چلیئے تین ہی راتوں میں قرآن کریم ختم کرنے کی روایات کو لے لیجیے، تب بھی روایت اور حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین سے کم راتوں میں قرآن کریم ختم کرنے کا ذکر حضرت امام بخاریؒ کے پیشِ نظر نہیں ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُمّتِ مرحومہ میں بہت سے حضرات ایسے بھی ہوئے ہیں جو صرف ایک ہی رات میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں حضرت عثمان بن عفان المتوفی ۳۵ھ (قیام اللیل ص۶۱ و طبقات ابنِ سعدؒ ج۳ ص۵۳) حضرت تمیم داریؓ المتوفی سنہ ۴۰ھ (طحاوی ج۱ ص۲۰۵ و تہذیب التہذیب ج۱ ص۵۱۱) اور حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ (المتوفی ۷۳ھ طحاوی ج۱ ص۲۰۵ و قیام اللیل ص۶۳) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں اور ائمہ دین میں حضرت امام شافعیؒ صرف رمضان مبارک کے مہینہ میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۳۲۹) اور ایک مرتبہ انہوں نے ایک مسئلہ کی تلاش میں روزانہ تین مرتبہ اور تین دنوں میں نَو دفعہ قرآن کریم ختم کیا تھا (مفتاح الجنۃ ص۲۹ للسیوطیؒ طبع مصر) اور امام وکیعؒ بن الجراحؒ ایک رات میں قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے۔ (بغدادی ج۱۳ ص۴۷۰) امام الجرح والتعدیل یحییٰؒ بن سعید القطانؒ چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے۔ (بغدادی ج۱۴ ص۱۴۱ و تہذیب الاسماء واللغات نووی ج۲ ص۱۵۴)۔

ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں باحوالہ تاریخی طور پر اس کی پیش کی جا سکتی ہیں مگر ہمارا مقصد دلائل و حوالجات کا استیعاب نہیں ہم تو صرف اپنی بات کو مُبرہن کرنا چاہتے ہیں صرف

http://mujahid.xtgem.com

ایک حوالہ اور سُن لیجئے۔ حضرت امام بخاریؒ کے حالات میں کتُب تاریخ، طبقات، رولت اور اسماء الرجال میں یہ بھی مذکور ہے کہ :-

وکان یختم بالنہار فی کل یوم ختمۃ ویکون ختمہ عند الافطار کل لیلۃ ویقول عند کل ختم دعوۃ مستجابۃ۔ (تاریخ بغداد ج۲ ص۱۲ وطبقات الکبریٰ ج۲ ص۹ علامہ سبکیؒ والحطۃ ص۲۲)

امام بخاریؒ ہر روز دن کو ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے اور یہ ختم افطار کے وقت ہر شب کو ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ ہر ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ۔"

اگر حدیث مذکور کے ظاہری الفاظ کو دیکھا جائے تو بعض اہلِ ظاہر کی طرح یہ نظریہ قائم کرنا پڑے گا کہ مذکورہ دنوں سے کم میں قرآن پاک کو ختم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ہامش بخاری ج۲ ص۷۵۶) اور سلف صالحینؒ کے ان اکابر کو معاذ اللہ مکروہ تحریمی کا مرتکب کہنا پڑے گا۔ اگر حدیث کے ظاہری الفاظ کی مخالفت ہی سچ مچ مخالفت ہوتی ہے اور اس کی تہ میں کسی پنہاں معنیٰ اور مضمر حقیقت کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تو یقین جانیئے کہ ان اکابر کو مخالفِ حدیث کا لقب دیا جائے گا۔ اور کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی جس سے ان کی رستگاری ہو سکے مگر معاذ اللہ کہ کسی اہلِ علم کا ضمیر اور دل اس کو گوارا کرتا ہو کہ یہ اکابر مخالف حدیث تھے بلکہ اس حدیث کے دیگر بیان کردہ مطالب کے علاوہ ایک آسان مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کا یہ ارشاد اُمت پر شفقت اور ترحّم کے سلسلہ میں ہے تاکہ اتنے دنوں میں غور و فکر سے قرآن کریم پڑھا جائے اور اس کے معنی کو سمجھا جا سکے کیونکہ ہر آدمی تو مثلاً امام شافعیؒ نہیں کہ مسئلہ اجماع کے سمجھنے کے لیے تین دن میں تین سو مرتبہ قرآن کریم ختم کرے اور منتہائے نظر یہ ہو کہ یہ مسئلہ استنباط کرنا ہے، ہر ایک کو بھلا یہ مقام کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ ع

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

(۹) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کسی چیز سے نہی فرماتے ہیں لیکن الفاظ اس تفصیل اور تشریح سے خاموش ہوتے ہیں کہ اُس میں نہی کا درجہ کیا ہے ؟ حرام ہے یا خلاف اولیٰ ؟ مگر تاڑنے والی نگاہیں اپنی خداداد فراست و بصیرت اور تفقہ سے

http://mujahid.xtgem.com

اس کا مقام متعین کر لیتی ہیں مثلاً حضرت ام عطیہؓ کی حدیث میں آتا ہے کہ :۔

نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱) ہم عورتوں کو جنازوں میں شریک ہونے سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم پر اس کی تاکید نہیں کی گئی۔

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ :۔

كنا ننهى عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا (مسلم ج ۱ ص ۳۰۴) (ہم (عورتیں) جنازوں کے ساتھ جانے سے تو منع کی جاتی تھیں مگر ہم پر اس کی تاکید نہیں کی جاتی تھی۔

حضرت امام نوویؒ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

معناه نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذالك نهى كراهة تنزيه لا نهى عزيمة وتحريم۔ (نووی ج ۱ ص ۳۰۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازوں میں شریک ہونے سے منع کیا ہے لیکن یہ نہی تنزیہی کے درجہ کی ہے۔ یہ نہی تاکیدی اور تحریم کے مرتبہ کی نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام عطیہؓ نے اپنی بصیرت اور تفقہ سے آپ کی اس نہی کا درجہ قائم کیا ہے کہ یہ نہی تحریم کے درجہ کی نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ اور تنزیہی کے مرتبہ کی ہے، حالانکہ حدیث میں صرف نہی کے الفاظ ہیں، اور اس میں یہ تقسیم مذکور و موجود نہیں ہے مگر اس کے اندر کی حقیقت اور تہ کو سمجھنا بڑا اہم اور ضروری کام ہے اور اسی کو پا لینے کا نام تفقہ ہے۔

(۱۰) بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی حکم صادر فرماتے ہیں مگر وہ حکم صرف مشورہ کی حد تک ہوتا ہے اور اس کا ماننا اور نہ ماننا دونوں جائز ہوتے ہیں اور آپ کے ایسے حکم کا انکار (معاذ اللہ) آپ کی نافرمانی تصور نہیں ہوتی۔ مثلاً ملاحظہ کیجئے کہ جب حضرت بریرہؓ کو آزادی حاصل ہوئی تو شرعی مسئلہ کے تحت ان کو اپنے خاوند حضرت مغیثؓ کے پاس رہنے یا نکاح فسخ کرانے کی اجازت ملی، انہوں نے حضرت مغیثؓ سے رستگاری کو ترجیح دی اور وہ بے چارے گلیوں میں حضرت بریرہؓ کے پیچھے رو رو کر یہ التجا کرتے رہے کہ تو مجھ سے

http://mujahid.xtgem.com

الگ نہ ہو مگر وہ نہ مانیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بریرہ تو مغیثؓ کے پاس ہی رہے تو کیا اچھا ہے۔ وہ کہنے لگی کہ:

یارسول اللہ تامرنی؟ قال انما اشفع قالت فلا حاجۃ لی فیہ۔ (بخاری ج۲ ص۷۹۵ ومشکوٰۃ ج۲ ص۲۷۶)	یارسول اللہ! کیا آپ مجھ کو اس کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حکم تو نہیں دیتا ہاں صرف سفارش کرتا ہوں انہوں نے کہا تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

دیکھئے کہ حضرت بریرہؓ اپنے تفقہ فی الدین کی وجہ سے آپ کے حکم وارشاد کا درجہ خود آپ ہی سے متعین کرانا چاہتی ہیں کہ اگر یہ حکم اور امر ہے تو مجھے اس کے تسلیم کرنے سے کیا چارہ ہے؟ اور اگر صرف مشورہ ہے تو مجھے قبول کرنے یا نہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے بعد حضرت بریرہؓ نے وہی کچھ کیا جو ان کو پسند تھا اور حضرت مغیثؓ سے رہائی حاصل کر لی۔

(۱۱) بعض مواقع اور مقامات ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ ان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح الفاظ کی مخالفت ہی سے مرادِ رسالت اور منشائے نبوت کی تعمیل ہو سکتی ہے اور ظاہری الفاظ پر عمل کرنا جرم اور رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہوگا۔ یقین نہ آئے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ (المتوفیٰ سنہ ۵۱ھ) کی روایت ملاحظہ فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کے مسائل واحکام بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ تم نہ تو کعبہ کی طرف پیٹھ کرو اور نہ منہ۔ آگے فرمایا کہ:

شرقوا او غربوا۔ (بخاری ج۱ ص۲۶)	مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

اور ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ:

ولکن شرقوا او غربوا (مسلم ج۱ ص۱۳۰)	اور لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو

حضرت امام نوویؒ (وغیرہ) فرماتے ہیں کہ یہ حکم اہل مدینہ اور ان کی سمت والوں کو ہے جن کا قبلہ شمال یا جنوب رویہ ہے (محصلہ ج ص۱۳۰)

اب اگر ہم لوگ اس ملک میں مشرق یا مغرب کی طرف منہ کریں گے تو توہین قبلہ کا ارتکاب لازم آئے گا اور یہ بات منشائے نبوت کے خلاف ہوگی کیونکہ ہمارے علاقے کا محلِ

http://mujahid.xtgem.com

وقوع ہی ایسا ہے، لہٰذا ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صریح الفاظ کی مخالفت کرنا لازم ہے تاکہ ہمارے ملک میں اس حکم کی تہ میں جو مراد تو ہوت مضمر ہے اس پر عمل ہو سکے اور قبلہ کی تعظیم اور احترام ملحوظ رہے۔

(۱۲) پھر کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ خداوند عزیز کے حکم کی حقیقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے مجتہد کو حکم خداوندی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اپنے اجتہادی حکم پر عمل کرنا پڑے گا اور اس طریق سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ چنانچہ ایک طویل حدیث میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب لشکر کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو امراء لشکر کو نہایت ضروری اور مفید وصایا اور نصائح فرماتے۔ اور ان میں یہ بھی مذکور ہے کہ:۔

واذا حاصرت اھل حصن فارادوک ان تنزلهم على حكم الله فلا تنزلهم على حكم الله ولكن انزلهم على حكمك فانك لا تدرى اتصيب حكم الله فيهم ام لا ۔ (مسلم ج ۲ ص ۸۲ واللفظ لہٗ۔ وابوداؤد ج ۱ ص ۳۵۲ و ترمذی ج ۱ ص ۱۹۶ وابن ماجہ ص ۲۱۰)

اور جب تم اہلِ قلعہ کا محاصرہ کر لو اور وہ تم سے مصالحت کرتے ہوئے یہ ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اتارو تو تم ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر پناہ نہ دو لیکن تم ان کو اپنے حکم پر پناہ دو کیونکہ تم یہ نہیں جانتے کہ کیا تم ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پا سکو گے یا نہیں۔

اور اسی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اگر وہ تمہیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذمّہ پر راضی ہونے کی پیشکش کریں تو تم ان کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذمّہ پر مت پناہ دو بلکہ خود اپنے اور اپنے ساتھیوں کے ذمّہ پر پناہ دو، کیونکہ یہ بات نہایت آسان ہے کہ تم اپنے اور اپنے اصحاب کے ذمّہ کو برقرار نہ رکھ سکو یہ بہتر ہے بجائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولِ برحق صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ذمہ کو توڑو اور عہد شکنی کرو۔

غور کیجیے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کہ بجز اللہ تعالےٰ کے اور کسی کا حکم ہے ہی نہیں اور دوسری طرف اس صحیح حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امراء لشکر کو یہ حکم دیتے ہیں فلا تنزلهم على حكم الله کہ ان کو خدا تعالےٰ کے حکم

http://mujahid.xtgem.com

پر مت اتارو بلکہ اپنے حکم پر ان کو آمادہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ کے حکم کی حقیقت اور تہ تک تم رسائی حاصل نہ کر سکو۔ اس مقام پر ہمیں اس بحث سے کوئی غرض نہیں کہ کیا اجتہادی مسائل میں مصیبت ایک ہوتا ہے یا سب ہی مصیب ہوتے ہیں؟ یہ اپنے مقام کی بحث ہے مگر اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مجتہد بصورت خطا بھی اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے نہ کہ توبیخ و سرزنش کا۔

امام نووی الشافعیؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

ھذا النھی ایضاً علی التنزیہ والاحتیاط وفیہ حجۃ لمن یقول لیس کل مجتہد مصیباً بل المصیب واحد وھو الموافق لحکم اللہ تعالیٰ فی نفس الامر الخ (نووی ج۲ ص۸۲)	یہ نہی بھی تنزیہی اور برائے احتیاط ہے اور اس میں ان لوگوں کے لیے حجّت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا بلکہ مصیب صرف وہی ہوتا ہے جس کا فیصلہ نفس الامر میں اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق ہو۔

اندازہ فرمایئے کہ ایک مقام وہ بھی نکل آیا جہاں مجتہد بحکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم خدا تعالےٰ کے حکم سے بایں وجہ صرفِ نظر کرتے ہوئے کہ وہ شائد اُس تک نہ پہنچ سکے اپنے حکم پر فیصلہ کرنے کا مامور ہے، علاوہ ازیں آپ کی اس ممانعت اور نہی میں تحریم و تنزیہ کی کوئی قید موجود نہیں مگر امام نوویؒ وغیرہ فلا تنزلھم کی نہی کو تنزیہی پر حمل کرتے ہیں۔ غور فرمایئے کہ ان دقیق اور عمیق علمی باریکیوں کو بھلا درایت و فراست بصیرت و فہم اور فقہ واجتہاد کے بغیر کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟ مگر ظاہر بینوں کی بے جا شکایات کو دیکھا جاتے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ فلاں بھی حدیث کا منکر ہے اور فلاں بھی مخالف حدیث ہے اور فلاں بھی تارکِ حدیث، تارک سُنّت اور زمرہ اہل حدیث سے خارج ہے اور فلاں بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ہاں مگر صرف وہی عامل بالحدیث اہلحدیث اور اصحاب الحدیث ہیں، باقی سب دنیا اہلحدیث کہلانے کی مستحق نہیں ہے مگر ایسی بیجا شکایات کا کیا علاج ہے؟ ؎

کس سے کہوں کہ لاکھ اُمیدیں مٹا گئی　　وہ ایک بات رنجشِ بیجا کہیں جسے

http://mujahid.xtgem.com

قارئین کرام! سلسلۂ کلام دراز اور نطاق بیان وسیع ہوتا جارہا ہے۔ ہم صرف انہی مثالوں پر سردست اکتفا کرتے ہیں جن سے ہر منصف مزاج باآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ کے علاوہ اس کے اندر اور اس کی تہ میں کہیں شرط نخفتہ ہوتی ہے اور کہیں قید پوشیدہ ہوتی ہے، کہیں کوئی علت اور لم پنہاں ہوتی ہے اور کہیں برعکس ظاہری الفاظ کے ادب مستحب مضمر ہوتا ہے۔ کہیں امر میں استحباب و اباحت کے مراتب مخفی ہوتے ہیں اور کہیں نہی میں احتیاط و تنزیہ کارفرما ہوتے ہیں۔ کہیں ترفق و ترحم سبب قرار پاتے ہیں اور کہیں مشورہ وسہولت کا مقام ہویدا ہوتا ہے اور کہیں صاف لفظ تو کچھ کہتے ہیں مگر ان کے اندر معنیٔ مستنبط کوئی اور ہی جھلکتا ہے جس کو صرف فقیہ اور مجتہد کی نظر بصیرت اور فراست علمی ہی تاڑ سکتی ہے اور باقی پوست کے دلدادہ مغز کی لطف اندوزی سے یکسر محروم اور حرماں نصیب رہتے ہیں۔ سچ ہے کہ ؎

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں
اُسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

اس تمام بحث کے بعد ہم ظاہر بینوں کی لفظ پرستی کی سردست صرف ایک ہی مثال عرض کر کے اس عنوان کو ختم کرتے ہیں۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ (المتوفی ۷۳ھ) اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ سے روایت آتی ہے کہ:۔

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى ان يبال فى الماء الراكد۔ وعن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا يبولن احدكم فى الماء الدائم ثم يغتسل منه۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راکد اور دائم (یعنی رکے ہوئے) پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔ اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص رکے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے ہوسکتا ہے کہ کہیں پھر اسے اس سے غسل کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔

تمام نظر وبصیرت والے فقہاء کرامؒ اور محدثین عظامؒ یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح رکے

http://mujahid.xtgem.com

ہوئے پانی کے اندر پیشاب کرنا ممنوع ہے بعینہٖ اسی طرح پاخانہ بھی ممنوع ہے اور حرام جانوروں کے پیشاب کا بھی یہی حکم ہے اور ایسے پانی کے قریب بھی پیشاب ممنوع ہے جو بہہ کر پانی میں چلا جائے اور کسی کوزے یا برتن میں پیشاب کرکے پانی میں ڈال دینا بھی منع ہے کیونکہ علت یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں پانی ناپاک اور نجس ہو جائے گا۔ مگر مشہور محدث داؤدؒ بن علی الظاہریؒ (المتوفی سن۲۷۰ھ) اور اسی طرح دیگر بعض اہل الظاہرؒ الفاظ پر جمود کا شکار ہو کر اس کے خلاف نظریہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام نوویؒ الشافعیؒ لکھتے ہیں:۔

حکی عن داؤد بن علی الظاھری ان النھی یختص ببول الانسان بنفسہٖ وان الغائط لیس کالبول وکذا اذا بال فی اناء ثم صبّہ فی الماء او بال بقرب الماء وھٰذا الذی ذھب الیہ خلاف الاجماع وھو من اقبح مانقل عنہ فی الجمود علی الظاھر واللہ اعلم۔ (نووی ج۱ ص۱۳۸)

داؤدؒ بن علی الظاہریؒ سے حکایت کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ نہی صرف انسان کے پیشاب سے مخصوص ہے اور پاخانہ پیشاب کے حکم میں نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب کوئی شخص برتن میں پیشاب کرکے پانی میں ڈال دے یا پانی کے قریب پیشاب کرے اور وہ بہہ کر پانی میں چلا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ داؤد ظاہریؒ کا یہ مذہب اجماع کے خلاف ہے اور جمود علی الظاہر کی بدترین مثال ہے۔

گویا انسان کا پاخانہ اور اس کا لوٹے میں پیشاب کرکے پانی میں ڈال دینا یا پانی کے قریب پیشاب کرنا جو بہہ کر پانی میں چلا جائے اور اسی طرح کتے اور گدھے وغیرہ کا پیشاب ماء راکد کو نجس نہیں کرتا یہ ہے تفقہ کے بغیر ظاہری الفاظ پر عمل بالحدیث کا نمونہ۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اور شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ:۔

مما یعلم قطعا بطلانہ ماذھب الیہ الظاھریۃ الجامدۃ من ان الحکم مخصوص بالبول فی الماء حتی لو بال فی کوز وصبّہ فی الماء لم یضر عندھم اولو بال خارج الماء فجری البول الی الماء لم

اہل ظاہر کی اس بے جا جمود کا بطلان قطعی طور پر معلوم ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم پانی کے اندر پیشاب کرنے کے ساتھ مخصوص ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کوزے میں پیشاب کرکے اس کو پانی میں بہا دے تو ان کے نزدیک

http://mujahid.xtgem.com

یضر عندھم ایضاً والعلم القطعی حاصل ببطلان قولھم لاستواء الامرین فی الحصول فی الماء فان المقصود اجتناب ماوقعت فیہ النجاسۃ من الماء ولیس ھٰذا من محال الظنون بل ھو مقطوع بہ (احکام الاحکام ج ۱ ص ۸ طبع انصاری دھلی)

یہ مضر نہیں ہے اور اسی طرح اگر کسی نے پانی کے باہر پیشاب کیا اور وہ بہہ کر پانی میں چلا گیا تو یہ بھی ان کے نزدیک مضر نہیں ہے اور علم قطعی سے یہ بات معلوم ہے کہ ان کا یہ قول بالکل باطل ہے کیونکہ پانی کے نجس ہونے کیلئے دونوں باتیں برابر ہیں۔ کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ پانی کو نجاست سے بچایا جائے اور یہ کوئی ظن کا محل نہیں بلکہ قطعی امر ہے۔

داد دیجئے اس عمل بالحدیث کی کہ ظاہری الفاظ کو لے کر کس قدر غلطی کی ہے اور رُوحِ شریعت کی کس طرح خلاف ورزی کی ہے اور افصح العرب اور صاحب جوامع الکلم (علی صاحبہا الف الف تحیتہ) کے بلیغ جملوں کو کس طرح حماقت کی نذر کر دیا ہے۔ فوا اسفا! اور حیرت ہے کہ اس قسم کے حضرات ہی اہل الرائے پر اس طرح برستے ہیں جس طرح بلا وقفہ موسم ساون کی موسلا دھار بارش برستی ہے اور ان حضرات کو اہل فقہ اور اصحاب الرائے کی غلطیاں تو شب تاریک میں ریت کے باریک ذرات میں بھی نظر آجاتی ہیں مگر اپنی پہاڑ جیسی کوتاہیاں آفتاب نصف النہار میں بھی نظر نہیں آتیں۔ سچ ہے کہ ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

امام سبکیؒ نے اہل ظاہر کے اختلاف کے بارے میں تین مسلک نقل کئے ہیں کہ ان کا اختلاف مطلقاً معتبر ہے، مطلقاً معتبر نہیں۔ قیاس جلی کے خلاف ہو تو معتبر نہیں ورنہ معتبر ہے۔ اور قاضی ابوبکرؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

ان اصحاب الظاھر لیسوا من علماء الشریعۃ وانما ھم نقلۃ ان ظھرت الثقۃ (طبقات ج ۲ ص ۴۵)

اصحاب ظاہر علماء شریعت سے نہیں ہیں بلکہ وہ صرف نقال ہیں جب کہ ان کی ثقاہت ظاہر ہو۔

الحاصل

حضرت امام ابوحنیفہؒ پر قدیماً وحدیثاً جتنے بھی اعتراضات کئے گئے ہیں وہ حسد و تعصب

http://mujahid.xtgem.com

مذہبی اور جہالت ولاعلمی کی پیداوار ہیں جن کی دلائل وبراہین کی دنیا میں سرے سے کوئی وقعت ہی نہیں ہے اور کچھ علمی طور پر ایسے اعتراضات بھی ہیں جو بعض حضرات نے دیانۃً اٹھائے ہیں مگر ان کے صحیح اور معقول جوابات بھی علماء احنافؒ نے اپنے مقام پر ذکر کر دیئے ہیں اور ایسے فقہی جزئیات اور اجتہادی مسائل میں جس طرح حضرت امام ابُوحنیفہؒ کے معصوم عن الخطاء ہونے کا دعوٰے نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح باقی ائمہ مجتہدینؒ کا معصوم عن الخطاء ہونا بھی یقیناً باطل ہے اور ایسے مقام میں بجز اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ کل احد یوخذ عنہ ویترک الا قول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ ع

کہ چوں باو نرسیدی تمام بولہبی است

شیخ الاسلام ابن عبدالبرؒ حضرت امام ابُوحنیفہؒ کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

الّذین رووا عن ابی حنیفۃ ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الّذین تکلّموا فیہ والذین تکلّموا فیہ من اھل الحدیث اکثر ما عابوا علیہ الاغراق فی الرأی والقیاس والارجاء اھ (جامع بیان العلم ج۲ ص۱۴۹ طبع مصر)

کہ جن لوگوں نے امام ابُوحنیفہؒ سے روایت کی اور ان کی توثیق کی اور ان کی تعریف کی ہے وہ اُن سے بدرجہا زیادہ ہیں جنہوں نے ان میں کلام کیا ہے اور جن اہل حدیث نے ان میں کلام کیا انہوں نے ان کا زیادہ عیب یہ نکالا ہے کہ وہ رائے وقیاس اور ارجاء میں منہمک ہیں ۔

ہم پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ جس معنیٰ میں امام صاحبؒ مرجئہ تھے وہ قابلِ اعتراض نہیں ہے اور جس رائے اور قیاس کے وہ قائل تھے وہ خود جناب رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے ثابت ہے، پھر ان پر اعتراض کیوں اور کیسے؟ اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فمن قرأ فضائل مالکؒ وفضائل الشافعیؒ وفضائل ابی حنیفۃ بعد فضائل الصحابۃ والتابعینؒ وعنیٰ بہا ووقف علیٰ کریم سیرھم وھدیھم کان ذالک لہ عملاً زاکیاً نفعنا اللّٰہ

جس نے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے بعد امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابُوحنیفہؒ کے فضائل پڑھے اور ان کا اہتمام کیا اور ان کی عمدہ سیرت اور خصلت پر مطلع ہوا تو یہ اس

http://mujahid.xtgem.com

بحب جميعهم قال الثوری رحمه الله عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة ومن لم يحفظ من اخبارهم الاما بدر من بعضهم فی بعض على الحسد والهفوات والغضب والشهوات دون ان يعنى بفضائلهم حرم التوفيق ودخل فی الغيبة وحاد عن الطريق اهـ

(جامع بیان العلم ج۲ ص۱۶۲)

کا ایک مستقل عمل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کی محبت سے نفع عطا فرمائے۔ امام ثوریؒ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اور جس شخص نے ان کی خبروں میں سے صرف وہی خبریں یاد کرلیں جو بعض سے انکے بارے میں حسد، بیہودگی، غصّہ اور نفس پرستی کے طور پر صادر ہوئی ہیں بغیر اس کے کہ ان کے فضائل بھی یاد رکھے تو وہ شخص حرماں نصیب ہے اور وہ غیبت میں داخل ہوگیا اور راہِ راست سے دُور ہوگیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:۔

كما ان ابا حنيفة وان كان الناس خالفوه فی اشياء وانكروها عليه فلا يستريب احد فی فقهه وفهمه وعلمه وقد نقلوا عنه اشياء يقصدون الشناعة عليه وهی كذب عليه قطعا مثلا مسئلة الخنزير البرّی ونحوها اهـ

(منہاج السنۃ ج۱ ص۲۵۹ طبع مصر)

مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت دیکھیے کہ اگرچہ لوگوں نے ان کے ساتھ بہت سی چیزوں میں مخالفت کی ہے اور ان کی وجہ سے ان پر انکار بھی کیا ہے مگر کوئی شخص ان کی فقاہت، فہم اور علم میں شک نہیں کرسکتا اور لوگوں نے محض اُن کی عیب جوئی کرتے ہوئے ان کی طرف کچھ ایسی چیزیں بھی منسوب کی ہیں جو قطعی طور پر جھوٹ ہیں جیسے جنگلی خنزیر کا حلال ہونا وغیرہ۔

سب سے بڑھ کر امام صاحبؒ کے مثالب جن حضرات نے ذکر کئے ہیں۔ ان میں علّامہ خطیب بغدادی الشافعیؒ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں اور ان کا تعصّب بھی ایک کھُلی ہوئی حقیقت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن الجوزی الحنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ جو الامام العلامة الحافظ اور عالم العراق تھے۔ تذکرہ ج۴ ص۱۳۱) اپنی سند کے ساتھ اسمٰعیلؒ بن ابی الفضل القومسی الاصبہانیؒ سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

وكان من اهل المعرفة بالحديث يقول ثلاثة من الحفاظ لا أحبهم لشدة تعصبهم وقلة انصافهم الحاكم ابو عبد الله وابو نعيم الاصبهاني وابوبكر الخطيب وصدق اسمٰعيل وكان من اهل المعرفة الخ

وہ حدیث کے جاننے والے تھے فرماتے تھے کہ تین حفاظ کو میں نہیں پسند کرتا کیونکہ وہ سخت متعصب اور قلیل الانصاف ہیں امام حاکمؒ ابو نعیم اصبہانیؒ اور خطیبؒ بغدادی اور اسماعیلؒ نے بالکل سچ کہا اور وہ اہل معرفت سے تھے۔

(المنتظم ج ۸ ص ۲۶۹ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد)

اور اسی قسم کا مقولہ بعینہٖ ان الفاظ کے ساتھ سعدؒ بن علی الریحانیؒ سے بھی منقول ہے (ملاحظہ ہو السہم المصیب ص ۱۱۹ لملک المعظمؒ)

اور الملک المعظمؒ لکھتے ہیں کہ:۔

قلت كان اسمٰعيل هذا حافظا ثقة صدوقا له معرفة بالرجال والمتون عزيز الديانة اھ (السہم المصیب ص ۱۳۴)

میں کہتا ہوں کہ اسمٰعیلؒ مذکور حافظ ثقہ اور صدوق تھے ان کو رجال اور متون میں خاصی مہارت حاصل تھی اور عمدہ دیانت کے مالک تھے۔

حافظ ابن الجوزیؒ نے یہ مضمون اپنی کتاب السہم المصیب میں بھی ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں لکھا ہے کہ:۔

واما الخطيبؒ فانه زاد عليهما في التعصب وسوء القصد اھ

امام خطیبؒ ان دونوں پر تعصب اور برے قصد میں بڑھے ہوئے ہیں۔

(بحوالہ تانیب الخطیب ص ۱۱ طبع مصر)

اور بہت افسوس کی بات تو یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے مثالب میں جو روایات وہ نقل کرتے ہیں فن روایت کے لحاظ سے وہ نہایت ضعیف کمزور اور مخدوش ہیں، بجائے اس کے کہ ہم الملک المعظمؒ کی السہم المصیب یا علامہ کوثریؒ کی تانیب الخطیبؒ کے حوالجات سے علامہ خطیبؒ کی ان روایات اور ان کے راویوں کا حال ذکر کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر حنفی ہی کا حوالہ عرض کر دیں تاکہ تعصب مذہبی کا وہم پیدا نہ ہو۔

امام ابن حجر مکی الشافعیؒ علامہ خطیب بغدادیؒ کی ان روایات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے

http://mujahid.xtgem.com

ہیں کہ :-

ومما یدل علی ذالک ایضاً ان الاسانید التی ذکرها للقدح لا یخلوا غالبها من متکلم فیہ او مجھول ولا یجوز اجماعاً ثلم عرض مسلم بمثل ذالک فکیف بامام من ائمۃ المسلمین اھ (الخیرات الحسان ص۶۹)

اس پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی قدح میں جو سندیں پیش کی ہیں وہ بیشتر متکلم فیہ رواۃ یا مجھول روایوں سے منقول ہیں اور ایسی اسانید سے بالاتفاق کسی مسلمان کی ہتک عزت نہیں کی جا سکتی چہ جائیکہ مسلمانوں کے امام کی۔

علامہ خطیب بغدادیؒ نے جہر بسم اللہ اور قنوت کے مسئلہ میں کتابیں لکھی ہیں۔ قنوت کے بارے میں حضرت انسؓ کی یہ روایت بھی نقل کرتے ہیں کہ :-

مازال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی صلوٰۃ الصبح حتی مات ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تا دم وفات صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے۔

اور اس پر وہ بالکل سکوت اختیار کر جاتے ہیں بلکہ اس سے احتجاج کرتے ہیں۔ امام ابن الجوزی الحنبلیؒ جوش میں آکر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وسکوتہ عن القدح فی ھذا الحدیث و احتجاجہ بہ وقاحۃ عظیمۃ وعصبیۃ باردۃ وقلۃ دین لانہ یعلم انہ باطل اھ (بحوالہ نصب الرایہ ج۲ ص۱۳۶ طبع مصر)

خطیب بغدادیؒ کا اس روایت پر سکوت کر جانا اور اس سے احتجاج کرنا بڑی ڈھٹائی اور نرا تعصب اور کم دینی ہے کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔

اور علامہ ذہبی الحنبلیؒ نے بھی ان کی اس اخلاقی پستی کا رونا رویا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

احمد بن علی بن ثابت الحافظ ابوبکر تکلم فیہ بعضھم وھو وابو نعیم وکثیر من العلماء المتاخرین لا اعلم لھم ذنبا اکبر من روایتھم الاحادیث الموضوعۃ فی تالیفھم غیر محذرین منھا وھذا اثم وجنایۃ علی السنن فاللہ یعفو

علامہ خطیب بغدادیؒ اور ابو نعیمؒ اور بہت سے علماء متاخرینؒ کا گناہ میں اس سے بڑھ کر نہیں جانتا کہ وہ بے تحاشا اپنی کتابوں میں جعلی روایتیں نقل کرتے ہیں اور یہ گناہ ہے اور سنت و حدیث پر ایک جنایت اور ظلم ہے۔ سو اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان سب کو

http://mujahid.xtgem.com

عنا وعنهم اھ (الرواۃ الثقات المتکلم فیہم کو معاف فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بسا لا یوجب رد ھم ص۱۱ طبع مصر)

قارئین کرام آپ انصاف کے ساتھ ان اقتباسات کو دیکھیں کہ بقول علامہ ذہبیؒ خطیب بغدادیؒ، ابونعیمؒ اور اکثر متاخرین نے سنت پر کس قدر ظلم کیا ہے کہ اپنی کتابوں میں بے تحاشا جعلی حدیثوں کی بھرمار کر دی ہے حالانکہ من کذب علیّ الحدیث بقول علامہ ابن الصلاح (المتوفی ۶۴۳ھ) درجہ اوّل کی متواتر حدیث ہے (شرح نخبہ ص۱۱) اور امام ابو محمد الجوینیؒ (المتوفی ھ) کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنا اور جعلی حدیث بنانا کفر ہے اور جمہور محدثین اس پر متفق ہیں کہ بلا بیان موضوع حدیث کو روایت کرنا حرام ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۵۹) یہ وہی علامہ ذہبیؒ ہیں جن کے بعض حوالوں سے مؤلف نتائج التقلید نے (ص۱۹۹، ۲۰۰ میں) دھوکا دیا ہے ان ٹھوس اور معنی خیز حوالوں کو بھی دیکھیں اور علامہ خطیبؒ کی کتابوں سے متاثر ہو کر حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے امام المسلمین کی پگڑی اچھالنے والوں کی دیانت اور علمی انصاف بھی ملاحظہ فرمائیں۔ افسوس ہے کہ اہل علم جو ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنے اور سوچنے کے عادی تھے اٹھتے چلے گئے اور اعجاب کل ذی رأی برأیہ کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اب ہم ان مبارک اور منصف مزاج ہستیوں کو کہاں سے تلاش کریں جن کے دیکھنے کے لیے ہماری آنکھیں ترستی ہیں۔ آہ ؎

پیر مغاں کا دم کہاں، اس کی وہ بزم جم کہاں
بادہ نہیں تو ہم کہاں، زیست یہ زیست ہی نہیں

اختلافات تو پہلے بھی ہوتے تھے لیکن عموماً ان میں زیادہ تر ملحوظ احقاق حق اور فریق ثانی کی علمی خامیوں پر اُسے آگاہ کرنا ہوتا تھا، اور اس میں خیر خواہی، ہمدردی اور دلسوزی کا حتی الوسع خیال ملحوظ رکھا جاتا تھا اور باوجود اختلاف کے فریق ثانی کی علمی اور خداداد بصیرت کی قدر ہوتی تھی یہ انداز تو ہرگز نہ ہوتا تھا جو آج اختیار کیا جا رہا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ کرامؒ کو معاذ اللہ گمراہ ثابت کر کے ہی دم لیا جائے اور ان کی تمام خوبیوں اور کمالات کو یکسر پس پشت ڈال دیا جائے اور ان کی علمی تحقیقات کو معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشا

http://mujahid.xtgem.com

عین مدّ مقابل لاکھڑا کر دیا جائے اور یہ باور کرانے کی بیجا سعی کی جائے کہ ان حضرات نے ایک متوازی دین قائم کر رکھا ہے جس سے اصل دین کی بنیادیں ہی کھوکھلی کر دی گئی ہیں اور یہی حضرات دین حق میں رخنے ڈالنے کے اصل ذمہ دار ہیں (العیاذ باللہ) اور خیر سے بات خود نہیں سمجھی ہوتی کہ ان بزرگوں نے کیا فرمایا اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ اور ان کے بیان کردہ مسائل کی کڑی کن نصوص روشن براہین اور صحیح دلائل سے جا ملتی ہے؟ اور اگر بمقتضائے بشریت ان سے کہیں کوئی علمی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو اس کی مناسب توجیہ بیان کر کے ان سے بدظنّی کو دور کیا جائے مگر یہ کام تو صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہو اور علم اور اہلِ علم کی قدر و منزلت ہو اور تحزّب (گروہ بندی) اور تعصب سے بچے ہوئے ہوں وَقَلِیْلٌ مَّاهُمْ۔
غرضیکہ ائمہ دین کے بارے میں طعن و لعن اور سبّ و شتم تو بڑی چیز ہی ہے ان کے متعلق سوءِ ظن بھی کچھ کم گناہ نہیں جو بزبانِ حال یہ کہتے ہیں ؎

ارے مالی نہ دے گالی بگاڑا ہم نے کیا تیرا — چمن ہے سیر کرنے کو نہ گھر تیرا نہ گھر میرا

---

http://mujahid.xtgem.com

باب ہشتم

ایک لطیف بحث

غیر مقلّدین حضرات نے فقہ حنفی اور کتُبِ فقہ حنفی اور مسائل فقہ حنفی کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرانے اور عوام کو ان سے بدظن کرنے کے لیے کئی حربے اختیار کر رکھے ہیں۔ کبھی تو کتبِ فقہ سے کمزور ضعیف اور متروک العمل جزئیات چُن چُن کر عوام کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہ ہے حنفی فقہ، جیساکہ داد حق، حقیقت الفقہ جلد دوم، نتائج التقلید اور شمع محمّدی وغیرہ میں یہ طریق اختیار کیا گیا ہے مگر ازروئے انصاف اس پر غور نہ کیا کہ فقہ کی ہر جزئی اور ہر مسئلہ حضرت امام ابُوحنیفہؒ کا فرمودہ نہیں بلکہ بیشتر مسائل بعد کے فقہائے کرامؒ اور خصوصیّت سے متأخرین کی تخریجات ہیں اور ظاہر بات ہے کہ غیر معصوم اور غیر مجتہد کے نظریات میں خطاء اور غلطی کا پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے، کہ غیر مقلّدین حضرات نے کتُب فقہ کے جو حوالے پیش کئے ہیں ان میں بعض مقامات میں حوالجات کے اندر قطع و برید اور بعض میں کم فہمی اور کج فہمی کی وجہ سے ناجائز مطلب براری بھی بیشتر مسائل میں شامل ہے۔ اور جن مسائل کو اغلاط سے تعبیر کیا جا سکتا ہے وہ صرف معدودے چند مسائل ہی ہیں باقی سب غیر مقلّدین حضرات کی کج فہمی ہے۔ اگر ہم فقہاء احنافؒ کے حوالے اس پر عرض کریں تو شاید غیر مقلّدین حضرات کو ان سے اطمینان نہ ہو اس لیے خود اُن کے گھر کا ایک حوالہ سردست عرض کیے دیتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد اور صاحبِ قلم عالم مرزا حیرت صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

"جو کتابیں کہ فقہ حنفی کی کہلاتی ہیں ان سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ ایک ایک حرف امام اعظمؒ کا ہے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسے مجتہد (فی الفروع، صفدر) کی کتاب ہے جس کا رجحان بعض مسائل میں امام صاحبؒ کی طرف تھا۔ یہ بدیہی امر ہے کہ آج تک امام صاحبؒ کے کسی خاص شاگرد یا معتقد نے بالکلیہ امام کے ہر مسئلہ کو تسلیم نہیں کیا۔ صاحبینؒ بہت سی باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں گو انہوں نے اپنا کوئی نیا مذہب نہیں قائم کیا" (حیات طیبہ ص۲۴۵)

ہمارا بھی اس پر صاد ہے، نہ تو ہر مسئلہ اور جزئی جو کتب فقہ میں مسطور و مذکور ہے حضرت امام اعظمؒ کی فرمودہ ہے اور نہ ہر جزئی اور مسئلہ صحیح اور معمول بہا ہے اور نہ اس کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کی شخصیت اور فقہ حنفی پر اعتراض درست ہے اور نہ ایسی متروک اور ناقابلِ عمل جزئیات کی وجہ سے وہ کتابیں ہی سرے سے مخدوش قرار دی جا سکتی ہیں جن میں ان متروک جزئیات کے علاوہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں مسائل قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمّت کے عین مطابق اور معمول بہا ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو غیر مقلدین حضرات کے مسلّم اور معتبر علماء کی کتابوں سے ایسی ہی مردود جزئیات اور متروک مسائل پیش کر سکتے ہیں ج العرف الجادی۔ روضۃ الندیہ، دلیل الطالب، بدور الاھلہ اور ایسی ہی دیگر متعدد کتابیں ہمارے پیشِ نظر ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ ہم اتنے کم حوصلہ نہیں ہیں، کہ غیر مقلدین حضرات کی غلط روی سے متاثر ہو کر طعنہ بازی پر اُتر آئیں۔ ہم تو صرف اصولی بات عرض کر رہے ہیں۔ ہم اس مسئلہ کو یوں پیش کر سکتے ہیں کہ جس طرح کتبِ حدیث میں (باستثنائے صحیحین) بیسیوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں حدیثیں ضعیف معلول منکر بلکہ خالص جعلی اور من گھڑت بھی موجود ہیں۔ مگر نہ تو کسی دیانتدار اور خدا ترس فرقہ اور فرد نے ان ضعیف اور موضوع حدیثوں کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر کوئی اعتراض کیا ہے (منکرین حدیث اور باطل فرقوں کی بات نہیں ہو رہی اہل حق کی بات ہو رہی ہے) اور نہ اس قسم کی ضعیف اور موضوع روایات کی وجہ سے کسی متدیّن نے علمِ حدیث ہی کا انکار کیا ہے؟ اور نہ اُن کتابوں کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرایا ہے جن میں یہ باطل اور موضوع حدیثیں موجود ہیں، بس یہی کرتے ہیں کہ ان روایات کو رد کرتے ہوئے صحیح اور حسن قسم کی روایات کو قابلِ عمل گردانتے ہیں۔

http://mujahid.xtgem.com

نہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کوئی حرف رکھتے ہیں اور نہ حدیث کو ناقابلِ اعتماد اور متروک العمل سمجھتے ہیں اور نہ ان حدیثوں کو اپنی کتابوں میں درج کرنے والے محدّثینِ کرامؒ پر برستے ہیں۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

ولا ریب ان القیاس فیہ فاسد وکثیر من الفقہاء قاسوا اقیسۃ فاسدۃ بعضہا باطل بالنّص وبعضہا مما اتفق السلف علی بطلانہ لکن بطلان کثیر من القیاس لا یقتضی بطلان جمیعہ کما ان وجود الکذب فی کثیر من الحدیث لا یوجب کذب جمیعہ اھ

(منہاج السنّۃ ج۲ ص۹۲ طبع مصر)

کوئی شک نہیں کہ بعض قیاس فاسد بھی ہوتے ہیں اور بہت سے فقہائنے فاسد قسم کے قیاسات بھی کیے ہیں بعض کا بطلان تو نص سے اور بعض کا اتفاق سلف سے ثابت ہے لیکن ایسے بہت سے قیاسات کا بطلان اُس کا متقاضی تو نہیں کہ سارا قیاس ہی باطل ہو جائے جس طرح کہ بہت سی حدیثوں میں جھوٹ کے پائے جانے سے یہ تو لازم نہیں کہ سب حدیثیں ہی جھوٹی ہو جائیں۔

اگرچہ اُصولی طور پر یہ جواب بالکل کافی ہے مگر ہم غیر مقلّدین حضرات کے تعصّب اور عناد کو پیشِ نظر رکھتے ہوتے اس کی ذرا زیادہ وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تفریحِ طبع کے لیے ان کی مرکزی کتاب کے چند حوالے عرض کر دیں جس پر ان کے تقریباً سبھی علماء کی تصدیقات و تقریظات ثبت ہیں۔ ان کی مرکزی کتاب نتائج التقلید میں لکھا ہے کہ :۔

" مصنّف ہدایہ کا باطل طوفان۔ مصنّف ہدایہ کا قلم اس درجہ بے دھڑک اور بے خوف ہے کہ جھوٹ و افتراء میں اسے انتہائی لذّت و حلاوت محسوس ہوتی ہے، چنانچہ تراویح باجماعت کو سنّت ثابت کرنے کی غرض سے واضح الفاظ میں لکھا ہے :۔

انہا سنّۃ کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃؒ لانہ واظب علیہ الخلفاء الراشدون (ھدایہ ج۱ ص۱۳۵ مطبوعۃ مجتبائی دھلی) تراویح باجماعت سنّت ہے کیونکہ حسنؒ بن زیادؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ خلفاء راشدینؓ نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے

http://mujahid.xtgem.com

اصلیت واقعہ یہ ہے کہ حضرت امام کا یہ قول زندگی میں تو کیا بعد وفات خواب میں بھی حسنؒ یا کسی دوسرے شاگرد سے منقول نہیں اور قطعاً نہیں گویا کہ حضرت امامؒ پر یہ ہدایہ ایسی مقدس و مستند کتاب کا کھلم کھلا افتراء ہے۔ جس کتاب کی تقدیس کا یہ عالم ہو اسے حنفی مذہب کی اساس قرار دینا جنون اور مذہب سے مسخری مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ حافظ زیلعیؒ جو کہ حنفی مذہب کا ذمہ دار رکن اور تخریج ہدایہ کا ببانگِ دہل مدعی ہے مصنف ہدایہ کے اس افتراء عظیم کو دیکھ کر انتہائی شرمندہ و نادم ہو کر اس پر کچھ ذکر کیے بغیر خاموشی سے گزر گیا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ جو تخریج ہدایہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اپنی ناپید اکنار علمی معلومات کے باوجود ہدایہ کے اس قولِ باطل پر حیرت زدہ ہو کر فرماتے ہیں: ماوجدنا یعنی مصنفِ ہدایہ کے اس قول کا کہیں سراغ و نشان نہیں ملا ع

"جو من میں آیا اسے نام شریعت دے دیا" (نتائج التقلید ص۱۵۷)

اور مؤلف مذکور نے ص۷۵ تا ص۷۹ میں صاحب ہدایہ، صاحب درمختار اور توضیح و تلویح وغیرہ کے بارے میں بزعم خویش جعلی اور موضوع حدیثیں نقل کرنے کی آڑ میں خوب جلی کٹی سنائی ہیں۔ اس عبارت میں مؤلف نتائج التقلید نے جس طرح دل کھول کر صاحب ہدایہ اور علامہ زیلعیؒ پر قلبِ ماؤف کی بھڑاس نکالی ہے وہ محتاجِ تشریح نہیں ہے۔ تراویح کے مسئلہ پر الگ رسالہ کی ترتیب پیش نظر ہے اس لیے ہم اس پر یہاں بحث نہیں کرنا چاہتے۔ اس میں ہم بفضلہ تعالیٰ بتائیں گے کہ آیا صلوٰۃ تراویح کا حضرات خلفاء راشدینؓ سے ثبوت ہے یا نہیں؟ اور جب انہوں نے اس پر عمل شروع کیا تو کیا اس پر انہوں نے مواظبت کی تھی یا نہیں؟ یہ اور اس قسم کے اور کئی مسائل انشاء اللہ وہاں ہی عرض ہوں گے۔ سردست یہ بتانا مقصود ہے کہ مؤلف نتائج التقلید نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے جو ماوجدنا کے الفاظ نقل کئے ہیں وہ غلط ہیں۔ ان کے الفاظ لم اجدہ ہیں (دیکھیے درایہ ص۱۲۳) علاوہ ازیں مؤلف نتائج التقلید اور اس کے جملہ مصدقین حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حافظ ابن حجرؒ نے مستقل طور پر احادیث ہدایہ کی تخریج نہیں کی جیسا کہ مؤلف نتائج التقلید اور اس کے حواریوں نے غلط سمجھ رکھا ہے بلکہ حافظ موصوفؒ نے علامہ زیلعیؒ کی تخریج ہدایہ کی تلخیص کی ہے اور اس کا نام الدرایہ رکھا ہے اور ص۲ میں انہوں نے اس کی تصریح کی ہے اور مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۳۸ میں اس کی تصریح موجود

http://mujahid.xtgem.com

ہے۔ قطع نظر ان تمام باتوں سے جو بات ہم یہاں عرض کرنا چاہتے ہیں وہ غور سے ملاحظہ فرمائیے:۔

اگر ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ کی پوزیشن اس لیے مخدوش ہے کہ اس میں بعض بے اصل اور فرض کیجیے معلول بلکہ موضوع اور جعلی حدیثیں بھی درج کی گئی ہیں تو مؤلف نتائج التقلید اور ان کے حواری صحیحین کے علاوہ حدیث کی تمام کتابوں سے ہاتھ دھو ڈالیں کیونکہ حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بھی اپنے اپنے صحیح کے علاوہ اور کسی کتاب میں صحت کا التزام نہیں کیا اور ہم امام بخاریؒ کی کتاب تاریخ صغیر کے متعلق مولانا میر صاحب سیالکوٹی کا حوالہ پہلے عرض کر چکے ہیں جس میں نعیمؒ بن حمادؒ جیسے شیر کی روایت بھی موجود ہے جو خیر سے بزعم خود سنّت کا شیدائی بن کر تقویت سنّت کی حدیثیں بھی وضع کیا کرتا تھا اور اسی طرح اُن کی باقی کتابوں میں بھی ضعیف اور کمزور روایتیں موجود ہیں۔ کیا مؤلف نتائج التقلید اور ان کے مصدّقین کے نزدیک مشکوٰۃ اور صاحبِ مشکوٰۃ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جس میں لما خلق اللّٰہ العقل الخ کی حدیث درج ہے جس کے بارے میں صاحبِ مشکوٰۃ صرف یہ ہلکے سے لفظ استعمال کرتے ہیں:۔

وقد تکلم فیہ بعض العلماء (ج۲ ص۴۳) کہ اس میں بعض علماء نے کلام کیا ہے

حالانکہ علامہ السخاوی الشافعیؒ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ:۔

انہ کذب موضوع باتفاق . کہ یہ اتفاقاً جھوٹی اور جعلی روایت ہے۔

(بحوالہ موضوعات کبیر ص۲۹)

حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ بھی اس کو موضوع کہتے ہیں (ایضاً) اور محدث زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

ھذا موضوع باتفاق (موضوعات کبیر ص۶۷) یہ روایت بالاتفاق جعلی اور موضوع ہے۔

اور یہ روایت حضرت شاہ ولی اللّٰہ صاحبؒ نے بغیر کسی نکیر کے (بلکہ مقام استدلال میں) پیش کی ہے۔" (ملاحظہ ہو حجۃ اللّٰہ ج۱ ص۱۳ باب ذکر عالم المثال طبع مصر)

تو کیا اب صاحبِ مشکوٰۃ اور حضرت شاہ صاحبؒ کے بارے میں مؤلف نتائج التقلید کی طرح سرخی اور عنوان قائم کر کے دل کی بھڑاس نکالی جائے جس طرح کہ انہوں نے صاحبِ ہدایہ کے لیے یہ مرغوبِ نفس عنوان قائم کیا ہے؟ اس کو بھی جانے دیجئے یہ بتایئے کہ غنیۃ الطالبین میں کتنی حدیثیں خالص جعلی اور موضوع ہیں؟ اگر سب کے بارے میں کسی لائق استاد اور عارف

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

رجال اور ماہر طبقات رجال سے پوچھنے کی توفیق میسر نہ ہو تو صرف فضائل رجب اور شعبان وغیرہ ابواب ہی کے حدیثوں کے متعلق بتلایئے کہ ان میں کتنی جعلی اور موضوع حدیثیں ہیں؟ مگر افسوس ہے کہ غنیۃ الطالبین سے تو صرف مطلوب نفس حوالے ہی دیکھ لیے ہیں کہ حنفی مرجئہ کے باطل فرقہ میں داخل ہیں اور اہلِ حدیث ہی اہلِ علم ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اگر ہماری بات کا یقین نہ آئے تو علامہ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۰۰) ترجمہ حارثؒ بن اسد المحاسبیؒ ہی ملاحظہ کر لیجیے کہ چند دیگر کتابوں کے علاوہ احیاء العلوم کی موضوع حدیثوں کے بارے میں اور خصوصیت سے غنیۃ الطالبین کے بارے میں انہوں نے کیا کہا ہے؟ انشاء اللہ العزیز آنکھیں خوب روشن ہو جائیں گی۔

اور مستدرک حاکم کے اندر مندرج بہت سی جعلی اور موضوع روایات کا حال بھی شاید غیر مقلدین حضرات سے مخفی نہ ہوگا جس کی احادیث سے وہ مطلوبہ مسائل میں احتجاج کرتے ہیں۔

اس کو بھی جانے دیجیے، یہ دیکھیے کہ سنن ابن ماجہ محدثین عظامؒ کی ایک خاصی جماعت کے نزدیک صحاح ستہ میں شامل ہے مگر امام ابن الجوزیؒ کے خیال میں اس کے اندر تقریباً چونتیس ۳۴ عدد روایتیں خالص جعلی اور موضوع ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ:

وفی الجملۃ ففیہ احادیث کثیرۃ منکرۃ۔ الحاصل اس میں بہت سی حدیثیں منکر ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۳۱)

اور حدیث منکر کو خود حافظ ابن حجرؒ (وغیرہ) نے مردود قسم کی حدیثوں کی مد میں ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو شرح نخبۃ الفکر ص ۵۹)

(اور حافظ ابوالحجاج المزی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۲ھ ہو العالم الحبر الحافظ الاوحد اور محدث الشام تھے، تذکرہ ج ۴ ص ۲۸) نے تو اس سے بھی زیادہ وزنی بات کہہ ڈالی ہے کہ:

کل ما انفرد بہ ابن ماجۃ فہو ضعیف یعنی بذالک ما انفرد بہ من الحدیث عن الائمۃ الخمسۃ اھ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۳۱)

یعنی جو حدیث امام ابن ماجہؒ نے باقی پانچ اماموں سے منفرد ہو کر روایت کی ہے وہ ضعیف ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ:

http://mujahid.xtgem.com

فانہ تفرد باخراج احادیث عن رجال متھمین بالکذب وسرقۃ الحادیث الخ (زھر الربی علی المجتبیٰ ص۵)

کہ وہ جھوٹ اور حدیث میں چوری کرنے سے متہم راویوں سے احادیث روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

اور نواب صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

ولہ حدیث فی فضل قزوین منکر بل موضوع ولھذا طعنوا فیہ وفی کتابہ اھ (الحطہ ص۱۱۰)

انہوں نے فضائل قزوین کے بارے میں ایک منکر بلکہ جعلی اور موضوع حدیث بھی روایت کی ہے اور اس وجہ سے محدثین نے ان میں اور ان کی کتاب میں طعن کیا ہے۔

مگر یقین جانئے کہ یہ طعن صرف دائرۂ تحقیق اور علم تک محدود رہا ہے۔ اس طرح کا نہیں جس طرح کہ مؤلف نتائج التقلید نے صاحب ہدایہ وغیرہ کے بارے میں پیش کیا ہے، ان کے اصل الفاظ پھر وہاں ہی ملاحظہ کر لیجئے کہ مستحضر فی الذہن ہوں اور ان سے ذہول نہ ہو جائے۔

مسند امام احمدؒ بن حنبلؒ میں بتصریح حافظ عراقی الشافعیؒ نو حدیثیں موضوع ہیں۔ علامہ ابن الجوزیؒ نے پندرہ حدیثیں اُن کی موضوع قرار دی ہیں۔ امام سیوطیؒ نے ان سے بھی زیادہ کا ذکر کیا ہے اور پھر جواب دہی کی سعی بھی کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعۃ میں اس کی تصریح کی ہے کہ مسند احمد میں لا اصل لہٗ قسم کی صرف تین یا چار روایات موجود ہیں۔ (محصلہ الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ ص۸۶ نواب صاحبؒ)

صحاح ستہ میں سے ترمذی کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں بہت سی احادیث انتہائی درجہ کی کمزور، منکر اور ضعیف ہیں اور خصوصیت سے مناقب وغیرہ کے ابواب کی حدیثیں حتیٰ کہ محدثین ان کی تصحیح و تحسین کی شکایت کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ احسن الکلام میں ہم نے باحوالہ اس کی نشاندہی کی ہے۔ اب رہی بخاری، نسائی اور ابوداؤد کی تو بلاشک صحیحین کے بعد صحت اسناد کے لحاظ سے نسائی کا پھر ابوداؤد کا مقام بہت بلند ہے۔ مگر اس کو کیا کیجئے کہ بعض کمزور اور ضعیف و منکر روایات کے علاوہ جعلی اور موضوع حدیث بھی ان میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:۔

http://mujahid.xtgem.com

عن ابن عباسؓ قال السجل کاتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وھٰکذا رواہ ابوداؤد والنسائی اھ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۲۰۲ طبع مصر)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سجل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب اور منشی تھا۔ اس کو ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے روایت کیا ہے۔

اور پھر اسی صفحہ میں آگے ارقام فرماتے ہیں کہ:

وقد صرح جماعۃ من الحفاظ بوضعہ وان کان فی سنن ابی داؤد منھم شیخنا الحافظ الکبیر ابوالحجاج المزی اھ

حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ اگرچہ یہ سنن ابوداؤد (وغیرہ) میں ہے ان حفاظ میں ہمارے شیخ الحافظ الکبیر ابوالحجاج مزیؒ بھی شامل ہیں۔

اور حافظ ابن کثیرؒ اپنی مشہور تاریخ البدایہ والنہایہ ج۵ ص۳۴۷ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ھو حدیث موضوع۔ کہ یہ جعلی حدیث ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد ج۲ ص۵۱ طبع مجیدی کانپور میں موجود ہے اور حافظ ابن القیمؒ بھی اپنے شیخ حافظ ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی اور موضوع ہے۔ (تہذیب سنن ابی داؤد ج۴ ص۱۹۶ طبع مصر)

مؤلف نتائج التقلید (اپنے مصدقین سمیت) ہمیں یہ بتائے کہ کیا امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ وغیرہ کے خلاف اسی طرح کی سُرخی قائم کر دی جائے جس طرح کہ انہوں نے صاحب ہدایہ کے خلاف قائم کی ہے؟ اور اسی طرح ان کو جھوٹ اور افتراء وغیرہ کے ظالم تیروں سے چھلنی کر دیا جائے اور یہ کہنا شروع کر دیا جائے کہ جن کتابوں کی تقدیس کا یہ عالم ہو انہیں مذہب اسلام کی اساس قرار دینا جنون اور مذہب سے مسخری مذاق نہیں تو اَور کیا ہے؟ حاشا وکلّا کہ کسی متدیّن عالم بلکہ ادنیٰ ترین مسلمان کے ذہن میں یہ شبہ بھی پیدا ہوتا ہوگا۔ یہی کہا جائے گا کہ ان اکابر محدثینؒ نے اپنے اجتہاد وسعی سے ان احادیث کو صحیح سمجھ کر یا تسامح اور سہل انگاری سے کام لے کر کتابوں میں درج کر دیا ہے اور دوسرے محققین علماء نے ان کے اجتہاد کی غلطی واضح کر دی ہے کیونکہ نہ تو یہ علامہ خطیب بغدادی وغیرہ کی طرح متعصب ہیں اور نہ ان کا مقصد و ارادہ ہی بُرا ہے۔ ہاں یہ غلطی ہے، اور آخر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کون معصوم ہے؟ نہ تو ان کی ذات مخدوش ہے اور نہ ان کی کتابیں ناقابلِ اعتماد ہیں، صرف وہی حدیثیں قابلِ ردّ ہیں جن کو معتبر محدثین کرامؒ نے نقلاً وعقلاً مردود

http://mujahid.xtgem.com

قرار دیا ہے۔ باقی سب اپنے مقام میں قابلِ اخذ وعمل ہیں کیونکہ ؎

وہیں تک ظلمتِ بے کیف کی ہے کارفرمائی　　جہاں تک آپ کی محفل میں پروانے نہیں آتے

تصحیح وتضعیف بھی اجتہادی امر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جس طرح فقہائے کرامؒ نے استنباطِ مسائل میں تفقہ واجتہاد سے کام لیا ہے، اسی طرح محدثین عظامؒ بھی احادیث کی تصحیح وتضعیف میں اپنے اجتہاد سے کام لیتے رہے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ جس طرح فقہاء کے اجتہاد میں غلطی کا وقوع ممکن ہے اسی طرح محدثین کے اجتہاد میں بھی غلطی غیر اغلب نہیں ہے اور کوئی اہل علم اس کا انکار نہیں کرسکتا جیسا کہ امام بخاریؒ نے حسن قسم کی حدیث کو قابلِ احتجاج نہیں سمجھا مگر جمہور امت ان کے اس اجتہاد کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم صرف ایک ہی حوالہ عرض کرتے ہیں تاکہ ہمارا دعویٰ مبرہن ہوجائے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

اَعْلَمُ النَّاسِ بِهٖ اهل العلم بحديثه الذين اجتهدوا فی معرفة ذالك وطلبه من وجوهه وعلموا احوال نقلة ذالك واحوال الرّسول صلی اللہ علیہ وسلّم من وجوهٍ متعددة و جمعوا بين رواية هذا وهذا وهذا فعلموا صدق الصادق وغلط الغالط و كذب الكاذب وهذا علم اقامه الله له من حفظ به على الامة ما حفظ من دينها وغيرهُو لاء لهم تبع فيه اما مستدل بهم واما مقلد لهم كما ان الاجتهاد فی الاحكام اقام الله له رجالًا اجتهدوا فيه حتی حفظ الله بهم على الامة ما حفظ من الدين وغيرهم لهم تبع فيه اما مستدل بهم واما مقلد لهم اھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حالات کو لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے وہ حضرات ہیں جو حدیث کا علم رکھتے ہیں جنہوں نے اس کی معرفت میں اجتہاد کیا اور اس کے وجوہ سے اس کو طلب کیا اور راویوں کے احوال کو معلوم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حالات کو کئی طرق کے جمع کرنے سے سمجھا اور مختلف اور متعدد راویوں کی روایتوں کو جمع کیا پھر ان سے سچے کے سچ، غلط کار کی غلطی، اور جھوٹے کے جھوٹ کو معلوم کیا اور یہ ایسا علم ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت میں دین کی حفاظت کے لیے کچھ لوگ کھڑے کئے ہیں اور بقیہ لوگ، ان کے تابع ہیں وہ یا تو ان کے اصول سے استدلال کرتے ہیں اور یا ان کے مقلد ہیں جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے مسائل واحکام میں اجتہاد کرنے

http://mujahid.xtgem.com

(منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۱۳ طبع مصر)

والے حضرات کھڑے کئے ہیں جنہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور ان کی وجہ سے اُمت کے لیے دین محفوظ رہا اور باقی لوگ ان کے تابع ہیں، یا تو وہ ان کے اصول کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور یا ان کے مقلد ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ جس طرح فقہاء نے اجتہاد کیا ہے اسی طرح محدثینؒ نے بھی اجتہاد کیا ہے اور سب لوگوں کو یہ مقام حاصل نہیں بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں میں سے کچھ نفوسِ قدسیہ کھڑے کئے ہیں، بقیۃ الناس یا ان کے قائم کردہ اصُول کے مطابق استدلال کرتے ہیں اور یا آنکھیں بند کرکے ان کی تقلید کرتے ہیں۔ صد حیف کی بات ہے کہ اس میں فقہاء کی تقلید تو ناجائز اور مخرب دین ہو مگر محدثین کی تقلید کسی کا کچھ نہ بگاڑے۔ فقہاء کی تقلید تو غیر مقلدین کے نقل کردہ حوالجات کے پیشِ نظر (دیکھو نتائج التقلید ص۱۱ وغیرہ) گمراہی کی ماں اور موجبِ ہلاکت وتباہی اور مستوجب ہزار قباحت ہو۔ حتیٰ کہ اس تقلید کے خلاف بیسیوں کتابوں کے علاوہ نتائج التقلید جیسی کتاب بھی معرض وجود میں آجائے اور اس کی تصدیقات بھی ہو جائیں مگر محدثین کی تقلید کی سرے سے ماں ہی کوئی نہ ہو اور نہ وہ موجبِ گمراہی وضلالت اور باعثِ شرک ہو۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر ہے کہ ایک ہی حدیث کے معنی اور درایت میں کسی امام کی تقلید تو مذموم ہو اور اسی روایت کی سند اور روایت میں تقلید عین ایمان ہو؟ خدارا فرمایئے کہ بات کیا ہے؟ اور تقلید کی اس شق کو کیوں معرضِ وجود اور منصۂ شہود پر نہیں لایا جاتا؟ آخر ؎

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

الحاصل ہدایہ ہو یا فقہ کی کوئی اور کتاب ہو، ان میں بعض لا اصل لہ قسم کی روایات یا بعض ضعیف اور ناقابل عمل مسائل اور جزئیات کی وجہ سے نہ تو پوری فقہ کی افادیت کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ اور نہ ایسی کتابیں اور ان کے مصنفین حضرات کو ہدفِ ملامت قرار دیکر ان کو ناقابلِ اعتماد قرار دیا جا سکتا ہے جس طرح کہ آجکل غیر مقلدین حضرات نے جماعتی رنگ میں یہ

http://mujahid.xtgem.com

مہم شروع کر رکھی ہے۔ ورنہ معاذ اللہ اسی قسم ہی کے دلائل سے احادیث کا پورا ذخیرہ مخدوش ہو کر رہ جائے گا اور انہیں کے قائم کردہ اصول سے منکرین حدیث (جو بیشتر نام نہاد اہلحدیث ہی سے ترقی کر کے اس اسٹیج پر پہنچے ہیں اور ابھی تو سے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

کام لے کر اپنی نامبارک گاڑی چلاتے ہیں۔

نواب صاحبؒ فقہ کی افادیت کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"وفائدہ تصنیف کتب فقہ دو چیز است، یکی استفادہ طرق اجتہاد و تصرف فقہاء در حوادث وکیفیت بناء بعض بر بعض، دوم معرفت متفق علیہ از مختلف فیہ تا فتوے بغیر متفق علیہ نہد۔" (ھدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ص۲۱)

غیر مقلدین حضرات کے جماعتی پرچہ الاعتصام میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:۔

"اہلحدیث یا غیر مقلدین کے ہاں فقہ حنفی کو علوم میں بہت ہی اونچا درجہ حاصل ہے۔ ان کے مدارس میں یہ باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ ان کے نصاب تعلیم میں داخل ہے اور قدوری سے لے کر ہدایہ تک تمام کتابیں بالالتزام طلباء کو پڑھائی جاتی ہیں اُن کے ہاں اسے مسائل کا بہت بڑا ماخذ سمجھا جاتا ہے وہ فقہ کے مسائل پر عمل کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے اس کی تعلیم ضروری سمجھتے ہیں۔"

(بلفظہٖ الاعتصام ص۴ کالم ۲ ۹ فروری ۱۹۶۲ء)

حقیقت الفقہ، درایت محمدی، شمع محمدی اور نتائج التقلید کے مؤلفین حضرات کو یہ حوالہ بار بار پڑھنا چاہیئے جو فقہ حنفی کو قرآن وحدیث کے عین مدّمقابل کھڑا کرنے پر مصر ہیں حالانکہ اس حوالہ سے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے فقہ کی تعلیم ضروری ہے۔ اور فقہ حنفی مسائل کا ایک بہت بڑا ماخذ ہے اور اس کے مسائل قابل عمل ہیں۔ ع

"مانتے جس کو نہ تھے لیجئے پہنچے وہاں!"

اور مولانا میر صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ:۔

"نیز یہ کہ فقہ حنفی میں کتاب ہدایہ میں مسائل فقہیہ کی اسناد میں روایات سے جو

http://mujahid.xtgem.com

ثبوت پیش کیا ہے اور ان کی تائید میں اصولی و معقول باتیں سمجھائی ہیں۔ ان میں امام برہان الدین مرغینانی مصنّف ہدایہ کی سعی معاذ اللہ بے سود گنی جائے گی؟ اور یہ بات سوائے کسی جاہل اور بے سمجھ کے کون کہے گا؟ ھٰذا واللہ الھادی۔

انتہیٰ بلفظہ۔ تاریخ اہلحدیث ص۱۲۰)

ان الفاظ کے پیشِ نظر مؤلّف نتائج التقلید اور اس کے جملہ مصدقین حضرات اپنا مقام اور خطاب و لقب خود سمجھ لیں کیونکہ ؎

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی!

ہدایہ وہ مبارک کتاب ہے کہ غیر مقلّدین حضرات کے شیخ الکل حضرت مولانا سیّد نذیر حسین صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ آخر عمر میں انہوں نے اپنے ذمہ صرف قرآن و حدیث، اصول حدیث اور ہدایہ کو خاص کر لیا تھا۔ (الحیات بعد الممات ص۲۹۵) اگر ہدایہ کوئی ایسی ویسی کتاب ہوتی تو قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ آخر عمر میں اس کا شغف چہ معنی دارد؟

دیگر غیر مقلّدین حضرات کی طرح مؤلّف نتائج التقلید (ملاحظہ ہو ص۷۵) کتاب ہدایہ کے متعلق گرفت کرتے ہوئے دیدہ دلیری سے یہ بھی لکھتا ہے کہ:

"اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انتہائی جرأت اور پوری جسارت سے کھل کر کہا گیا ہے۔ ؎

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت ۔۔۔۔ ما صنفوا قبلھا فی الشرع من کتبٍ

ہدایہ یقیناً قرآن مجید کی مثل بے نظیر کتاب ہے اور اس کے وجود پذیر (تصنیف) ہونے سے پہلی تمام شرعی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ جل جلالہ یعنی جیسا کہ قرآن مجید سے تورات و انجیل منسوخ ہوگئیں ویسے ہی ہدایہ کی تصنیف سے کتب حدیث اور حنفی شافعی وغیرہم فقہی کتب بھی منسوخ ہوگئیں۔" (بلفظہ)

جواب:۔

ـــــ مذکور نے جو عبارت نقل کی ہے انتہائی جرأت اور جسارت سے کام لیا ہے کیونکہ اصل الفاظ "فی الشرع من کتبٍ" نہیں بلکہ "فی الفقہ من کتبٍ" ہیں۔ خود راقم الحروف نے متعدد کتابوں میں فی الفقہ کا لفظ ہی دیکھا ہے، یہ یا تو مؤلّف مذکور کی اپنی ذاتی تحریف ہے۔ اور

http://mujahid.xtgem.com

یا کہیں کسی رسالہ سے غلط لکھا ہوا گھسیٹ دیا ہے۔ اور جس طرح اسی عبارت میں مؤلف مذکور نے کتب کو ذوی العقول بنا کر وغیرہم فقہی کتب الخ کر دیا ہے اسی طرح انہوں نے اپنی بے باکی سے لفظ "فی الفقہ" کو "فی الشرع" بنا دیا ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اصل ہی میں لفظ "فی الشرع" ہے تو بھی اس سے مراد کتبِ فقہ ہی ہیں اور نسخ سے یہ مراد نہیں کہ جملہ مسائلِ فقہ ہدایہ سے منسوخ ہوگئے جیسا کہ مؤلف مذکور اور ان کے ناسمجھ حواری یہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ ورنہ صاحب ہدایہ متقدمین کے مسائل نقل نہ کرتے اور نہ قدوری اور جامع الصغیر وغیرہ کی شرح کر کے اس کا نام ہدایہ رکھتے بلکہ نسخ سے بقول شاعر صرف یہی مراد ہے کہ جس طرح نقلی اور عقلی دلائل اور براہین کو نہایت اختصار اور بلیغانہ انداز سے صاحب ہدایہ نے پیش کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی فقہی کوئی کتاب مذاہب اربعہ میں موجود نہیں ہے۔ ہم نے بھی سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں کتابیں دیکھی ہیں مگر صاحبِ ہدایہ کا اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کچھ اور ہی ہے۔ بقول غالب ؂

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ مؤلف نتائج التقلید کے ترجمہ کہ ہدایہ یقیناً قرآن مجید کی مثل بے نظیر کتاب ہے سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے لفظ کالقرآن کو حرف ان کی خبر تصور کر لیا ہے حالانکہ اس کی خبر قد نسخت الخ کا جملہ ہے اور کالقرآن نسخت کے متعلق ہے اس لحاظ سے اس کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ بے شک ہدایہ نے ان کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے جن کو فقہائے نے اس سے قبل تصنیف کیا ہے جیسے قرآن کریم نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ تو تشبیہ صرف نسخ میں ہے۔ اور نسخ بھی صرف مجازی یعنی ان سے بے نیاز کر دیا ہے نہ یہ کہ ہدایہ یقیناً قرآن مجید کی مثل ہے جیسا کہ مؤلف مذکور نے بلا وجہ سمجھ رکھا ہے۔

امام قاسمؒ بن فیرہ الشاطبیؒ (المتوفی سنہ ۵۹۰ھ جو الامام العلامہ احد الاعلام الکبار تھے مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۸۷) کی مدح و تعظیم میں مشہور محدث ابو شامہ المقدسی الشافعیؒ (المتوفی ۶۶۵ھ جو الحافظ العلامہ اور المجتہد تھے۔ تذکرہ ج ۴ ص ۲۴۳) فرماتے ہیں ؂

رأیت جماعۃ فضلاء فازوا ‌ ‌ ‌ ‌ بروٴیۃ شیخ مصر الشاطبی

http://mujahid.xtgem.com

وکلهم یعظمه ویثنی کتعظیم الصحابة للنبیؐ

(مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۸۸)

کہ میں نے فضلاء کی جماعت کو دیکھا جو شیخ مصر الشاطبیؒ کی رؤیت میں کامیاب ہوگئے اور وہ سب کے سب ان کی تعظیم اور مدح کرتے ہیں جیسے کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ کیا اب یہ کہنا شروع کر دیا جائے کہ محدث ابوشامہؒ نے حافظ الشاطبیؒ کو (معاذ اللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مقام پر جا پہنچایا ہے اور ان کے فاضل شاگردوں کو صحابی بنا دیا ہے؟ اس کے بغیر اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ موصوف نے شاعرانہ تخیل کے تحت اپنی حسنِ عقیدت کا اظہار کیا ہے اور بس، نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ تشبیہ میں من کل الوجہ مشابہت بھی ضروری نہیں ہوتی کما لا یخفی۔

رجع الحدیث

بات یہاں سے چلی تھی کہ علامہ ذہبیؒ نے امام خطیب بغدادیؒ امام ابونعیمؒ اور اکثر متاخرین پر یہ تنقید کی ہے کہ انہوں نے بے تحاشا موضوع، جعلی اور من گھڑت روایات اپنی کتابوں میں درج کر کے سنّت پر ظلم ڈھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ مگر بایں ہمہ نہ تو ان کی شخصیت پر مفتری اور کاذب وغیرہ ہونے کا فتویٰ درست ہے جس طرح کہ صاحب نتائج التقلید نے مصنف ہدایہ پر ظلم کیا ہے اور نہ مجموعی لحاظ سے ان حضرات کی کتابیں درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں جس طرح کہ مؤلف مذکور نے ہدایہ کو ساقط الاعتبار قرار دینے کی نامسعود سعی کی ہے۔ اب اس کے بعد ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آمدم برسرِ مطلب کے طور پر کچھ بقیہ حوالجات عرض کرتے ہیں:۔

حافظ محمدؒ بن یوسفؒ الصالحی الشافعی (المتوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

ولا تغتر بما نقله الحافظ ابوبکر بن ثابت	حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے امام ابوحنیفہؒ
الخطیب البغدادی مما یخل بتعظیم	کے بارے میں جو مخل تعظیم باتیں نقل کی ہیں ان سے
الامام ابی حنیفة رضی اللہ عنه فان	دھوکا نہ کھانا۔ خطیب بغدادیؒ نے اگرچہ پہلے
الخطیبؒ وان نقل کلام المادحین	مدح کرنے والوں کی باتیں نقل کی ہیں مگر اس کے

http://mujahid.xtgem.com

فقد اعقبہ بکلام غیرھم فشان کتابہ بذالک اعظم شین وصار بذالک ھدفاً للکبار والصغار واتیٰ بقاذورۃ لا تغسلھا البحار اھ (عقود الجمان ص بحوالہ ماتمس الیہ الحاجۃ ص۳۲ طبع اصح المطابع کراچی)

بعد دوسرے لوگوں کی باتیں بھی نقل کی ہیں۔ سواس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب کو بڑا داغدار کردیا ہے اور بڑوں اور چھوٹوں کے لیے ایسا کرنے سے وہ ہدف ملامت بن گئے ہیں اور انہوں نے ایسی گندگی اچھالی ہے جو سمندروں میں بھی نہ دھل سکے۔

اور علامہ جمال الدین یوسفؒ بن حسنؒ بن عبد الہادی الحنبلیؒ (المتوفی س۹۰۹ھ) اپنی کتاب "تنویر الصحیفہ" میں لکھتے ہیں کہ:-

ومن المتعصبین علی ابی حنیفۃ الدارقطنیؒ وابونعیمؒ اھ (بحوالہ ماتمس الیہ الحاجۃ ص۳۲)

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جن حضرات نے تعصب برتا ہے ان میں امام دارقطنیؒ اور ابونعیمؒ بھی شامل ہیں۔

علامہ عینیؒ نے امام دارقطنیؒ کا متعصّب ہونا ذکر کیا تھا جس پر دیگر اپنے ہم مشرب دوستوں کی طرح مولّف نتائج التقلید بھی سیخ پا ہوگیا (دیکھئے ص۱۸۹ وغیرہ) مگر یہ نہ سوچا کہ اس میدان میں تنہا عینیؒ ہی نہیں خود شافعی المسلک وغیرہ بھی ان کو متعصّب ہی کہتے ہیں ع

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند!

اور علامہ محمد معین السندیؒ لکھتے ہیں کہ:-

وھذا الدارقطنیؒ قد طعن فی امام الائمۃ ابی حنیفۃ وضعّف مادار علیہ من الاحادیث بسببہ وکذلک الخطیب البغدادیؒ قد افرط فی ذالک ولم یعبأ بھما وبمن حذی حذوھما مع اتفاق علی توثیقہ وجلالۃ قدرہ وعظیم منقبتہ التی نال بھا العلم فی الثریا علی مایشیر الیہ قولہ صلی اللہ علیہ

امام دارقطنیؒ نے امام الائمہ ابوحنیفہؒ کے بارے میں طعن کیا ہے اور جو حدیثیں ان کے طریق سے مروی ہیں اُن کو ضعیف قرار دیا ہے اور اسی طرح خطیب بغدادیؒ نے بھی بہت ہی غلو سے کام لیا ہے مگر ان دونوں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے حضرات کی اس کاروائی کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کی توثیق اور جلالت شان اور بڑی فضیلت

http://mujahid.xtgem.com

وسلم لوکان العلم فی الثریا لنالہ رجال من فارس اھ

(دراسات اللبیب ص۲۸۹ طبع لاہور)

پر سبھی کا اتفاق ہے جس فضیلت کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مشیر ہے کہ اگر علم ثریا میں بھی پہنچ جائے تب بھی اتنی بلندی سے فارس کے کچھ لوگ اس کو ضرور حاصل کر لیں گے۔

امام شمس الدین السخاوی الشافعیؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

واما ما اسندہ الحافظ ابو الشیخ فی کتاب السنۃ لہ من الکلام فی حق بعض الائمۃ المقلدین وکذا الحافظ ابو احمد بن عدی فی کاملہ والحافظ ابوبکر الخطیب فی تاریخ بغداد وآخرون ممن قبلھم کابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والبخاری والنسائی مما کنت انزھھم من ایرادہ مع کونھم مجتھدین ومقاصدھم جمیلۃ فینبغی تجنب اقتفائھم فیہ اھ

(الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ص۶۹)

بہرحال حافظ ابو الشیخؒ نے اپنی کتاب السنۃ میں بعض ایسے اماموں پر جو کلام نقل کیا ہے جن کی تقلید کی جاتی ہے اور اسی طرح حافظ ابن عدیؒ نے کامل میں اور حافظ ابوبکر خطیبؒ نے تاریخ بغداد میں اور دوسرے حضرات نے ان سے پہلے مثلاً ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف میں اور اسی طرح امام بخاریؒ اور نسائیؒ نے کلام کیا ہے میں ان کے کلام کو پیش کرنے سے بھی احتراز کرتا تھا باوجودیکہ یہ حضرات مجتہد تھے اور ان کے مقاصد بھی اچھے تھے مگر پھر بھی اس کلام میں ان کی پیروی سے اجتناب کیا جائے۔

مؤلف نتائج التقلید اور مصنف حقیقۃ الفقہ اور اسی طرح ان کے دوسرے ہمنوا حضرات کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں جن جن حضرات نے کلام کیا ہے یا تو وہ محض تعصب اور عناد و حسد کی پیداوار ہے جس کی ایک پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں ہے اور بعض حضرات نے اگرچہ دیانۃً کلام کیا ہے مگر اس رائے کے قائم کرنے میں جس اجتہاد سے انہوں نے کام لیا ہے وہ سراسر باطل ہے کیونکہ تاریخ ان تمام غلط فہمیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ رہی ہے۔ اس لیے ان حوالجات سے مغالطہ آفرینی میں مبتلا ہونا یا دوسری کو دھوکا دینا انصاف و دیانت کا جنازہ نکالنا اور محض تعصب اور حسد اور غیبت جیسے گناہ میں آلودہ ہونا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن عبد البرؒ وغیرہ کے کلام سے نقل کیا جا چکا ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

قاضی القضاۃ شمس الدین ابن خلکان الشافعیؒ (المتوفی سنہ ۶۸۱ھ) علامہ خطیب بغدادیؒ کے اس غلط طرز پر گفتگو اور تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

وقد ذکر الخطیبؒ فی تاریخہ منہا شیئًا کثیرًا ثم اعقب ذالک بذکر ما کان الاولیق ترکہ والاضراب عنہ فمثل ھذا الامام لایشک فی دینہ ولا ورعہ ولا فی حفظہ ولم یکن یعاب بشیئٍ سوی قلۃ العربیۃ اھ

(تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۶۵)

خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں امام صاحبؒ کے بارے میں بہت سے مناقب ذکر کئے ہیں اس کے بعد کچھ ایسی ناگفتہ بہ باتیں بھی لکھی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اور ان سے اعراض کرنا بہت ہی مناسب تھا کیونکہ امام اعظمؒ جیسی شخصیت کے متعلق نہ تو دیانت میں شبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ورع اور حفظ میں آپ پر کوئی نکتہ چینی بجز قلتِ عربیت کے اور نہیں کی گئی۔

باقی عبارت تو بالکل صاف اور بے غبار ہے ہاں البتہ آخری جملہ جس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قلتِ عربیت کا ذکر کیا گیا ہے محتاجِ تشریح ہے اور غیر مقلدین حضرات ان کی قلتِ عربیت کی وَلَو بِاَبَاقُبَیس کی مثال کو بھی لئے لئے پھرتے ہیں کہ ان کو نحو اور گرامر ہی سے واقفیت نہ تھی۔ اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ حرف ب مابعد کو جر دیتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ اس کو جر اور خفض نہیں دے رہے ہیں۔ جب وہ عربیت ہی سے واقف نہیں تو پھر صحیح طریقہ پر استنباط مسائل اور قیاس وہ کیسے کر سکتے ہیں؟ اور ان کے ایسے اجتہاد کا بھلا اعتبار بھی کیا ہے؟

امام صاحبؒ کا یہ مفروض عیب بھی تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۲ وغیرہ میں مذکور ہے۔ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بجائے السہم المصیب اور تانیب الخطیب کے حوالوں کے کسی اور بزرگ کا حوالہ عرض کر دیں جو حنفی نہیں اور بقول غیر مقلدین حضرات مجتہد اور غیر مقلد ہیں تاکہ تعصب مذہبی اور جنبہ داری کا شبہ باقی نہ رہے۔

العلامہ الحافظ محمدؒ بن ابراہیم الوزیرؒ (المتوفی سنہ ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ:-

ولو کان الامام ابوحنیفۃ جاہلا ومن حلیۃ العلم عاطلا ما تطابقت جبال العلم من الحنفیۃ علی الاشتغال بمذاہبہ کالقاضی

اگر امام ابوحنیفہؒ جاہل اور زیورِ علم سے عاری ہوتے تو علماء حنفیہؒ میں علم کے پہاڑ ان کے مذہب پر کیوں متفق ہوتے؟ مثلاً قاضی ابو یوسفؒ محمدؒ بن الحسنؒ، طحاوی رح

http://mujahid.xtgem.com

ابی یوسفؒ ومحمد بن الحسن الشیبانیؒ والطحاویؒ وابی الحسن الکرخیؒ وامثالھم و اضعافھم فعلماء الطائفة الحنفیة فی الھند والشام ومصر والیمن والجزیرة والحرمین والعراقین منذ مأة وخمسین من الھجرة الی ھذا التاریخ یزید علی ستمأته سنة فھم الوف لا ینحصرون وعوالم لا یحصون من اھل العلم والفتوی والورع والتقوی فکیف یجترئ ھذا المعترض ویجوّز علیھم انھم تطابقوا علی الاسناد الی عامی جاھل لا یعرف ان الباء تجر ما بعدھا الخ

(الروض الباسم ج ۱ ص ۱۹۰ طبع مصر)

کرخیؒ، اور ان جیسے اور ان سے دوگنے چوگنے حضرات علماءِ احناف کا طائفہ ہند، شام، مصر، یمن، جزیرہ، حرمین عراقِ عرب اور عراقِ عجم (وغیرہ) میں ایک سو پچاس ہجری (۱۵۰ھ) سے لے کر آج کی تاریخ تک جو چھ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، ہزاروں کی تعداد میں گزر چکے ہیں جو احاطہ سے باہر ہیں اور مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور جو شمار میں نہیں آسکتے جو اہلِ علم اور صاحبِ فتویٰ اور ورع و تقویٰ کے مالک ہیں، سو یہ معترض کیسے جرأت کرتا اور کس طرح ان کے حق میں یہ جائز سمجھتا ہے کہ وہ سب کے سب ایک عامی اور جاہل پر متفق ہوگئے ہیں جو یہ بھی نہیں جانتا کہ حرف ب مابعد کو جر دیتا ہے۔

پھر اس کی مزید تفصیل و تشریح کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ:

واما قوله بابا قبیس فالجواب علیه من وجوه الاول ان ھذا یحتاج الی طریق صحیحة و المعترض قد شدد فی نسبة الصحاح الی اھلھا مع اشتھار سماعھا والمحافظة علی ضبطھا فکیف بھذه الروایة الثانی ان ثبت بطریق صحیحة فانه لم یشتھر ولم یصح مثل شھرة صدور الفتیا ودعوی الاجتھاد عن الامام ابی حنیفةؒ وقد تواتر علمه وفضله واجمع علیه ولیس یقدح فی المعلوم بالمظنون بل بما لا یستحق ان

اور بہرحال اس معترض کا بابا قبیس کے لفظ سے اعتراض تو اس کے کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ امام صاحبؒ کی طرف اس لفظ کی نسبت کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہونی چاہیئے اور معترض نے صحاح کو بھی ان کے اہل کی طرف نسبت کرنے میں تشدّد سے کام لیا ہے حالانکہ ان کی شہرتِ سماعت اور ضبط و محافظت ناقابلِ انکار حقیقت ہے سو اس (غیر صحیح) روایت کا کیا اعتبار؟ دوم اگر یہ نسبت کسی صحیح سند سے ثابت بھی ہو جائے تو اس کی شہرت اور صحت اس پایہ کی نہیں جس پایہ

http://mujahid.xtgem.com

یعنی مظنونا الثالث انا لو قدرنا ان ذالك صح عنه بطرق معلومة لم یقدح به لانه لیس بلحن بل هو لغة صحیحة حکاه الفراء عن بعض العرب وانشد ؎

ان اباها وابا اباها
قد بلغا فی المجد غایتاها[1]

(الروض الباسم ج ۱ ص ۱۶۱ و ص ۱۶۲)

کہ امام صاحب سے صدورِ فتویٰ اور دعوائے اجتہاد کی نسبت مشہور اور صحیح ہے اور تواتر و اجماع سے ان کا علم و فضل ثابت ہے۔ لہٰذا ایک معلوم حقیقت پر مظنون چیز سے اعتراض کس طرح ہو سکتا ہے؟ بلکہ وہ تو مظنون کہلانے کی بھی مستحق نہیں ہے سوم[3] اگر ہم اس نسبت کو صحیح بھی تسلیم کر لیں کہ صحیح طرق کے ساتھ اُن سے یہ ثابت ہے تو بھی یہ نہ تو کوئی عیب ہے اور نہ غلطی بلکہ صحیح لغت ہے جیسا کہ مشہور نحوی فراءؒ نے بعض عرب سے یہ نقل کیا ہے اور اس پر یہ شعر پڑھا ہے کہ ؎

ان اباها وابا اباها
قد بلغا فی المجد غایتاها

علامہ موصوفؒ کی یہ عبارت بار بار پڑھئے اور دیکھئے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے متبعین کے بارے میں موصوف نے کیا کہا ہے؟ اور کن الفاظ سے ان کی توصیف و مدح کی ہے اور کس طرح ان کو علم کا پہاڑ تسلیم کیا ہے؟ اور ان کے اہلِ علم اور صاحبِ فتویٰ اور ورع و تقویٰ کے مالک ہونے کا فراخدلی کے ساتھ اقرار کیا ہے؟ اور یہی منصف مزاج اہلِ علم کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ حقیقت پر پردہ نہ ڈالیں بلکہ صاف لفظوں میں اس کا اقرار کریں۔ بخلاف اس کے معاندین اور متعصبین کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ وہ حوالجات میں قطع و برید کر کے یا حاسدین اور متعصبین کے حوالے چن چن کر نقل کرتے اور دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ہر ناجائز طریق سے ان کو معیوب و مطعون ٹھہرانے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں جس طرح کہ غیر مقلدین حضرات نے اور ان میں خصوصیت سے مؤلف حقیقت الفقہ، شمع محمدی اور مصنف نتائج التقلید اور اس کے جملہ مصدقین حضرات نے کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے پیروؤں کو نہایت ہی جبلی کٹی سنائی ہیں اور ادھورے حوالے نقل کئے ہیں اور ان کے فضائل سے بالکل آنکھیں بند کر لی ہیں۔ سچ ہے ؏

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند!

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

مؤلف حقیقت الفقہ کا بیجا تعصب

موصوف نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علم حدیث کے عنوان سے ایک سرخی قائم کی ہے اور آگے کئی ایک نامکمل اور ادھورے اور ضعیف حوالے نقل کئے ہیں مثلاً علامہ ابن خلدونؒ کا صرف یہی حوالہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ[۱۷] حدیثیں پہنچی ہیں۔
(بلفظہٖ حقیقت الفقہ حصہ اول ص۱۷) اور اس کے ماقبل اور مابعد کی ساری عبارت جس میں علامہ ابن خلدونؒ نے اس روایت کی تردید کی اور امام صاحبؒ کو من کبار المجتھدین فی علم الحدیث کہا، شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں اور آگے حضرت امام ابوحنیفہؒ پر جرح کا عنوان دے کر متعصبیں اور حاسدین اور کچھ ایسے حضرات کے حوالے نقل کئے ہیں جو خود غلط فہمی کا شکار ہیں جس کی ہم نے باحوالہ مبسوط بحث پہلے عرض کر دی ہے وہاں ہی دیکھ لیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور پھر مصنف حقیقت الفقہ نے حصہ اول ص۶۷ میں تو کمال ہی کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"ایضاً اسمائے گرامی ان ائمہ محدثین فقہاء وفضلاء کے جنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو ناقص[۱] الحافظ اور حدیث کم جاننے[۲] والا اور اس کی جانچ و پرکھ[۳] میں ناقص اور نیز عربی[۴] زبان میں ناقص بتلایا ہے اور ان کے عقائد[۵] ومسائل پر اعتراض کیا ہے، یہ ہیں الخ"

اور پھر آگے اسّی[۸۰] حضرات کے نام درج کئے ہیں جن میں امام ابویوسفؒ، عبداللہؒ بن المبارکؒ، علیؒ بن المدینیؒ، مکیؒ بن ابراہیمؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ علامہ ذہبیؒ، یزیدؒ بن ہارونؒ، وکیعؒ بن الجراحؒ، اسرائیلؒ، امام عبدالوہاب شعرانیؒ، ملا معینؒ، مولانا عبدالحیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے نام بھی مذکور ہیں۔
ان میں سے بیشتر حضرات کی صریح عبارتیں پہلے عرض کی جا چکی ہیں کہ وہ امام صاحبؒ پر جرح کرنے والوں کو دندان شکن جوابات دیتے ہیں مگر صد افسوس ہے کہ مؤلف مذکور نے انتہائی بددیانتی اور پوری بے حیائی کے ساتھ خالق وخلق کی شرم سے بے نیاز ہو کر یہ لکھ دیا ہے

دندان شکن جواب

ہم مؤلف حقیقت الفقہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی پوری جماعت کی کوشش صرف کر کے ہمیں یہ بتائے کہ ان حضرات مذکورین کی امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اپنی یہ رائے تھی کہ وہ ناقص الحافظ، حدیث کم جاننے والے اور پرکھ میں ناقص اور عربی زبان سے ناواقف اور عقائد و

http://mujahid.xtgem.com

مسائل میں قابلِ ملامت تھے۔ کیا مؤلف حقیقت الفقہ اور اس کی پوری جماعت میں یہ دم خم ہے کہ وہ ان حضرات سے اپنی قائم کردہ سُرخی کا ایک ایک دعویٰ باحوالہ ثابت کردے؟ فهل من مبارز! ع

کلکِ مانیز زبانے وبیانے دارد

یہ ٹھیک ہے کہ ان میں سے بعض حضرات نے امام صاحبؒ پر اعتراضات کرنے والوں کے بعض اقوال نقل کئے ہیں مگر ساتھ ہی ان کی پُرزور تردید بھی کردی ہے۔ یہ کتنا بڑا دجل اور تلبیس ہے کہ ان اکابر پر یہ صریح بہتان اور خالص جھوٹ تراشا گیا ہے۔ مگر صد حیرت اور ہزار افسوس ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی ان کے اہلِ حدیث ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ لیکن ؎

حقیقت بے نقابِ زندگی سے رُونما ہوگی
نظر کی قوتوں کو امتیازِ حق وباطل دے!

کیا احناف میں بھی کوئی ولی ہوا ہے؟

حقیقت الفقہ حصہ اوّل ص۸۵ میں یہ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ کیا حنفی مذہب میں ولی ہوئے ہیں؟ اکثر حنفی کہا کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے حق ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس مذہب میں ہزاروں اولیاء اللہ ہوئے ہیں اس کا جواب بگوشِ دل ملاحظہ ہو۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کہ جن کو چاروں مذہب والے بڑا ولی مانتے ہیں وہ صاف اِس بات سے اِنکار کرتے ہیں چنانچہ طبقات ابن رجب ۲؍ ص۲۰۲ میں ہے:۔

قیل للشیخ الجیلانیؒ هل کان للہ ولیًا علی غیر اعتقاد احمد بن حنبلؒ فقال ماکان ولا یکون	حضرت پیرانِ پیرؒ سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں بھی کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں؟ فرمایا نہ تو ہوئے ہیں نہ ہوں گے (انتہیٰ بلفظہٖ)

الجواب

یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل اور مردود ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ ہم نے ابھی الروض الباسم کی عبارت نقل کی ہے جس میں اس کی تصریح موجود ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کے متبعین میں علم

http://mujahid.xtgem.com

کے پہاڑ، صاحبِ فتویٰ، اہلِ علم اور تقویٰ اور ورع کے ساتھ متصف بیشمار بحمداﷲ ان گنت حضرات گزرے ہیں۔ اور اگر اہلِ تقویٰ اور متقی اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں تو اور کون ولی ہوگا؟ قرآن پاک میں تو یوں آتا ہے کہ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَھُمُ الْبُشْرٰی الآیۃ اور بفضلہٖ تعالیٰ احناف میں مختلف ممالک کے اندر بقول حافظ محمدؒ بن ابراہیم الوزیرؒ ہزاروں متقی اور ولی گزرے ہیں اور فنِ حدیث کے رُو سے مثبت روایت نافی سے اولیٰ ہوتی ہے۔ کیا بزعمِ خویش اہلِ حدیث کہلانے والے اس اصول سے گریز کر سکتے ہیں؟ اور اگر کریں بھی تو اُس کی وقعت کیا ہے؟

وثانیاً دعویٰ تو یہ ہے کہ کیا حنفی مذہب میں ولی ہوتے ہیں؟ اور دلیل یہ ہے کہ حنبلی مذہب کے بغیر نہ تو کوئی ولی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے، تقریب تام نہیں ہے اس لیے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے وثالثاً مؤلف مذکور نے علیٰ غیر اعتقاد احمد الخ کا ترجمہ مذہب کیا ہے جو غلط ہے کیونکہ فقہی طور پر مذہب مسلک کے معنی میں ہوتا ہے اور یہاں اعتقاد کا ذکر ہے اور عقیدہ میں تمام ائمہ متفق تھے ان میں کوئی بھی علیٰ غیر اعتقاد احمدؒ بن حنبلؒ نہ تھا۔ ہاں البتہ غیر مقلدین حضرات جو اہلِ اسلام کی تقلید کو شرک کہتے ہیں وہ علیٰ غیر اعتقاد احمدؒ بن حنبلؒ ہو سکتے ہیں اور یہ ارشاد ان پر فٹ ہو سکتا ہے۔

ورابعاً حنفیوں کو تو جانے دیجیے، ان کے ساتھ آپ حضرات کا خدا واسطے کا بیر اور حسد ہے۔ مان لیجیے کہ ان میں سرے سے کوئی ولی نہیں ہوا لیکن کیا آپ کا ضمیر (بشرطیکہ کہیں ہو بھی) یہ مانتا ہے کہ مالکیوں اور شافعیوں میں بھی نہ کبھی کوئی ولی ہوا اور نہ ہوگا؟ دل کی اور ایمان کی کہنا۔ ہم تو بحمداﷲ اس کے ہرگز قائل نہیں کہ مالکیوں اور شافعیوں میں کوئی ولی نہیں گزرا بلکہ ہم ببانگ دہل یہ کہتے ہیں کہ ان میں بھی سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں اولیاء اﷲ گزرے ہیں۔

وخامساً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حنبلی مذہب کے بغیر کبھی کوئی ولی نہیں گزرا اور نہ ہوگا تو اس سے غیر مقلدین حضرات کو کیا فائدہ؟ آخر حنبلی مذہب بھی تو مقلد فرقہ ہے، ولایت تو پھر بھی مقلدین ہی میں رہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین میں نہ تو کبھی کوئی ولی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ حضرت پیرانِ پیرؒ کی بات جو ولیِ مسلّم ہیں کیونکر غلط اور خطا ہو سکتی ہے؟ لامحالہ ولایت مقلدین ہی کے

http://mujahid.xtgem.com

اندر رہے گی۔ بڑے بھائیوں کو نہ ملی چھوٹوں کو مل گئی کیوں نہ ہو آخر بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ مشہور ہی ہے۔ یہ وراثت عینی علاتی اور اخیافی بھائیوں کو مل سکتی ہے۔ ان کی موجودگی میں بے پالکوں کو وراثت کس طرح مل سکتی ہے؟ دیکھا آپ نے کہ غیر مقلدین حضرات بکارِ خویش کیسے ہوشیار ہیں کہ حنفیوں کو زک پہنچانے کی خاطر مالکیوں اور شافعیوں کو بھی ولایت کے دفتر سے خارج کر دیا ہے مگر ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ؎

چمن دیکھے نہیں ہم نے کہ ویرانے نہیں دیکھے
کہیں غافل بکارِ خویش فرزانے نہیں دیکھے

مؤلف حقیقت الفقہ حصہ سوم صہ ۱۹۱ میں المسجد الحرام میں حنفی مصلّٰی کے بارے میں لکھتا ہے کہ۔
• اس مقام پر قدیم دار الندوہ مشرکینِ عرب کا تھا جہاں بیٹھ کر ابو جہل وغیرہ کفّار حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف مشورے کیا کرتے تھے۔ (تاریخ نبوی صہ ۵۱) یہی وجہ ہے کہ اس کا اثر اب تک محمدیوں کے مقابل کام کر رہا ہے۔" (انتہیٰ بلفظہٖ)

الجواب

یہ بالکل مردود ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ مستند تاریخی کتابوں سے اس کا ثبوت درکار ہے۔
وثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا مسجد نبوی کی جگہ مشرکین کی قبریں نہ تھیں؟ (ملاحظہ ہو بخاری ج۱ صہ ۶۱ وغیرہ) جن کو عذابِ قبر بھی ہوتا رہا ہوگا۔ تو کیا مسجدِ نبوی کا اعتبار اور احترام نہیں کرنا چاہیئے؟ اور کیا کسی غیر مقلد نے مسجدِ نبوی میں نماز نہیں پڑھی؟ فرمایئے تو سہی! صرف نظر اس سے کیا کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت نہ تھے؟ جن کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ۸ھ میں فتح مکّہ کے موقع پر دُور کیا تھا تو کیا معاذ اللہ کعبۃ اللہ کا احترام ترک کر دیا جائے؟ ہوش میں آکر جواب دیں۔

ایک اور اعتراض

بعض غیر مقلدین حضرات کتُب فقہ حنفی کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرانے کے لیے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ بعض کتابوں میں یہ شعر بھی لکھا ہے کہ ؎

فلعنۃ ربنا اعداد رمل   علی من ردّ قول ابی حنیفۃ

http://mujahid.xtgem.com

چنانچہ حقیقت الفقہ حصّہ سوم ص۱۰۱ میں بحوالہ درمختار ج۱ ص۲۶ یہ شعر نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "لعنت ہو ہمارے رب کی بقدرِ شمار ریت کے اُس شخص پر جو ابُوحنیفہؒ کے قول کو رد کرے یعنی قبول نہ کرے۔" (انتہیٰ بلفظہٖ) اور آگے لکھا ہے کہ "صاحبین یعنی امام ابُوحنیفہؒ کے شاگردوں امام محمدؒ و ابویوسفؒ نے تین ثلث سے زیادہ مسائل میں امام ابُوحنیفہؒ کا خلاف کیا ہے" (درمختار ج۱ ص۲۴) حقیقت الفقہ حصّہ دوم ص۱۰۱) گویا یہ بھی مردود ٹھہرے۔ (معاذ اللہ)"

الجواب :-

اس اعتراض کا تعلّق اگرچہ حضرت امام صاحبؒ کی ذات سے نہیں، اِس لیے کہ یہ ان کا قول نہیں بلکہ یہ امام عبداللہ بن المبارکؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) کی طرف منسوب ہے، (دیکھئے مقدمۂ عمدۃ الرعایۃ ص۳۳ وغیرہ) مگر چونکہ اس سے امام صاحبؒ کی فقہ کو رد کرنا مقصود ہے۔ اِس لیے اس کا جواب بھی ہم عرض کئے دیتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ ردّ اور اختلاف میں کافی فرق ہے۔ یہ قول امام صاحبؒ کے شاگرد کا ہے اور اُن کے اُن مسائل کے بارے میں ہے جو ان کے علم کے مطابق قرآن وحدیث کے عین مطابق تھے۔ اور انکار کرنیوالا مستحق لعنت ہی ہے۔ متاخرین کے مسائل وتخریجات جو غیر مجتہدین کے قیاسات ہیں وہ اس سے مراد نہیں ہیں اور اپنے اُستاد کے متعلّق ایسی حسن عقیدت جوشِ محبّت اور فرطِ عشق کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ اس کو اگر غلو فی العقیدت سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہو۔ چنانچہ غیر مقلّدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سیّد نذیر حسین صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ :-

"اساتذہ کا ادب :- میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز اور جناب مولانا شاہ محمد اسحاق قدس سرّہم اور اُن کے خاندان کا بہت ادب کرتے، اکثر قرآن وحدیث کے ترجمے کے موقع پہ فرماتے مجھ سے اس کا مقراضی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے اور بیان مسائل میں بھی انہی بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں، اس پہ کوئی آزاد طبع طالبعلم اگر یہ کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا جب تک قرآن وحدیث سے سند نہ دی جائے تو بہت خفا ہو کر فرماتے، مردود! کیا یہ حضرات گھس گئے تھے ایسی

http://mujahid.xtgem.com

ہی اڑان گھائی اڑائے ہیں۔" (بلفظہ الحیات بعد الممات صـ ۲۴۳)

حضرت میاں صاحبؒ کا حلقۂ درس بہت وسیع اور شاگرد کثیر تعداد میں ہوتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا اعتراض مولانا ابوطیب محمد شمس الحق صاحب ڈیانویؒ، مولانا حافظ عبدالعزیز صاحبؒ رحیم آبادی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ، مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانیؒ، مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوریؒ، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ، مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ اور مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹیؒ یا اس قسم کے جری، ذکی اور دلیر ہی کر سکتے تھے۔ ورنہ ہر کہ ومہ کو اتنی بھری مجلس میں سوال کرنا بھی کارے دارد۔ مگر حضرت میاں صاحب مرحوم ان معترض حضرات کو اس لیے مردود کہتے ہیں کہ انہوں نے اُن کے اساتذۂ کرامؒ کے بارے میں اعتمادی کا اظہار کیا ہے۔ اور اگر کوئی امام ابوحنیفہؒ کی شان رفیع میں انتہائی بے اعتقادی کا ذکر کرتا ہو اور ان کے قول کو محض تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے رد کرتا ہو جن کے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کو حضرت میاں صاحب مرحوم کے اساتذہ کرامؒ بھی نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتے ہوں بلکہ ان کی تقلید کو اپنے گلے کا ہار بناتے اور سمجھتے ہوں اور اُمت کی اکثریت ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو اگر کوئی صاحب فرطِ محبت اور جوشِ عقیدت میں آکر شاعرانہ تخیل کے تحت ایسا کہہ دے تو وہ کیونکر باعثِ ملامت ہو سکتا ہے؟ اور جن کتابوں میں اس کا ذکر ہے وہ کیونکر ناقابلِ اعتبار ٹھہرائی جا سکتی ہیں؟ اگر یہی طرزِ استدلال ہے تو الحیات بعد الممات کو ناقابلِ اعتبار سمجھنا چاہیے۔ جس میں حضرت میاں صاحبؒ کے اساتذہ پر بے اعتمادی کرنے والے کو مردود کہا گیا ہے بلکہ خود حضرت میاں صاحبؒ پر بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیئے جنہوں نے اپنے اساتذہ پر بے اعتمادی کرنے والے کو مردُود کہا ہے۔

کیا اصحابِ ابی حنیفہؒ نصاریٰ کے مشابہ ہیں؟

مؤلف نتائج التقلید نے اصحاب ابی حنیفہؒ کو بزعمِ خود نیچا دکھلانے اور ان کی علمی خدمات اور عملی کمالات کو دریا برد کرنے کے لیے یوں گوہر افشانی کی ہے کہ:۔

"ایک دوسرا قول حضرت خطیبؒ نے بسند صحیح یزیدؒ بن ہارونؒ ایسے نامور محدثؒ کا اس طرح نقل کیا ہے، یحییٰ واسطی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاد محترم یزیدؒ بن

http://mujahid.xtgem.com

ہارونؒ سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے ما رأیت قومًا اشبہ بالنصاریٰ من اصحاب ابی حنیفۃؒ۔ حنفیوں سے زیادہ عیسائیوں کے مشابہ میں نے دوسری قوم کوئی نہیں دیکھی ؎

(ترجمہ ابوحنیفہؒ تاریخ بغداد، بلفظہٖ نتائج التقلید ص۷۶)

الجواب :۔

مؤلف مذکور کا اس سے استدلال سراسر باطل اور مردود ہے۔ اوّلاً اِس لیے کہ مؤلف مذکور اِس قول کو بسندِ صحیح کہتا ہے۔ پہلے اِس کی سند بتائیے کہ کہاں ہے؟ یہ روایت تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۶ طبع مصر میں یوں آتی ہے۔ وقال ایوب بن شاذ بن یحییٰ الواسطی صاحب یزید بن ھارون الخ علامہ خطیبؒ کی وفات ۴۶۳ھ میں اور حضرت یزیدؒ بن ہارونؒ کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی ہے۔ درمیان میں ۲۵۷ سال کا طویل زمانہ ہے لیکن درمیان کا راوی صرف ایک ہے۔ خطیب بغدادیؒ سے لے کر ایوب بن شاذ تک سند کی کئی کڑیاں اور راوی غائب ہیں مگر مؤلف نتائج التقلید خیانت یا جہالت کی وجہ سے اس کو بسندِ صحیح کہہ رہا ہے۔ اور غضب یہ کہ اُن کے جُملہ مصدّقین اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ع

ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے!

وثانیًا یہ روایت ایوب بن شاذ سے ہے نہ کہ یحییٰ واسطی سے جیسا کہ مؤلف نے حنفیوں کو نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ دینے کی خوشی میں یہ سمجھ رکھا ہے۔

وثالثًا مؤلف مذکور (اور اس کی جماعت) کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ایوب بن شاذ کا حال بتائے کہ وہ ثقہ ہے یا ضعیف؟ معروف ہے یا مجہول؟ کیونکہ اسماء الرجال کی معروف کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں مِل سکا۔

ورابعًا ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جن روایات سے علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام صاحبؒ کے مثالب بیان کئے ہیں ان کے اکثر روات متکلّم فیہم ہیں۔

وخامسًا حضرت یزیدؒ بن ہارونؒ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کی فقہ اور کتابوں کی فضیلت باحوالہ پہلے عرض کی جا چکی ہے۔ پھر اسی سے باآسانی امام صاحبؒ کے اصحاب

http://mujahid.xtgem.com

کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

غرضیکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ، آپ کی فقہ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین پر جتنے بھی اعتراضات قدیماً و حدیثاً تراشے گئے ہیں، ان میں بیشتر تعصّب اور حسد پر مبنی ہیں اور رجوہ دیانت اور اجتہاد پہ مبنی ہیں تو ان میں بھی رائے قائم کرنے والے حضرات کی خطا ہے لو۔ اپنے مقام پہ ان کے صحیح جوابات موجود ہیں جیسا کہ ہم نے بہت سی باتیں باحوالہ عرض کر دی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تمام علوم و فنون میں فقہ ایک مشکل اور دقیق علم ہے اس میں ہر کہ ومہ کو رائے قائم کرنے اور اس کی باریکیوں کو سمجھنے کی اہلیّت کہاں حاصل اور نصیب ہو سکتی ہے؟ اس کے مثبت اور منفی پہلو پہ اور اس کے مسائل کی حدود کو صرف وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وافر نصیبہ اور فی الجملہ اجتہاد کا ملکہ مرحمت ہوا ہو اور فقہی مسائل کی خامیاں بھی صرف وہی ارباب علم بیان کر سکتے اور اس کے مجاز ہیں جو اس کی دقیق و عمیق گہرائیوں سے واقف ہیں محض ظاہری اور سطحی قسم کا آدمی اس میں کیا رائے دے سکتا ہے؟ یہ ٹھیک ہے کہ یہ سائنسی دور ہے اور اس ترقی یافتہ دور میں اتنی اور ایسی ایسی کتابیں طبع ہو چکی ہے جن کا تصوّر بھی سلف صالحینؒ کے سابق اَدوار میں نہیں کیا جا سکتا اور اس لحاظ سے علم کا طول و عرض خوب بڑھ گیا ہے اور اسی وجہ سے بعض کوتاہ نظر اشخاص کو علماءِ متقدمین کے مقابلہ میں اجتہاد اور خود بینی کے خواب آرہے ہیں اور ہچو ما دیگرے نیست کے چکّر میں اُلجھے ہوئے ہیں لیکن اس پہ مطلقاً غور نہ کیا کہ اگرچہ آجکل علم و فن میں طول و عرض تو خاصا ہے مگر افسوس کہ عمق اور گہرائی نہیں اور سلف صالحینؒ کے علم میں گو بعض وجوہ سے ایسا طول و عرض تو نہ ہو مگر ان کو بڑا قوی ملکہ حاصل تھا اور ان کا علم عمیق اور بڑا مضبوط تھا اور دینی اعتبار سے اعتبار صرف انہیں کا ہو سکتا ہے نہ کہ ایسے متاخرین کا ہاں جو نئے حوادث اور مسائل دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور سابق زمانوں میں ان کا وجود نہ تھا ایسے مسائل میں ہر دور کے جیّد اور محقق علماء کی رائے معتبر ہوگی اس کے رد کی کوئی وجہ نہیں ہے اور غلط مبحث علماء کی شان نہیں اس صدی کے ممتاز اور متبحر عالم حضرت مولانا سیّد انور شاہ صاحبؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند جو اپنے علم و فضل، ذہانت و حافظہ، دِقّتِ نظر اور وسعتِ

http://mujahid.xtgem.com

مطالعہ کے لحاظ سے علماء متقدمین کی زندہ یادگار تھے اور ان کے بعد علمی اور تحقیقی مقام کے اعتبار سے بلا مبالغہ ان کی کوئی نظیر پیدا نہیں ہوئی، فقہ کے بارے یہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

واعلم انه ما من فن الا ولی فیه رأی غیر الفقه فانی فیه مقلد صرف ولا اری فیه حقاً الا لمن حصل له الاجتهاد ۔
(فیض الباری ج ۲ ص ۱۷)

تو جان لے کہ کوئی فن ایسا نہیں جس میں میری کوئی نہ کوئی رائے نہ ہو مگر فقہ میں میں خالص مقلد ہوں اور اس میں کسی کے لیے میں (رائے زنی کا) حق نہیں سمجھتا بجز اس کے جس کو اجتہاد حاصل ہو۔

غور فرمائیے کہ موصوفؒ نے کیا فرمایا؟ جب فقہ کا مقام اتنا مشکل اور باریک ہے تو اس میں سید الفقہاء امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی غلطیاں نکالنا ہر شخص کے بس کا روگ نہیں ہے کیونکہ خود معترض کو اس فن کی باریکیوں تک رسائی حاصل کرنے کی اہلیت حاصل ہو تو پھر اس کی بات اور اعتراض کا کچھ وزن ہو سکتا ہے، ورنہ اس کی ایسی تنقید آفتاب پر تھوکنے کے مترادف ہے اور مشہور ہے کہ جو آفتاب پر تھوکے گا وہ اس کے منہ پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں سلف صالحینؒ کی محبت اور اتباع کا جذبہ پیدا فرمائے اور ان کے ساتھ سوءِ ظن سے محفوظ رکھے آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وعلیٰ آله واصحابه وجمیع متبعیه الیٰ یوم القیمٰة آمین

احقر العباد
ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲۴ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ ۲۹ مئی ۱۹۶۲ء

http://mujahid.xtgem.com

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- **خزائن السنن** — تقریر ترمذی طبع سوم
- **احسن الکلام** — مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث طبع ششم
- **تسکین الصدور** — مسئلہ حیات النبی ﷺ پر مدلل بحث طبع پنجم
- **الکلام المفید** — مسئلہ تقلید پر مدلل بحث
- **ازالۃ الریب** — مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث طبع ہشتم
- **راہ سنت** — رد بدعات پر لاجواب کتاب
- **آنکھوں کی ٹھنڈک** — مسئلہ حاضر و ناظر پر مدلل بحث
- **احسان الباری** — بخاری شریف کی ابتدائی ابحاث
- **طائفہ منصورہ** — نجات پانے والے گروہ کی علامت
- **ارشاد الشیعہ** — شیعہ نظریات کا مدلل جواب
- **درود شریف** — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- **عبارات اکابر** — اکابر علماء دیوبند کی عبارات پر اعتراضات کے جوابات
- **تبلیغ اسلام** — ضروریات دین پر مختصر بحث
- **گلدستہ توحید** — مسئلہ توحید کی وضاحت
- **دل کا سرور** — مسئلہ مختار کل کی مدلل بحث
- **راہ ہدایت** — کرامات و معجزات کے بارہ میں صحیح عقیدہ کی وضاحت
- **بانی دارالعلوم دیوبند** — مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے حالات زندگی اور ان پر اعتراضات کے جوابات
- **ینابیع** — غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول کے رسالہ تراویح کا اردو ترجمہ
- **چراغ کی روشنی** — معراج النبی کے بارہ میں قادیانی وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات
- **مسئلہ قربانی** — قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث
- **عیسائیت کا پس منظر** — عیسائیوں کے عقائد کا رد
- **مقالہ ختم نبوت** — قرآن و سنت کی روشنی میں
- **المسلک المنصور**
- **اتمام البرہان** — رد توضیح البیان
- **حلیۃ المسلمین** — داڑھی کا مسئلہ
- **توضیح المرام** — فی نزول مسیح علیہ السلام
- **آئینہ محمدی** — سیرت پر مختصر رسالہ
- **شوق حدیث** — حجیت حدیث پر مدلل بحث
- **ملا علی قاری** — اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر
- **تنقید متین** — بر تفسیر نعیم الدین
- **باب جنت** — بجواب راہ جنت
- **الکلام الحاوی** — سادات کیلئے زکوٰۃ وغیرہ لینے کی مدلل بحث
- **مودودی صاحب کا غلط فتوی**
- **تفریح الخواطر** — بجواب تنویر الخواطر
- **چہل مسئلہ** — حضرات بریلویہ
- **عمدۃ الاثاث** — تین طلاقوں کا مسئلہ
- **الشہاب المبین** — بجواب الشہاب الثاقب
- **اظہار العیب** — بجواب اثبات علم الغیب
- **سماع موتیٰ**
- **چالیس دعائیں**
- **مقام ابی حنیفہؒ**
- **صرف ایک اسلام**
- **حکم الذکر بالجہر**
- **شوق جہاد**
- **اطیب الکلام** — ملخص احسن الکلام
- **انکار حدیث کے نتائج** — منکرین حدیث کا رد
- **مرزائی کا جنازہ اور مسلمان**
- **مولانا ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ واویلا**
- **اخفاء الذکر** — ذکر آہستہ کرنا چاہیے

مطبوعات عمر اکادمی

- **خزائن السنن** — جلد دوم کتاب البیوع
- **جنت کے نظارے** — علامہ ابن القیم کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ
- **حمیدیہ** — فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ
- **امام ابو حنیفہؒ کا عادلانہ دفاع** — علامہ کوثری کی کتاب النکت الطریفہ کا اردو ترجمہ
- **غیر مقلدین کے متضاد فتوے**
- **بخاری شریف** — غیر مقلدین کی نظر میں
- **وضوء کا مسنون طریقہ** — شیعہ کی جانب سے اہل سنت کے وضوء پر اعتراضات کے جوابات
- **تین طلاقوں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ**
- **الدروس الواضحہ فی شرح الکافیہ**
- **مروجہ قضائے عمری بدعت ہے**

Design by: Al-Rahman Computer Lahore. 0300-4257988

http://mujahid.xtgem.com